جلد اول

مقالاتِ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ

ابوالفضل محمد اللہ دتہ

- اذان و اقامت کے فضائل و مسائل
- دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت
- فوت شدگان کو ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟
- قربانی کی شرعی حیثیت

مکتبہ ضیاء القمر

جلد اول

مقالاتِ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ

از افادات

ابوالفضل محمد اللہ دتہ

مکتبہ ضیاء القرآن

نام کتاب	مقالات ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ
مصنف	مولانا محمد اللہ دتہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ
تخریج	مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی
باہتمام	مولانا محمد عمران ندیم سیالوی
کمپوزنگ و ڈیزائننگ	حافظ محمد فرحان علی رضوی
تاریخ اشاعت	یکم ربیع الاول 1432ھ فروری 2011ء
تعداد	1000
ہدیہ	240 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ اہل سنت جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

مکتبہ ضیاء القمر جامعہ شمسیہ رضویہ، بھابڑہ

نظامیہ کتاب گھر اردو بازار، لاہور

مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ فضل حق خیرآبادی دربار مارکیٹ، لاہور

پروگریسو بکس اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست مقالات ابوالفضل

انتساب

ہم اپنے والد گرامی کی اس کاوشِ عظیمہ کو



کی خدمت میں اس یقینِ کامل کے ساتھ پیش کرتے ہیں اس سے قبلہ والد گرامی کی روح کو تسکین ہوگی اور ہمارے لیے باعثِ نجات۔

غلامان پیر سیال لجپال رحمۃ اللہ علیہ

- محمد وسیم الرضا اسد سیالوی
- محمد نعیم الرضا سیالوی
- محمد سلیم الرضا سیالوی
- محمد عمران ندیم سیالوی
- محمد کامران بلال سیالوی

پیش لفظ

برصغیر پاک و ہند میں کئی اہل علم ایسے ہیں جنھوں نے اپنے قلم سے بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آيَةً اور فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ کی ذمہ داری کو بطریق احسن پورا کیا۔ انھی نابغہ روز ہستیوں میں ایک حسین نام رئیس المدرسین عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا ابو الفضل محمد اللہ دتہ سیالوی نور اللہ مرقدہ کا ہے، جنھوں نے شب و روز کی محنتِ شاقہ سے عشق رسول ﷺ سے معمور قلبِ صالح کے ساتھ زیرِ ادب ایسا قلم اٹھایا جس کی نوک میں مُلمّع نہیں بلکہ اِک نور مستور ہے۔

تبدیلیٔ روزگار کے ساتھ آپ کی اس کاوش عظیمہ کو ترتیب جدید، تخریج و تبویب درکار تھی جس کی سعادت آپ کے خانوادہ ہی کے ایک بلند ذوق، شیریں سخن، فاضل عزیزم مولانا شکور احمد ضیاء سیالوی حفظہ اللہ کے حصہ میں آئی۔

ترتیب جدید میں فاضل موصوف نے مندرجہ ذیل امور کا اہتمام کیا۔

- حوالہ جات کی تخریج
- عربی عبارات کی تشکیل
- سہل پسندی کے پیش نظر مفہوم برقرار رکھنے کے ساتھ عبارت میں ردوبدل اور قطع برید
- از سرِ نو عنوان بندی
- فہارس کی ترتیب جدید
- پیراگراف کا استعمال
- علامات ترقیم کا استعمال

قارئین کرام! آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر اور عزیزم موصوف حفظہ اللہ کی تخریج کو ذوقِ نظر کرنے کے بعد یقیناً داد دیے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

اس مقام پر قبلہ والدِ محترم کے جملہ معاونین بالخصوص حکیم محمد سعید سلطانی دام اللہ فیوضہ کو بھولنا کفرانِ نعمت کے مترادف ہوگا۔ اور آپ کے شاگردانِ عزیزان مولانا محمد حیات چشتی و مولانا قاری ذوالقرنین رحمہما اللہ کا ذکرِ وفا ترک کرنا بھی میرے نزدیک لحنِ جلی سے کم نہیں۔

نیز قبلہ رئیس المدرسین کی رفیقۂ حیات (میری والدۂ مرحومہ) کی وفاؤں کو سلامِ عقیدت پیش کرنا بھی از حد ضروری ہے۔ جنہوں نے زندگی کے نشیب و فراز میں اپنے بلند ہمت جیون ساتھی کی معیت میں تبلیغ دین میں آمدہ رکاوٹوں اور مشقتوں کو برداشت کیا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِىْ صَغِيْرًا .

اللہ رب العزت اپنے حبیب کریم ﷺ کے نعلینِ شریفین کے ساتھ لمس کرنے والی اُس رشکِ عرش خاک کا صدقہ اِن تمام کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین

غبارِ راہِ پیر سیال محمد عمران ندیم سیالوی

خادم گلستانِ ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ

(مدرسہ ضیاء العلوم جامعہ شمسیہ رضویہ، بھابڑہ ضلع سرگودھا)



مولد و منشا: سرگودھا اور گجرات کے سنگم پر مشہور زمانہ "رانجھا" (عاشق ہیر) کے قصبہ "تخت ہزارہ" کے شمال میں تقریباً 9 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع قصبہ "بھابڑہ شریف" میں "خوانچہ" قبیلہ کے (سوا پشتوں سے شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر اسلام لانے والے "پڑھیا" نامی بزرگ سے نسباً متعلق) سادہ لوح نیک سیرت باکردار میاں غلام محمد صاحب (جو کہ ابتدائی دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ و پیراستہ تھے) کے دولت کدہ میں 9 جیٹھ 1999 بکرمی بمطابق 22 جولائی 1942ء کو بوقت چاشت تولد پذیر ہوئے۔

ابتدائی تعلیم: آٹھ سال تک آبائی پیشہ میں مشغول رہنے کے باوجود نہ صرف قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی بلکہ تدریس ناظرہ کے ساتھ ساتھ مقامی خواندہ افراد سے ابتدائی فارسی کی تکمیل بھی کی۔

ثانوی تعلیم: بعد ازاں 1950ء میں والد بزرگوار کے ہمراہ حضرت علامہ مولانا محمد صدیق صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ توکلیہ محبوبیہ سیدا شریف (ضلع گجرات) میں حاضر ہوئے اور زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہوئے "کریما" سے لے کر "ہدایہ اولین" تک پہنچے۔

اعلیٰ تعلیم:

1964ء کے اوائل میں والد گرامی کے وصال پر ملال کی وجہ سے اجازت
واپس گھر لوٹ آئے۔ مگر صرف پندرہ دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ تحصیل علم کا شوق پھر
پانے لگا معاشی مشکلات کے باوجود جذبہ تجسس کی تشنگی کے لئے "جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہ
جیسے علمی مرکز کا انتخاب کرتے ہوئے قریباً پندرہ ماہ تک حضرت قبلہ مفتی محمد حسین صا
نعیمی (مہتمم جامعہ ہذا) وحید العصر حضرت قبلہ مفتی عبدالعزیز صاحب (انچارج دارالافتاء جا
ہذا) محقق دوراں علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحد
جامعہ نظامیہ) اور جہان علم و فضل کے آفتاب درخشندہ حضرت مولانا محمد اشرف صاح
سیالوی (سابق شیخ الحدیث سیال شریف) جیسی عظیم ہستیوں سے استفادہ کیا۔

1965ء کی جنگ کے بعد مؤخر الذکر استاذ گرامی نے موضع سلانوالی (سرگودھا) میں
"ضیاء العلوم جامعہ شمسیہ رضویہ" کے نام سے ایک ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ بشمول زیر مطال
ہستی (حضرت مذکور و ممدوح) استاذ القراء قاری محمد یوسف صاحب سیالوی (حال مقیم
دینہ) استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالرزاق صاحب بھترالوی (سابق شیخ الحدیث
جامعہ رضویہ راولپنڈی حال اسلام آباد) مع دیگر احباب بعد از رمضان المبارک وہیں منتقل ہوئے۔
استاذ محترم نے نہ صرف شبانہ روز کی محنت بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمام تر بار کفالت کو بھی اپنے
متحمل کندھوں پر برداشت کیا۔ تعلیمی سال کے اختتام پر مفکر اسلام مفسر قرآن ضیاء الامت
حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ (سابق چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت
پاکستان) کے دست حق پرست سے دستار بندی کے بعد گھر واپسی ہوئی۔

دورۂ حدیث اور تکمیل درس نظامی:

1967ء میں گلستان محدث اعظم "جامعہ
رضویہ" فیصل آباد میں جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب رضوی

... (سابق شیخ الحدیث جامعہ ہذا) کی خدمت عالیہ میں دورہ حدیث پاک میں خوشہ چین
... اور "صحاح ستہ" کے علاوہ "مؤطین" بھی پڑھے۔ دستار فضیلت کے بعد استاذ محترم
... مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی نے سلانوالی لا کر شیخ نائب ناظم اور نائب مدرس ہر سہ
... کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے بار بردار کندھوں پر ڈال دیں۔

عملی زندگی:

... سے ہی آپ کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ دو سال تک سلانوالی میں مقیم رہے۔
... والی میں قیام کے دوران آپ کے بارے میں قبلہ شیخ الحدیث صاحب فرمایا کرتے تھے کہ
"... آدمی تین اشخاص کا کام کرتا ہے"۔

1970ء کے اوائل میں لاہور کی مرکزی درس گاہ "حزب الاحناف" میں امام المحدثین
... جامعہ حضرت علامہ مولانا سید احمد شاہ صاحب کے زیر سایہ عرصہ چار سال تک ہدایہ آخرین
... اور حماسہ تک کتب کی تدریس کے ساتھ ساتھ لاہور بورڈ سے عربی، فارسی اور اردو فاضل کا
... بھی پاس کیا۔

... العصر حضرت مولانا مفتی اعجاز احمد ولی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ماہ میں دورہ قرآن کی تکمیل
کر کے "مقام فی الصف الاوّل" کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ اور جامعہ نعیمیہ سے دوبارہ دورہ
... کی سند بھی حاصل کی۔

1973ء میں فقیہ مذکور نے آپ کی بابت جملہ امور کی ذمہ داریاں اٹھاتے ہوئے
... کی تدریس کے لیے جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں بھیج دیا۔ قریباً اڑھائی برس تک
... تدریس پر قاضی مبارک، صدرا، میر زاہد ملا جلال اور اقلیدس جیسی کتب پڑھانے کے ساتھ
... شیخ الجامعہ حضرت علامہ قبلہ سید مفتی افضل حسین صاحب مونگیروی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز

حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب مفتی اعظم ہند) سے استفادہ کرتے ہوئے علم توقیت جیسا نایاب علم بھی حاصل کیا۔

حضرت موصوف نے اپنے وصال باکمال سے چند روز پہلے آپ کو تحریراً تدریس، تحدیث، تفسیر، افتاء کے ساتھ ساتھ سلاسل اربعہ کے جملہ اوراد و وظائف کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

آبائی گاؤں میں واپسی:

1976ء میں اہل بھابڑہ کے انتہائی اصرار پر اپنے آبائی گاؤں بھابڑہ میں لوٹ آئے۔ مرکزی جامع مسجد تاجدار مدینہ کی امامت خطابت کے ساتھ ساتھ "ضیاء العلوم جامعہ شمسیہ رضویہ رجسٹرڈ" قائم کیا۔

آپ کی زیر سرپرستی جتنی ترقی ہوئی وہ بمصداق "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" ہے اور "لیس الخبر کالمعاینہ" بیان کی حدود سے برتر و بالا ہے۔

لیکن وصال کے بعد بھی آپ کے روحانی فیضان میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ مدرسہ ضیاء العلوم ترقی کی منازل طے کرتا گیا۔ اور اب بحمد اللہ شعبہ حفظ و ناظرہ، تجوید و قراءت، درس نظامی، کمپیوٹر اور سکول ایجوکیشن میں بی، اے تک کی کلاسوں کا اہتمام ہے۔ جس میں طلباء و طالبات محنتی اساتذہ کی زیر نگرانی اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

علاوہ ازیں مقامی تنظیمات "انجمن غلامان پیر سیال" اور "مجلس دعوۃ اسلامیہ" بھی آپ ہی کے افکار کی ایک جھلک ہیں۔

تلامذہ:

یوں تو بہت سے متلاشیان علم نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے اور آپ کے چشمہ علم سے اپنی کھیتیوں کو سیراب کیا مگر چند مشہور تلامذہ میں راقم الحروف سمیت

- حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حیات چشتی (مرحوم) سابق مدرس مدرسہ ضیاء العلوم
- حضرت علامہ مولانا قاری محمد ذوالقرنین (مرحوم) سابق مدرس مدرسہ ضیاء العلوم
- حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رمضان سیالوی خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت علامہ مولانا محمد الطاف تیروی نائب خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت علامہ مولانا قاری احمد رضا سیالوی نائب ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
- حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم افغانی (پشاور)
- حضرت علامہ مولانا قاری محمد سلیمان صاحب (سیالکوٹ)
- حضرت علامہ مولانا قاری محمد سلیم صاحب (کراچی)..................شامل ہیں۔

تصانیف:

1) قربانی کی شرعی حیثیت (مطبوعہ)
2) ترجمہ رسالہ روحانیہ (غیر مطبوعہ)
3) کیا درود شریف صرف درود ابراہیمی ہے؟ (مطبوعہ)
4) دعاء بعد از نماز جنازہ کا ثبوت (مطبوعہ)
5) اذان و تکبیر کے فضائل و احکام (مطبوعہ)
6) نظام الاوقات دائمی نقشہ برائے بھابڑہ و مضافات (مطبوعہ)
7) تقابل حسین رضی اللہ عنہ و یزید علیہ ما علیہ (غیر مطبوعہ)
8) اردو شرح نام حق (غیر مطبوعہ)
9) روزہ میں ٹیکہ وغیرہ کا استعمال (غیر مطبوعہ)
10) عکس اللغات اردو سے عربی (غیر مطبوعہ)
11) عید میلاد النبی ﷺ

12) فوت شدگان کو ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟

13) اذان کے بعد اور پہلے صلوٰۃ وسلام

(ان کے علاوہ بھی آپ نے متعدد کتب ورسائل مرتب فرما...

وصال پُر ملال:

24 مئی 2001ء بمطابق یکم شب ربیع الاول 1422ھ بروز جمعرات آپ نے ... اجل کو لبیک کہا۔

اور اگلے روز 25 مئی 2001ء بروز جمعہ صبح 10 بجے آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنا... حضرت مولانا پیر طریقت غلام حمید الدین معظمی سجادہ نشین آستانہ عالیہ معظم آباد شریف نے پڑھائی... اور مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمہ اللہ، حضرت علامہ مولا... شیخ الحدیث محمد عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ جیسی جلیل القدر علمی اور روحانی شخصیات نے شرکت کی...

آپ مدرسہ ضیاء العلوم جامعہ شمسیہ رضویہ کے ایک گوشہ میں محوِ استراحت ہیں جہاں آپ کی... روح صبح شام قال اللہ وقال الرسول کے ترانوں سے مسرور ہوتی ہے۔

﴿رحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعةً﴾

المرتب:

محمد وسیم الرضا اسد سیالوی

تفصیلی فہرست مقالات

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کیا درود شریف صرف درودِ ابراہیمی ہے؟



اذان کے بعد اور پہلے صلوۃ وسلام



اذان وتکبیر کے فضائل ومسائل

دعا بعد از نماز جنازہ کا ثبوت

فوت شدگان کو ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟

قربانی کی شرعی حیثیت

عید میلاد النبی ﷺ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ عزوجل

الٰہی میری نظر یا الٰہی جدھر — تیری ذات کو پایا میں نے جلوہ گر

کونین کی ہر شے کی جستجو — اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

تیرے جلوے عیاں ہیں شام وسحر — دن میں شمس ہے اگر تو شب میں قمر

کہتی ہے یہی پھولوں میں رنگ وبو — اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

مظہر ہیں تیری قدرت کے شجر — ہو اشارہ تیرا گویا ہوں حجر

بلبل کہتی ہے یہی کو بکو — اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

ہر گل پہ ڈالی پہ تیری نظر — پتہ پتہ بھی دیتا ہے تیری خبر

آواز ہے آتی یہی سو بہ سو — اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

میں ہوں فانی اور فانی ہے میری عمر — تو ہے باقی اور باقی ہے تیرا ذکر

ہے ازل سے بھی تو ابد ہو گا تو — اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

سوز صدیقؓ دے اور عدل عمرؓ — عثمانؓ کا حیا، جرأت حیدرؓ

نزع وحشر اسدؔ کی ہو یہی گفتگو — اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ ہو

جَلَّ جَلَالُہٗ عَمَّ نَوَالُہٗ

ازقلم

محمد وسیم الرضا اسد سیالوی

ضیاء العلوم جامعہ شمسیہ رضویہ (رجسٹرڈ)

بھابڑہ شریف (سرگودھا)

نعت رسول مقبول ﷺ

جہاں والو مبارک ہو محمد مصطفیٰ ﷺ آئے
خدا کی راہ دکھلانے جہاں کے رہنما آئے

مبارک آمنہ رضی اللہ عنہا کو دینے آئیں جنتی حوریں
فرشتے عرش اعلیٰ سے سنانے مرحبا آئے

ظلمت کے مٹانے کو اور حکمت کے سکھانے کو
بعد شرف قبولیت خلیل علیہ السلام کی ہیں دعا آئے

ظلمت کو ختم کیسے کرے ظلمانی بشریت
بشر کے واسطے خیر البشر نور خدا عزوجل آئے

بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی جن کی دنیا کو
نبوت کے محل کی ہیں وہی اب انتہا آئے

وصیت انبیاء علیہم السلام سارے تھے کرتے اپنی امت کو
ہے تم کو ایمان لانا کہ جب وہ نبی ﷺ آئے

یہی رحمت ہیں دنیا کی یہی بخشش ہیں عقبیٰ کی
جتایا رب عزوجل نے مومنوں پر کہ ہیں میری عطا آئے

یہی سارے جہانوں کیلئے رحمت ہیں بن آئے
انہیں کے در پہ حیواں بھی سنانے التجاء آئے

خدا عزوجل نے عظمتیں بخشی ہیں کتنی آنے والے کو
شاہان زمانہ بھی بن کر یاں گدا آئے

اسدؔ عہد لحد دیکھے کہ پہلے بھی کرم ہو گا
مرے تاریک دل اندر کب تیری ضیا آئے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّم

ھدیہ عقیدت: محمد وسیم الرضا اسد سیالوی

تقریظ

استاذ العلماء فخر الفضلاء حضرت علامہ حافظ محمد خان نوری مدظلہ العالی

شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

مکرمی جناب ابو الفضل اللہ دتہ صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

رمضان شریف کی آمد پر ہدیہ تہنیت قبول فرمائیے اللہ تعالیٰ اس ماہ مبارک کی خیرات
برکات سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پندرہ شعبان المبارک کو آپ نے "دفع الاعتراض عن عید الميلاد"
موضوع پر رشحات قلم عطا فرمائے تھے جس کا میں نے خود بھی بغور مطالعہ کیا اور مولانا شیر محمد خان
صاحب مدرس دار العلوم کو بھی مطالعہ کرنے کے لئے دیا۔ انھوں نے بھی اس کو بنظر غائر پڑھا
آپ کی کاوش کو از حد سراہا۔ ان کی رائے بھی آپ کی طرف ارسال خدمت ہے جہاں تک میری
رائے کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے خوب تحقیق فرمائی۔ اور بے شمار حوالہ جات جمع فرمائے
خصم کو ان میں نہ صرف غور وفکر پر مجبور کیا بلکہ ان کے باطل اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا
میری دلی دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو مقبول فرمائے اور عام لوگوں کیلئے اس کا
نفع عام کرے (آمین ثم آمین)

والسلام

حافظ محمد خان نوری

تقریظ

فخر المدرسین حضرت علامہ شیر محمد خان صاحب مدظلہ العالی

مفتی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیر نظر رسالہ جس موضوع سے متعلق تحریر کیا گیا وہ وقت کا عین تقاضا تھا کیونکہ نبی
کریم ﷺ کی تشریف آوری اور آمد مبارک کے موقع پر وہ غلام جس کے دل میں محبت رسول کی شمع
فروزاں ہے اور آپ کی آمد کو اللہ کریم کی نعمت عظمیٰ اور فضل عظیم سمجھتا ہے وہ اس موقع کو غنیمت
سمجھتے ہوئے خوشی و سرور اور فرحت وانبساط کا اظہار کرتا ہے اور امت مسلمہ اس کام کو ایمان کی
علامت اور دلیل سمجھتی ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہوئے بھی اسے
ضلالت و گمراہی سمجھتے ہیں اور اللہ کریم کی نعمت پر خوشی کا اظہار کرنے والوں پر سخت ترین فتوے
لگاتے ہوئے جھجک بھی محسوس نہیں کرتے۔ تو ایک سادہ لوح مسلمان اپنے مسلمان ہونے پر بھی
شک کرنے لگتا ہے۔ اس لئے علمائے زمانہ پر یہ فرض ہے کہ ان بے جا اعتراضات کا مدلل جواب
دے کر حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کریں اور امت مسلمہ کی حوصلہ افزائی کریں۔

فاضل جلیل نے اس رسالہ مسمّی "بِدَفْعِ الْاِعْتِرَاضِ عَنْ عِيْدِ الْمِيْلَادِ" میں عید میلاد النبی ﷺ
کے موقع پر خوشی و مسرت کا اظہار کرنے، جلسہ وجلوس کا اہتمام کرنے اور مجالس میلاد کے انعقاد
کے جائز و مستحب ہونے پر دلائل کا انبوہ کثیر جمع کیا ہے۔ ہر بات پر حوالہ و دلیل پیش کرنے کی سعی

بلیغ فرمائی ہے۔ کیونکہ اس دور میں کوئی بات بغیر دلیل کے سننا بھی گوارا نہیں کی جاتی اور حق [illegible]
یہی ہے کہ بلا دلیل کوئی بات کرنے سے گریز کیا جائے کیونکہ اس کے بغیر اعتماد پیدا نہیں ہوتا ا[illegible]
نہ ہی قاری کی طبیعت کو تسلی ہوتی ہے اور ساری کاوش شک کی نظر ہو جاتی ہے۔

تو وقت کے اس تقاضا کا پوری طرح خیال رکھا گیا ہے یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تا کہ ایک
مسلمان کے پاس ایسا ہتھیار آجائے کہ جس کے ذریعے اس جائز و مستحب کام کرنے والوں پ
اعتراضات کرنے والے حضرات کا منہ توڑ جواب دے دیا جائے تا کہ امت مسلمہ کو تسلی رہے کہ
ہم جو کام کر رہے ہیں وہ درست ہے۔

آخر میں سرکار دو جہاں ﷺ کے یوم وفات کے بارے میں عمدہ اور جدید تحقیق پیش کی گئی ہے
اس لئے اس رسالہ کو آخر تک پڑھنا اس موضوع پر ہونے والے اعتراضات کی قلعی کھول دے گا۔
اللہ کریم فاضل جلیل کو اجر عطاء فرمائے اور دین حنیف کی بیش از بیش خدمت کرنے کی توفیق
مرحمت فرمائے۔

شیر محمد خان

مدرس بھیرہ شریف



حصہ اوّل

عید میلاد النبی ﷺ پر وارد ہونے والے اعتراضات کے جوابات

سخنہائے پریشان

جیسا کہ ہمیشہ سے مذہب حق اہل سنت و جماعت پر مذاہب باطلہ اور فرق زائغہ کی طرف
سے بے سروپا اعتراضات اور بے بنیاد سوالات وارد کیے جاتے ہیں۔

کسی وقت ان کے اعمال پر اعتراض ہے تو کسی وقت ان کے عقائد پر۔ اگر آج
معترض ''اہل رفض'' ہیں تو کل بزعم خویش ''اہل حدیث''۔ اگر کبھی کوئی خارجی ان سے نبرد آزما
ہے تو کبھی ''ناصبی''۔ اگر ایک وقت میں ان کے مد مقابل ''مرزائی'' ہیں تو دوسرے وقت
''عیسائی''۔ کبھی ''دہریہ'' سے پنجہ آزمائی ہو رہی ہے تو کبھی ''آریہ'' سے۔

بہر حال یہ سلسلہ خیر القرون سے لیکر تادم تحریر جاری ہے بقول شاعر

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

کبھی اعتراض حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ میں نہ ہونے کا ہے تو کبھی صحابہ کے نہ
کرنے کا۔ کبھی تابعین سے عدم نقل کا ہے تو کبھی تبع تابعین سے عدم ذکر کا۔ کبھی امام سے نہ

ملنے کا ہے تو کبھی عدم عمل کا۔

مگر حیرت کی انتہاء ہوتی ہے کہ بعینہ اسی قسم کے کسی عمل کی ان کے دین ودھرم میں نشاندہی کی جاتی ہے تو اس کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ تراش لی جاتی ہے۔ لیکن اہل سنت اپنے اعمال، معمولات قوانین فقہ اور احادیث مرویہ بلکہ آیات قرآنیہ سے استخراج کر کے بھی بیان کریں تو کبھی بدعت کا فتویٰ اور کبھی صراحت قرآنی کا مطالبہ۔ کبھی صحاح ستہ تو کبھی صرف اور صرف بخاری و مسلم کی شرط عائد کر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ آئندہ سطور میں پیش خدمت کیا جائے گا۔

فَيَا لِلْعَجَبِ وَلِضَيْعَةِ الْاَدَبِ

ان ہی بے بنیاد سوالات و اعتراضات کی ایک کڑی اہل حدیث یوتھ فورس منڈی بہاؤالدین کی طرف سے عید میلاد پر اسی سال شائع کردہ ایک دو ورقی پمفلٹ ہے۔ جس میں "پرانا چور اور نیا بھیس" والا طریقہ اختیار کرتے ہوئے سال ہا سال سے جواب دادہ سوالات سے دو سوالات مع چند ایک بہتانات و افترآت انتہائی سوقیانہ اور اخلاق سوز زبان میں پیش کئے گئے۔

چند احباب کے تقاضے پر بندہ ان اور دیگر تمام ممکنہ سوالات کے جوابات خدائے لم یزل کی توفیق اور عنایت سے صرف اور صرف قرآن و حدیث و فقہ سے پیش کرے گا اور اسی کے فضل و کرم سے

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

پر عمل کرتے ہوئے بیہودہ اور گرے ہوئے کلمات سے گریز کرے گا۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

عبدہ الراجی

ابو الفضل محمد اللہ دتہ سیالوی

پمفلٹ میں کیے گئے اعتراضات

پہلا سوال: عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ سوال کیجیے اپنے مولوی سے۔

- ☆ 12 ربیع الاول کا دن آنحضرت ﷺ کی نبوت کی زندگی میں 23 مرتبہ آیا۔
- ☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 2 مرتبہ آیا۔
- ☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 10 مرتبہ آیا۔
- ☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 12 مرتبہ آیا۔
- ☆ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 5 مرتبہ آیا۔
- ☆ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں 20 مرتبہ آیا۔
- ☆ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، محدثین اور ائمہ کرام کے دور میں بہت مرتبہ آیا مگر عام دنوں کی طرح گزر جاتا۔

اگر اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر محدثین، چاروں آئمہ کرام نے میلاد النبی ﷺ نہیں منایا تو پھر ہم کیوں مناتے ہیں؟

پوچھئے اپنے مولوی صاحب سے کیا رسول اللہ ﷺ کے دور میں میلاد النبی ﷺ کے دن کو عید کا درجہ دیا جاتا تھا؟

کیا خلفائے راشدین کے دور میں عید میلاد النبی ﷺ کے جشن منائے جاتے تھے؟

کیا اہل بیت، چاروں آئمہ کرام یا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم نے کبھی عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی قیادت کی تھی؟

اگر نہیں تو ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟

غور کیجئے! سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جن کی غار ثور کی ایک رات کی نیکیاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں پر سبقت لے گئیں انھیں عید میلاد النبی ﷺ منا کر ثواب حاصل کرنے کا خیال کیوں نہیں آیا؟

کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اہل بیت پاک، محدثین، چاروں ائمہ کرام کو (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ سے محبت نہ تھی کہ آپ کا جشن نہ مناتے؟

سو اگر جشن میلاد النبی ﷺ نہ منانے والے رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں رکھتے اور گستاخ ہیں تو ان جشن منانے والوں کے نزدیک سب گستاخ ہوئے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اور آج کے یہ مولوی عاشق رسول ﷺ ہیں۔ جو اللہ جل جلالہ کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف کہتے ہیں کہ جلوس نکالو۔ دھمالیں ڈالو۔ ڈسکو ڈانس کرو۔ بازار سجاؤ۔ ڈھول بجاؤ۔ شرکیہ نعتیں سنو اور سناؤ۔ دیگیں پکاؤ حلوے پکاؤ اور ہمیں کھلاؤ۔ خود چاہے بھوکے مر جاؤ۔

سوچو مسلمانو! یہ عید میلاد النبی ﷺ نہیں ہے۔ بلکہ ان حلوہ خور مولویوں کی عید ہے جن پر اس دن طرح طرح کے لذیذ کھانوں کی بارش ہوتی ہے۔ تو پھر ان کا دماغ خراب ہے کہ وہ آپ کو اس بدعت سے روکیں؟

معترض کے پہلے سوال کی عبارت لفظ بلفظ ختم ہوئی۔

پہلے سوال کا خلاصہ:

قارئین! یہ ہے پہلا سوال جو عید میلاد النبی ﷺ پر اس پمفلٹ میں کیا گیا جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل چیزیں ہیں۔

1) حضور ﷺ سے ائمہ تک کسی نے یہ عید نہیں منائی جس سے یہ مطلب لینا مقصود معترض ہے کہ چونکہ یہ عید ائمہ تک نہیں منائی گئی لہٰذا منع، ناجائز اور بدعت ہے۔

2) اگر یہ عید منانا ثواب یا علامت محبت ہوتی تو وہ حضرات ضرور مناتے۔ لیکن نہیں لہٰذا نہ

ثواب۔ نہ علامت محبت۔

3) یہ کہ عید نہ منانے والوں کو گستاخ کہا جاتا ہے، جس سے ان حضرات کا گستاخ ہونا لازم آتا ہے (نعوذ باللہ)

4) عید میلاد منانے والے ڈسکو ڈانس اور دھمالوں وغیرہ جیسی خرافات کا حکم دیتے ہیں۔

5) یہ محض ذاتی مفاد یعنی لذیذ ترین غذاؤں کے لالچ کی وجہ سے نہیں روکتے۔

اب ہم نمبر وار سوالات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا یہ حق برحق ہیں یا محض بے معنی۔

پہلے سوال کا جواب:

ہم کہتے ہیں کہ آقا ﷺ کے نہ کرنے اور نہ فرمانے اور آپ کے زمانہ میں نہ ہونے بلکہ قرآن کے نہ بیان کرنے سے کسی چیز کا ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سکوت
فرمانے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی

دیکھیں قرآن پاک میں ہے:

"وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا" (الحشر آیت نمبر 7، پارہ 28)

ترجمہ: آقا ﷺ جس چیز کا تمہیں حکم دیں تو اس پر عمل کرو اور جس سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ۔

اس آیت کریمہ سے دو باتیں معلوم ہوگیں۔

نمبر1) اللہ اور اس کا رسول ﷺ جس چیز کا حکم دیں اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

نمبر2) جس چیز سے منع کریں اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔

رہی تیسری صورت وہ یہ کہ "نہ منع فرمائیں اور نہ حکم دیں" تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ تو اس کا

جواب احادیث پاک سے پیش خدمت ہے۔

حدیث نمبر 1) اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ.

ترجمہ : حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا۔اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا۔اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا وہ تمہیں معاف ہے۔

(جامع ترمذی ، کتاب اللباس ، باب فی لبس الفراء ، ج : 2، ص : 435، حدیث نمبر : 1726، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ ۔سنن ابن ماجہ ، ابواب الاطعمہ ، باب اکل الجبن والسمن، ص: 241، حدیث نمبر 3367، قدیمی کتب خانہ ۔ المستدرک علی الصحیحین ، کتاب الاطعمہ ، ج : 4، ص :129، حدیث نمبر 7115دار الکتب العلمیہ ، بیروت ۔ السنن الکبری للبیہقی ، کتاب الضحایا ،باب ما جاء فی الضبع والثعلب، ج : 9، ص : 320، حدیث نمبر 19175، دار الباز ۔ تفسیر ابن کثیر ، ج : 1، ص: 481، تحت آیت البقرہ 173، تفسیر الخازن ، ج: 2،ص: 343، تحت آیت المائدہ ، 101)

حدیث نمبر 2) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَمَا اَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں "اللہ نے جو چیز حلال فرمائی وہ حلال ہے اور جو حرام کی وہ حرام ہے اور جو بیان نہیں فرمائی وہ معاف ہے۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الاطعمہ ، باب ما لم یذکر تحریمہ ، ج: 2،ص :182،حدیث نمبر 3856، مکتبہ رحمانیہ) (البانی نے کہا صحیح الاسناد) المستدرک علی الصحیحین ، کتاب التفسیر ، سورۃ الانعام ، ج :2، ص: 347، حدیث نمبر 3236، (حدیث صحیح علی شرط الشیخین)

اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ صاف نص قرآن سے اس کی حرمت ثابت کریں یا کم از کم حدیث نبوی سے ہی۔ ورنہ حدیث و قرآن کی تصریح کے بغیر حرام نہ ہونا مذکورہ بالا آیت واحادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔



آقا ﷺ یا کسی اور کے نہ کرنے سے ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔جیسا کہ تفصیلاً آئیگا۔انشاءاللہ۔

حدیث نمبر 3) آقا ﷺ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَحَرَّمَ حُرُمَاتٍ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا.

(سنن دار قطنی ، کتاب الرضاع ، ج: 4، ص : 183، دار المعرفہ بیروت ۔ مشکوۃ المصابیح ، کتاب الایمان ،باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، الفصل الثالث ، ج : 1، ص : 33، حدیث نمبر 186 مکتبہ رحمانیہ ۔ المستدرک علی الصحیحین ، کتاب الاطعمہ ، ج : 4، ص :129، حدیث نمبر: 7114۔ تفسیر الخازن ، ج : 2، ص :343، تحت آیت المائدۃ ، نمبر: 101۔ تفسیر بغوی ، ج :3، ص : 106، تحت هذه الآية)

ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ نے کئی فرائض مقرر فرمائے ہیں پس انہیں ضائع نہ کرو۔اور کئی چیزیں حرام فرمائی ہیں انکی حرمت کا پاس رکھو۔اور کئی حدیں مقرر فرمائی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔اور بہت سی چیزوں سے بغیر بھولے سکوت فرمایا ہے پس انکی بحث نہ کرو۔

اب یا تو اللہ تعالیٰ یا اس کے حبیب ﷺ کی حرام کردہ اشیاء میں سے دکھائیں کہ کون سے نمبر پر عید میلاد درج ہے اور یا پھر کہیں اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) بھول لگ گئی ہے۔(حالانکہ اس کی نفی خود حضور ﷺ نے فرمادی۔)

اور یا پھر رسول خدا ﷺ کے ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اس بحث میں نہ پڑیں۔ بلکہ بحکم روایات سابقہ اسے جائز سمجھیں،فیصلہ آپ پر ہے

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

بلا دلیل کسی چیز کو حرام کہنا ممنوع ہے اور یہ شیطانوں کا کام ہے

آیت کریمہ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ



لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ، الآية.

ترجمه: جو تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس طرح نہ کہہ دیا کرو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تا کہ خدا پر بہتان باندھو۔ بے شک وہ لوگ جو خدا پر بہتان لگاتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے۔

(النحل آیت نمبر 116، پارہ: 14)

حدیث شریف :

ایک طویل حدیث میں ہے: وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ

ترجمه: شیطان میرے بندوں کے پاس آئے، انہیں گمراہ کر دیا اور جو میں نے ان پر حلال کیا تھا وہ حرام کر دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا اهل الجنة، ج: 2، ص: 385، قدیمی کتب خانہ ۔ صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب الخوف والتقوى، ج: 2، ص: 422، موسسة الرسالہ ۔ مسند احمد، حدیث عیاض ابن حمار، ج: 29، ص: 33، حدیث نمبر 7484، موسسة الرسالہ)

اب فرمائیں کہ جس فعل کو نہ اللہ تعالیٰ منع فرمائے اور نہ ہی صاحب شریعت بلکہ صحابہ اور ائمہ کو بھی اختلاف نہ ہو تو اس سے منع کرنے والا کون ہوتا ہے؟ اور جب خالق کائنات سکوت فرما کر اس کی اجازت دے تو کسے جرأت کہ اس کی اجازت کو چیلنج کرے؟ اللھم اعطنا رضاءً علی رضا لک

حضور ﷺ کے نہ کرنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی

حضور ﷺ کے نہ کرنے سے کسی فعل کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

مثال نمبر 1) "حضور ﷺ نے بالاستیعاب یعنی ہمیشہ پابندی کے ساتھ تراویح کی جماعت نہیں فرمائی بلکہ صرف تین یوم تک بغیر جماعت کے ادا فرمائی"۔ (حدیث مشہور ہونے کی وجہ سے

[illegible] (نہیں کی جاتی)

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب فی فضل من قام رمضان، ج: 1، ص: 264، حدیث نمبر: 1906، قدیمی کتب خانہ ۔ موطا امام مالک، کتاب الصلوٰة فی رمضان، باب ما جاء فی قیام رمضان، ص: 97، حدیث نمبر 250، قدیمی کتب خانہ ۔ جامع ترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی قیام رمضان، ج: 1، ص: 287، حدیث نمبر 806، مکتبہ رحمانیہ ۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب فی قیام شہر رمضان، ج: 1، ص: 203، حدیث نمبر: 1373، مکتبہ رحمانیہ)

اب آپ ہی فیصلہ کریں۔ کہ آیا تمام صحابہ آپ کے دائمی عمل کے خلاف کر کے مجرم ہوئے یا صرف نفس ثبوت کی وجہ سے عمل کر کے مستحق ثواب ہوئے؟ اگرچہ دوام عمل میں خلاف بھی ہو گیا (فیصلہ آپ پر ہے)

بلکہ اگر حضور ﷺ نے زندگی میں ایک دفعہ بھی وہ کام نہ کیا اور نہ فرمایا نہ دیکھا پھر بھی وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کرتے رہے اور آج تک پوری امت کرتی ہے اور ثواب بھی ہے۔

مثال نمبر 2) دیکھیں رسالہ فضائل درود و سلام از علامہ عنایت احمد کاکوری ص 27 بحوالہ [illegible] لکھتے ہیں کہ: بسم اللہ اور حمد کے بعد درود شریف رسائل و کتب میں زمانہ صدیق رضی اللہ عنہ میں شروع ہوا۔

مثال نمبر 3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے۔ کَانَ يَزِيْدُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَالرَّغْبٰى اِلَيْكَ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے تلبیہ میں مذکورہ بالا الفاظ زائد کرتے تھے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب التلبیة وصفتها ووقتها، ج: 1، ص: 375، حدیث نمبر: 2871)

مثال نمبر 4) انہی (حضرت عبداللہ) کے متعلق مروی ہے: كَانَ يُجَلِّلُ بُدْنَهُ

الْقَبَاطِيَّ وَالْاَنْمَاطَ وَالْحُلَلَ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْكَعْبَةِ فَيَكْسُوْهَا اِيَّاهَا.

ترجمہ: آپ اپنی قربانی کو مذکورہ بالا قسم کے کپڑے پہنا کر مکہ شریف کو ارسال کرتے اور وہ خانہ کعبہ پر چڑھا دیتے تھے۔

(مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب العمل فی الهدی حین یساق، ص: 400، حدیث نمبر 849، قدیمی کتب خانہ)

حالانکہ حضور ﷺ نے ایسا نہ کیا نہ فرمایا نہ آپ کے زمانہ میں ہوا۔

مثال نمبر 5) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر مصطفیٰ ﷺ پر غلاف چڑھایا۔

جذب القلوب (مترجم) مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص: 151، ص: 102 اور تاریخ طبری، ج: 4، ص: 177۔

مثال نمبر 6) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی پہلی اذان زائد کی جبکہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک نہیں تھی۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعة، باب الاذان یوم الجمعه، ج: 1، ص: 124، حدیث نمبر 870۔ جامع ترمذی، ابواب الجمعه، باب ما جاء فی اذان الجمعه، ج: 1، ص: 229، حدیث نمبر 516، مکتبہ رحمانیہ)

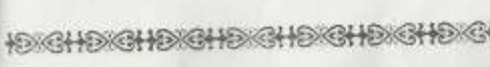
تو کیا ابن عمر، امیر معاویہ اور سیدنا عثمان غنی رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آپ کا فتویٰ جاری ہوگا یا نہیں؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نہ کرنے سے کوئی کام ممنوع نہیں ہوتا

بلکہ وہ چیزیں جن کا نام و نشان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے آخری ایام تک نہ تھا وہ آج عین عبادت بلکہ شعبہ اہل سنت دوسرے لوگ ان میں پیش پیش ہیں۔

مثال نمبر 1) مساجد کے مینار حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بنوائے۔

دیکھیں جذب القلوب مترجم ص 124۔



... ان کے زمانہ تک نہ تھے حالانکہ اب ان سے نہ بیت اللہ خالی ہے نہ مسجد نبوی شریف نہ ... مسجد منیٰ۔ نہ ہی مسجد عرفات اور نہ ہی دنیا بھر کی مساجد وہابیہ اہل حدیث۔

مثال نمبر 2) حضرات خلفائے اربعہ، حسنین کریمین، امیر معاویہ، ازواج مطہرات رضوان ... کے اسماء گرامی جمعہ اور عیدین کے خطبہ میں نہ تو حضور ﷺ نے پڑھے نہ خلفاء نے جبکہ اہل ... دیوبندی بھی پڑھتے ہیں اب اگر کوئی کہے کہ پوچھے اہل حدیث مولوی سے کہ اگر یہ ثواب ... نے کیوں نہ پڑھا؟ اگر جائز تھا تو حضور ﷺ نے کیوں نہ کیا تو بدعت ہوگا؟

وہ کام جنہیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے ناپسند سمجھا مگر وہ مخالفین میں بھی رائج ہیں

مثال نمبر 3) بلکہ معاف فرمایئے وہ طریقہ عمل جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضور ﷺ ناپسند فرماتے ... بالخصوص اہل دیوبند اہل حدیث کا سید الاعمال ہے۔

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ اَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ اَنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ اُمِلَّكُمْ وَاِنِّيْ اَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود لوگوں کو ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے انہیں ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! مجھے یہ بہت پسند ہے کہ ہمیں آپ ہر روز نصیحت فرمایا کریں۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس بات سے صرف یہ مانع ہے کہ میں تمہیں ملال میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ اور میں تمہارا ایسے ہی خیال رکھتا ہوں جیسا حضور ﷺ ہمارا خیال رکھتے تھے۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة، ج: 1، ص: 16، حدیث نمبر: 70۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب الاقتصاد فی الموعظة، ج:



2، ص : 377، حدیث نمبر :7305)

اسی طرح حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلَاثَ مِرَارٍ وَلَا تُمِلَّ النَّاسَ هَذَا الْقُرْآنَ.

ترجمہ: لوگوں کو ہفتہ میں صرف ایک دفعہ تبلیغ کرو اگر نہ ہی مانو تو دو دفعہ اگر زیادہ ہی کرو تو تین دفعہ اور لوگوں کو (زیادہ درس دے دے کر) قرآن سے اکتاہی نہ دو۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب ما یکرہ من السجع فی الدعاء، ج : 2، ص : 938، حدیث نمبر 5978)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ روزمرہ کا درس تقریر و وعظ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور نہ ہی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور نہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو۔

مگر یہ بایں ہمہ نہ اہل حدیثوں کے نزدیک یہ بدعت ہے نہ حرام بلکہ اگر بدعت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی۔ اور حرام ہے تو اس روز جلوس حالانکہ کسی حدیث کے ایک لفظ میں بھی اس کی ممانعت موجود نہیں بلکہ ترغیبات و بشارات۔

یاد رکھیں حدیث بدعت میں نہ یہ شامل ہے اور نہ ہی داخل ورنہ جملہ مذکورہ چیزیں باطل اور آئندہ جن کا ذکر کر رہا ہوں ضلالت۔

دوسرے کی نظر کا تنکا دیکھنے والے اپنی نظر کا شہتیر بھی دیکھ

ہاں اگر اجازت دیں تو کچھ اور پیش کروں۔

قرآن پاک میں نقطے (یعنی حروف کے اوپر نیچے کے نقطے) اور دس دس آیات پر نشان لگانا مکروہ فرمائے۔

(مصنف عبد الرزاق، کتاب الصیام، باب ما یکرہ ان یصنع فی المصاحف، ج : ۴، ص : 322,321، حدیث نمبر :7940 تا 7943)

ایسے ہی نظام الدین کیرانوی نے بھی فقہ کی مشہور کتاب جوہرہ سے بھی نقل کیا۔ بلکہ حاشیہ ملا شیخ زادہ کی جلد نمبر 1 کے صفحہ نمبر 14 پر لکھا کہ سورتوں کے نام اور ان کا مکی مدنی ہونا اور آیات کی تعداد جیسے امور پہلے قرآنوں میں نہ ہوتے تھے بلکہ یہ امور محدثہ ہیں جو کہ بعد کے قرآنوں میں واقع ہو گئے۔

اگر واقعی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اور دور صحابہ میں نہ ہونا ہی بدعت اور گمراہی ہونے کیلئے کافی ہے تو برائے کرم کم از کم قرآن پاک کو تو اس بدعت و ضلالت سے پاک فرما دیجئے۔ اور یہ فتویٰ بھی صادر فرمائیے کہ اس بدعت کو باقی رکھنے والے اور داخل کرنے والے بھی گمراہ اور جہنمی ہیں؟

مثال نمبر4) آخر میں وہ چیز ذکر کرتا ہوں کہ جسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک، مشابہت نصاریٰ، سبب عذاب، علامت قیامت قرار دیا اور صحابہ کرام نے منع فرمایا۔ مگر نہ تو اس سے اہل حدیث محفوظ ہیں نہ ان کا دور، اور نہ کوئی اور محور، بلکہ ہر عبادت گاہ میں موجود، اور مسجد نبوی اور مسجد حرام بھی محفوظ مگر بایں ہمہ نہ کسی کی زبان میں سکت نہ کسی کی قلم میں حرکت کہ اسے منع کرے یا بدعت گمراہی لکھے بلکہ ثواب بالاتفاق، اور اس پر اجر بلا ارتیاب تو سنیں اور سوچیں۔

قال رَسُولُ اللَّهِ لَا يَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ مَالَمْ يَتَّخِذُوا فِي مَسَاجِدِهِمْ مَذَابِحَ كَمَذَابِحِ النَّصَارَىٰ.

ترجمہ: میری امت اس وقت تک خیر سے رہے گی جب تک مسجدوں میں عیسائیوں کی طرح محراب نہیں بنائے گی۔

(روح المعانی، ج : 3، ص :146، تحت سورۃ آل عمران، آیت نمبر : 39)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اِتَّقُوا هٰذِهِ الْمَحَارِبَ کہ ان محرابوں سے بچو!

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوٰت باب الصلوٰۃ فی الطاق، ج : 1، ص : 408، حدیث نمبر : 4700)

اور اسی کی مثل سرکار سے بھی مروی ہے۔

(السنن الکبری للبیهقی باب کیفیة بناء المساجد ، ج :2، ص : 439، حدیث نمبر : 02

ایک روایت میں ہے: كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ يَقُولُونَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ تُتَّخَ
الْمَذَابِحُ فِي الْمَسَاجِدِ.

یعنی صحابہ رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مسجدوں میں محراب علامات قیامت سے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبه ، باب الصلوٰة فی الطاق ، ج : 1، ص : 408، حدیث نمبر : 10/

بلکہ تفسیر ضیاء القرآن ج 2 ص 232 پر بحوالہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھا کہ مسا
کے موجودہ صورت کے محراب حضور ﷺ کے زمانہ میں نہ تھے۔ بلکہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ
ولید کے زمانہ میں ابتداء کی۔

اس پر ممانعت یا مخالفت وضلالت کا فتوی نہیں تو صرف اس لئے کہ اس میں کئی پردہ نشینو
کے نام آتے ہیں۔

مثال نمبر5) مسجدوں کی زیبائش اور رنگ وروغن بھی منع:

اَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ اَكِنَّ النَّاسَ مِنَ الْمَطَرِ وَاِيَّاكَ اَنْ تُحَمِّرَ
تُصَفِّرَ فَتَفْتِنَ النَّاسَ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساجد بنانے کا حکم فرمایا اور معمار کو فرمایا کہ لوگوں کو بارش
سے بچاؤ اور مساجد کو سرخ وزرد کر کے لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے سے بچو۔

(صحیح بخاری ، کتاب الصلوٰة، باب بنیان المسجد ، ج : 1، ص : 64

ایک طویل ارشاد میں سرکار نے فرمایا: وَلَا تُزَيِّنَنَّ بِالْقَوَارِيرِ. ترجمہ: مسجدوں کو شیشوں
سے مزین نہ کرو۔

(المعجم الکبیر ، باب الجیم ، ج :2 ، ص : 139، حدیث نمبر : 1589)

اور حضرت کعب سے مروی ہے: يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَنْقُصُ اَعْمَارُهُمْ وَ
يُزَيِّنُونَ مَسَاجِدَهُمْ وَيَتَّخِذُونَ بِهَا مَذَابِحَ كَمَذَابِحِ النَّصَارٰى فَاِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ
صُبَّ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ۔

ترجمہ: آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جن کی عمریں تھوڑی ہوں گی اور مسجدوں کو مزین کریں
گے اور عیسائیوں کی طرح محراب بنائیں گے پس جب وہ ایسا کریں گے تو ان پر مصیبت ڈال دی
جائے گی۔

(مصنف عبد الرزاق ، کتاب الصلوٰة، باب صلاة الامام فی الطاق ، ج : 2، ص : 413، حدیث
نمبر : 3903)

اور ایک حدیث میں سرکار نے فرمایا:
مَا اُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا
زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارٰى.

(سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوٰة، باب فی بناء المسجد ، ج : 1، ص : 77,76، حدیث نمبر 448)

حالانکہ یہ سب کچھ ان کے نزدیک بھی جائز بلکہ انہی وجوہات کی بناء پر سعودی حکمران ،
امام حرمین اور ممدوح فریقین ہیں۔

حضور ﷺ بسا اوقات کسی وجہ سے اپنا پسندیدہ کام بھی ترک فرما دیتے تھے

حضور ﷺ ایک فعل کو پسند فرماتے ہوئے بھی بسا اوقات نہیں کرتے تھے۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ
اَنْ يَعْمَلَ بِهٖ.

ترجمہ: آپ ﷺ کئی بار ایک کام کو پسند فرماتے ہوئے بھی چھوڑ دیتے تھے۔

(صحیح بخاری ، کتاب التهجد ، باب تحریض النبی ﷺ علی قیام اللیل ، ج : 1 ، ص :

152، حدیث نمبر : 1066)

مثال نمبر 1) حضور ﷺ نے تراویح کی دائمی جماعت کو پسند فرمانے کے باوجود چھوڑ دی۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب فی فضل من قام رمضان، ج: 1، ص: 264، حدیث نمبر: 1906، قدیمی کتب خانہ ۔ موطا امام مالک، کتاب الصلوٰۃ فی رمضان، باب ما جاء فی قیام رمضان، ص: 97، حدیث نمبر 250، قدیمی کتب خانہ ۔ جامع ترمذی، ابواب الصوم، باب ما جاء فی قیام رمضان، ج: 1، ص: 287، حدیث نمبر 806، مکتبہ رحمانیہ ۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب فی قیام شھر رمضان، ج: 1، ص: 203، حدیث نمبر: 1373، مکتبہ رحمانیہ)

مثال نمبر 2) حضور ﷺ نے خانہ کعبہ کو شہید کر کے اس کے دروازے شرقی وغربی نہ بنائے اور نہ ہی اس میں حطیم شریف کو داخل کیا حالانکہ حضور ﷺ کو ایسا کرنا پسند تھا (خلاصہ حدیث)

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من ترک بعض الاختیار، ج: 1، ص: 24، حدیث نمبر 126 ۔ صحیح مسلم، کتاب الحج باب نقض الکعبۃ، ج: 1، ص: 429، حدیث نمبر 3308 ۔ جامع ترمذی، ابواب الحج، باب ما جاء فی کسر الکعبۃ، ج: 1، ص: 300، حدیث نمبر: 875)

نتیجہ: ثابت ہوا کہ کسی کام کے جواز بلکہ استحباب کے لئے نہ تو حضور ﷺ کا اسے کرنا شرط نہ آپ کے زمانہ کا ہونا لازم، نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہونا ضروری اور نہ ہی اس کام کو نہ کرنا اس کے ناپسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔

حضور ﷺ کے کسی اچھے اور پسندیدہ کام کو نہ کرنے کی وجوہات

پہلی وجہ: یہ خوف کہ میری امت پر کہیں فرض ہی نہ ہو جائے۔

مثال: گزشتہ سطور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان گزرا کہ آپ ﷺ کئی بار کسی کام کو پسند فرماتے ہوئے بھی ترک فرما دیتے تھے۔ اس حدیث میں ہے "خَشْیَۃَ اَنْ یَعْمَلَ بِہٖ

النَّاسُ فَیُفْرَضَ عَلَیْھِمْ" اس ڈر سے کہ لوگ اس پر عمل کریں گے تو ان پر فرض کر دیا جائے گا۔

اس طرح تراویح کی جماعت کو ترک کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا "خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْکُمْ" یعنی مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم پر فرض ہی نہ ہو جائے۔

(صحیح بخاری، کتاب التھجد، باب تحریض النبی ﷺ علی قیام اللیل، ج: 1، ص: 152، حدیث نمبر 1077)

دوسری وجہ: اس لئے کہ کہیں لوگوں میں فتنہ اور فساد نہ ہو جائے۔

مثال: جیسا کہ کعبہ شریف میں حطیم کو داخل کرنے کی حدیث جو ابھی گزری اس کے الفاظ ہیں لَوْ لَا حَدَثَانُ قَوْمِکَ کہ اگر تیری قوم کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا یعنی نو مسلم ہونے کی وجہ سے شاید حقیقت کو نہ سمجھ سکیں اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں تو میں حطیم کو کعبہ شریف میں شامل کر دیتا۔

تیسری وجہ: اس وقت اس کی ضرورت نہ ہونا۔

مثال: جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا پہلی اذان جمعہ بڑھانا کیونکہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں اس کی ضرورت نہ تھی بعد میں بوجہ کثرت آبادی ضرورت پیش آ گئی ایسے ہی جمع قرآن کہ زمانہ صدیق رضی اللہ عنہ میں بوجہ شہادت حفاظ ضرورت محسوس کی گئی۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ، باب الاذان یوم الجمعہ، ج: 1، ص: 124، حدیث نمبر: 871۔ جامع ترمذی، ابواب الجمعۃ، باب ما جاء فی الاذان الجمعہ، ج: 1، ص: 229، حدیث نمبر 515، مکتبہ رحمانیہ)

چوتھی وجہ: اپنے حقوق میں امت پر نرمی فرمانا۔

مثال نمبر 1) جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کو حرم قرار دیا۔ مگر وہاں وہ سزائیں اور کفارے لازم نہیں کئے جو حرم مکہ کے لئے کئے فَلَا یُخْتَلٰی خَلَاھَا وَلَا یُصَادُ صَیْدُھَا کہ حرم مکہ کا گھاس بھی نہ کاٹا جائے اور اس کا شکار بھی نہ کیا جائے مگر حرم مدینہ کے لئے یہ حکم نہیں۔

مثال نمبر 2) ایسے ہی کتب ورسائل کے شروع میں صلوٰۃ وسلام زمانہ صدیق میں شروع

ہوا (حوالہ پہلے گزرا) مگر آپ ﷺ نے شروع نہ فرمایا تھا۔

پانچویں وجہ: اس لئے کہ لوگ تنگ نہ آ جائیں۔

مثال نمبر 1) صفحہ 43 پر مثال نمبر 3 کے تحت گزرا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سرکار کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ہر روز وعظ کرنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔

مثال نمبر2) مسواک کی ہر وضو کے ساتھ پابندی۔

مثال نمبر3) اور عشاء کو تہائی رات گزرنے کے بعد دیر تک کرنا۔

احادیث کے الفاظ یہ ہیں: لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِی لَاَ مَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ وُضُوْءٍ (صحیح بخاری ،کتاب الصوم ،باب السواک الرطب والیابس للصائم ، ج:1 ص:259) لَوْلَا اَنْ یَثْقُلَ عَلٰی اُمَّتِی لَصَلَّیْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ (صحیح مسلم ، کتاب الصلوۃ ،باب وقت العشاء و تاخیرھا ،ج:1 ص:229، حدیث نمبر : 1478)

ایک روایت میں ہے لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ لَاَ مَرْتُهُمْ بِتَاْخِیْرِ الْعِشَاءِ وَبِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوةٍ (سنن ابی داؤد ،کتاب الطھارۃ ،باب السواک ، ج:1 ص:18 ،حدیث نمبر :46 مکتبہ رحمانیہ)

روایات کا مفہوم: میں نے ہر وضو یا نماز کے ساتھ مسواک اور تہائی رات تک نماز عشاء مؤخر کرنے کا حکم صرف امت کی مشقت کی وجہ سے نہیں کیا ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِی لَاَ مَرْتُهُمْ اَنْ یُّؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّیْلِ اَوْنِصْفِهٖ (جامع ترمذی ،ابواب الصلاۃ ،باب ماجاء فی تاخیر العشاء الاخرۃ ، ج:1 ص:139 ،حدیث نمبر 167 مکتبہ رحمانیہ) اور ایک روایت کے الفاظ ہیں لَوْلَا ضُعْفُ الضَّعِیْفِ وَسُقْمُ السَّقِیْمِ لَاَخَّرْتُ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ اِلٰی شَطْرِ اللَّیْلِ (سنن ابی داؤد ،کتاب الصلوۃ ،باب وقت العشاء الاخرۃ ، ج:1 ص:72 ،حدیث نمبر 422)

چھٹی وجہ: اس وقت گنجائش نہ ہونا۔

مثال: جیسا کہ مینارہ وغیرہ حالانکہ قرآن پاک میں تحریر فرمایا: فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ ایسے گھروں یعنی مساجد میں کہ جنہیں بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا۔

(النور ،آیت نمبر : 36 ،پارہ : 18)

ساتویں وجہ: اس کے منکرین کا نہ ہونا۔

مثال: جیسے منکرین صحابہ و اہل بیت نہ ہونے کی وجہ سے اسماء مبارکہ شامل خطبہ نہ کئے گئے اور جب منکرین پیدا ہوئے تو شامل کر دیئے گئے۔

آٹھویں وجہ: لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہونا۔

مثال: جیسے قرآنی اعراب و نقطے اور نشان آیات وغیرہ کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بوجہ عربی ہونے کے محتاج نہ تھے اور بعد میں لوگ بوجہ غیر عربی ہونے کے محتاج ہو گئے۔

نویں وجہ: اس وقت غیر مسلموں کا شعار ہونا۔

مثال: جیسے محراب کہ انکو بوجہ مشابہت نصاریٰ منع کیا۔ اور بعد میں ان کی بوجہ ضرورت یعنی ممالک عالم میں سمت معلوم کرنے کیلئے معمولی تبدیلی سے مشابہت ختم کر کے بنا لیے گئے (جیسے حضور ﷺ نے نویں محرم کے روزہ کا حکم فرما کر عاشورہ کے روزہ میں یہود کی مشابہت ختم فرما دی) ورنہ دنیا بھر کے علماء سے حدیث کی صریح مخالفت کیونکر ممکن تھی۔

دسویں وجہ: اس وقت خرابی نہ ہونا۔

مثال: جیسے حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کو مسجدوں سے منع نہ کیا بلکہ منع کرنے سے منع فرمایا مگر فاروق اعظم نے اپنے دور میں منع کر دیا

بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی فرما دیا کہ اگر حضور ﷺ دیکھتے جو عورتوں نے آپ کے بعد پیدا کر لیا ہے تو ضرور انہیں مسجد سے منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں

(صحیح بخاری' کتاب الاذان' باب خروج النساء الی المساجد باللیل' ج: 1' ص: 120' حدیث: 831۔ صحیح مسلم' کتاب الصلوۃ' باب خروج النساء الی المساجد' ج: 1' ص: 183' حدیث: 1027)

اور ممکن ہے کہ ہزاروں وجوہات اور بھی ہوں جن کی بابت پسندیدہ اور اچھا کام بھی نہ کیا گیا ہو۔

جشن میلاد (اظہار نعمت) کا ثبوت قرآن وحدیث سے

آیت نمبر 1) اللہ تعالیٰ نے اظہار نعمت اور تحدیث نعمت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ' آیت: 11' پارہ: 30)

ترجمہ: اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان فرمایا کرو۔

آیت نمبر 2) وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (آل عمران' آیت: 103' پارہ: 4)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تم پر ہیں ان کا ذکر کیا کرو۔

حدیث شریف: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ (جامع ترمذی' ابواب الاستیذان والادب' ج: 2' ص: 570' حدیث نمبر: 2819)

تو ثابت ہوا کہ اظہار نعمت فرمان قرآن وارشاد صاحب قرآن ہے۔

حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی کئی آیات میں آپ ﷺ کو نعمت قرار دیا ہے

آیت نمبر 1) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران' آیت: 164' پارہ: 4)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا جبکہ ان میں رسول معظم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

آیت نمبر 2) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا (ابراھیم' آیت: 28' پارہ: 13)

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفران نعمت سے بدل دیا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس نعمت سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ رحمت دو عالم ﷺ ہیں۔

(صحیح بخاری' کتاب المغازی' باب قتل ابی جہل' ج: 2' ص: 566' حدیث: 3758)

آیت نمبر 3) نِعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ (الانفال' آیت: 53' پارہ: 10)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی قوم کو دی ہوئی نعمت کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود نہ بدل جائیں۔

حضرت سدی نے فرمایا اس نعمت سے مراد حضور پاک ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔ (تفسیر بغوی' ج: 14' ص: 20 تحت ھذہ الآیۃ۔ الدر المنثور' ج: 14' ص: 19 تحت ھذہ الآیۃ۔ الکشف والبیان' ج: 1' ص: 63 تحت ھذہ الآیۃ۔ تفسیر مظہری' جلد نمبر: 6' صفحہ: 306)

آیت نمبر 4) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (التکاثر' آیت: 8' پارہ: 30)

ترجمہ: پھر ضرور اس دن تم سے نعمت کے بارے پوچھا جائے گا۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں اَلنَّعِيْمُ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یعنی حضور پاک کا ذکر نعمت ہے جس کے متعلق کفار سے جہنم میں داخلہ کے بعد بھی سوال کیا جائے گا۔

(روح المعانی' ج: 30' ص: 226 تحت ھذہ الآیۃ۔ التفسیر الکبیر تحت ھذہ الآیۃ)

نتیجہ: تو جب حضور ﷺ نعمت ہوئے اور ہر نعمت کا اظہار ضروری تو آمد مصطفیٰ ﷺ کا اظہار [illegible]

اظہار نعمت (جشن میلاد) کا طریقہ

اظہار نعمت کے لیے کسی مخصوص طریقہ کی تعیین نہ تو قرآن کریم نے فرمائی اور نہ ہی کسی خصوصی طریقہ کے خلاف کو حدیث میں منع فرمایا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس نعمت کا اظہار کسی بھی جائز طریقہ سے کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے لئے کوئی بھی طریقہ معین نہیں۔

بلکہ رب ذوالجلال نے فرمایا: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (یونس' آیت

:58' پارہ: 11)

ترجمہ: محبوب اعلان فرما دو اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت ہونے پر خوشیاں منایا کرو۔

حدیث شریف: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّرٰى اَثَرُ نِعْمَتِهٖ عَلٰى عَبْدِهٖ ترجمہ: اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ بندہ پر اس نعمت کا اثر دیکھا جائے۔ (جامع ترمذی' ابواب الاستئذان والادب' ج:2' ص:570' حدیث: 2819)

حضور پاک ﷺ کا اظہار نعمت کرنا (ولادت پر خوشی منانا)

پہلا طریقہ: حضور پاک نعمت مجسم فخر دو عالم ﷺ نے اس روز یعنی پیر کے روز روزہ رکھ کر اظہار شکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ (الحدیث) کہ آپ ﷺ پیر کے روزہ کی تلاش و اہتمام کرتے تھے (جامع ترمذی' ابواب الصوم' باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس' ج:1' ص: 276' حدیث: 745)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَصُوْمُ الْاِثْنَيْنَ (الحدیث) کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ رکھتے تھے۔

اور کسی پوچھنے والے نے اس کی وجہ پوچھی تو دیگر وجوہات کے ساتھ اس میں ولادت شریف کا ہونا بھی ارشاد فرمایا۔

(صحیح مسلم' کتاب الصیام' باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شهر الخ' ج: 1' ص: 368' حدیث: 2807۔ سنن ابی داؤد' کتاب الصیام' باب فی صوم الدھر' ج: 1' ص: 351' حدیث: 2426 مکتبہ رحمانیہ)

تو گویا پیر کا روزہ رکھنے کی دیگر وجوہات سے ایک وجہ حضور ﷺ کی اس میں ولادت شریفہ ہونا بھی ہے جس کے اہتمام اور شکریہ کے طور پر آپ اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔

دوسرا طریقہ: حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ خود بھی فرما کر اس نعمت کا شکریہ ادا کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقَّ عَنْ نَفْسِهٖ بَعْدَ النُّبُوَّةِ کہ نبی ﷺ نے اظہار نبوت کے بعد اپنی ذات شریفہ کا خود عقیقہ فرمایا۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الضحایا باب العقیقۃ سنۃ، ج: 9، ص: 300، حدیث: 19056۔ مصنف عبد الرزاق، کتاب العقیقۃ، ج: 4، ص: 329، حدیث: 7960 مطبوعہ المکتب الاسلامی)

حالانکہ آپ کا عقیقہ آپ کے دادا جان فرما چکے تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد' جماع ابواب مولدہ' الباب الثالث عشر' ج: 1' ص: 367)

امام سیوطی فرماتے ہیں۔

وَالْعَقِيْقَةُ لَا تُعَادُ مَرَّةً ثَانِيَةً فَيُحْمَلُ ذٰلِكَ عَلٰى اَنَّ الَّذِيْ فَعَلَهُ النَّبِيُّ اِظْهَارُ الشُّكْرِ عَلٰى اِيْجَادِ اللّٰهِ اِيَّاهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَتَشْرِيْعٌ لِاُمَّتِهٖ.

ترجمہ: عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا لہٰذا آپ کے اس فعل کا مطلب آپ کو اللہ تعالیٰ کے رحمت بنا کر بھیجنے کے شکریہ کا اظہار اور امت کیلئے اثبات جواز ہوگا۔

(الحاوی للفتاوی' حسن المقصد فی عمل المولد' ج: 1' ص: 283۔ سبل الھدیٰ والرشاد' جماع ابواب مولدہ' الباب الثالث عشر' ج: 1' ص: 376)

یعنی امت کے لئے یہ ثابت کرنا کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی انعام کرے۔ تو اس پر اظہار شکر کیا کرو (خواہ کسی بھی جائز طریقے سے ہو)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اظہار نعمت کرنا

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ. قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ اَحَدٌ بِمَنْزِلَتِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَقَلَّ عَنْهُ حَدِيْثًا مِنِّيْ. وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ

فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَ نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَمَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا. قَالَ آللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاكَ. قَالَ اَمَا اِنِّيْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنَّهٗ اَتَانِيْ جِبْرَائِيْلُ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِكُمُ الْمَلٰٓئِكَةَ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں جمع شدہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لائے۔ فرمایا تم یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: کہ ہم اللہ تعالی کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا خدا کی قسم تم صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ نے فرمایا خدا کی قسم ہمیں اس کے علاوہ کسی چیز نے نہیں بٹھایا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں (تم پر جھوٹ کی) تہمت کی وجہ سے قسم نہیں کھلائی حالانکہ حضور اکرم ﷺ کے نزدیک جو میرے درجہ والا ہے کوئی بھی مجھ سے کم حدیثیں بیان کرنے والا نہیں۔

بے شک رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ایک حلقہ کے پاس گھر سے نکل کر تشریف لائے تو فرمایا: تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالی کا ذکر کرنے اور اسکی اس بات پر تعریف کرنے بیٹھے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام جیسی نعمت اور اس کی ہدایت عطا فرما کر ہم پر احسان فرمایا۔ تو آپ نے فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں صرف اس چیز نے بیٹھایا ہے؟ عرض کیا کہ رب لم یزل کی قسم صرف اور صرف اس چیز نے ہمیں بٹھایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے کسی تہمت یعنی جھوٹ کے شبہ کی وجہ سے قسم نہیں کھلائی۔ بلکہ ابھی ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "بیشک تمہاری اس محفل کا ذکر اللہ تعالی فرشتوں کے سامنے فخر سے فرما رہا ہے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ج: 2، ص: 346، حدیث نمبر 7032۔ جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی القوم یجلسون فیذکرون اللہ، ج: 2، ص: 648، حدیث نمبر 3379۔ سنن نسائی، باب ادب القضاۃ، باب کیف یستحلف الحاکم، ج: 2، ص: 310، حدیث نمبر 5426، اویس کتب خانہ)

شاید اس میں تو آپ کو بھی شک نہیں ہوگا کہ اسلام اور اس کی ہدایت کا شکریہ حقیقت میں اسی نبی پاک کی آمد کا شکریہ ہی ہے۔

تو اندازہ فرمائیں کہ محافل میلاد کی عظمت ہے کہ ان کا اظہار رب ذوالجلال بھی سر عرش فرشتوں کے سامنے مباہات سے فرماتا ہے۔

اور جلوس میں بھی

؎ صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
؎ اور آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
؎ اور طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

جیسی نعتوں کے پڑھنے سے اسی نعمت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

شاید آپ کے نزدیک بیٹھ کر نعرہ تکبیر، اللہ تعالی کی تعریف، حضور ﷺ کی مدح وثناء، اسلام کی نعمت کا ذکر جائز ہوگا اور چلتے پھرتے منع۔

حالانکہ قرآن پاک تو فرماتا ہے: يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ

ترجمہ: جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ (آل عمران، آیت نمبر 191، پارہ: 3)

اور حدیث شریف میں آقا ﷺ نے ہر وقت اور ہر حال (جس حالت میں شرعاً زبان سے ذکر منع نہ ہو مثلاً پیشاب کرتے ہوئے) میں ذکر کرنا ارشاد فرمایا۔

(جامع ترمذی، ابواب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الذکر، ج: 2، ص: 648، حدیث نمبر 3375۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الادب، با فضل الذکر، ص: 268، حدیث نمبر 3793)

حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب ﷺ نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ میں تمام اوقات میں آپ پر درود پڑھتا رہوں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تجھے تیرا یہ عمل غم سے کفایت کرے گا اور تیرا ہر گناہ معاف ہوگا۔

(جامع ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، ج: 2، ص: 523، حدیث نمبر: 2457)

بلکہ آقا ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق خوشی کا اظہار تو آقا ﷺ کے سامنے دف بجا کر بھی کیا گیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الایمان والنذور، باب مایؤمر به من وفاء النذر، ج: 2، ص: 114، حدیث نمبر 3304)

صحابیہ کا اظہار نعمت میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجانا

حضرت عمر بن شعیب کے دادا ﷺ فرماتے ہیں کہ بیشک ایک عورت نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا اِنِّی نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰی رَأسِکَ بِالدُّفِ قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِکِ

ترجمہ: میں نے نذر مانی تھی کہ آپ کے سر مبارک کے پاس کھڑی ہو کر دف بجاؤں گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر لے۔ (المرجع السابق)

واقعہ اصل میں یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ ایک جنگ میں تشریف لے گئے تھے تو اس صحابیہ نے نذر مانی تھی کہ اگر آپ ﷺ باخیریت فتح یاب ہو کر تشریف لائے تو میں آپ کے پاس کھڑی ہو کر دف بجاؤں گی۔ جس کی آپ نے اجازت فرمائی۔

اس حدیث پر لمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَمَرَہٗ بِالْوَفَاءِ نَظَرًا اِلٰی مَقْصَدِھَا الصَّحِیْحِ الَّذِیْ ھُوَ اِظْھَارُ الْفَرَحِ

[illegible] السرور بِقُدُوْمِهٖ سَالِمًا غَانِمًا مُظَفَّرًا عَلَی الْاَعْدَاءِ۔

ترجمہ: آقا ﷺ نے اس کو نذر پوری کرنے کی اس کے مقصد صحیح کی طرف نظر فرماتے ہوئے اجازت عطا فرمائی حالانکہ دف بجانا فی نفسہ کوئی عبادت نہیں۔ جبکہ نذر صرف عبادت کی ہو سکتی ہے تو اب دف بجانا حضور ﷺ کی سلامتی کے اظہار سرور کے لئے عبادت وثواب ہو جائے تو پھر آقا ﷺ کی خوشی پر وہ فعل مثلاً "درود وسلام" جو عین عبادت ہے کیوں منع وحرام۔

مقصد صحیح کیا تھا؟

وہ آقا ﷺ کا دشمنوں پر کامیاب ہو کر سلامتی وغنیمت لیکر تشریف لانے پر خوشی اور سرور کا اظہار تھا۔

حاشیہ مشکوۃ اور ابوداؤد میں بحوالہ فتح الودود مذکورہ عبارت کے بعد مزید یہ لکھا وَكَانَ فِيهِ اِهَانَةُ الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِيْنَ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالْتَحَقَ بِذٰلِكَ بِالْقُرُبَاتِ

ترجمہ: اور اس فعل میں کفار اور منافقین کا غمگین ہونا بھی تھا اور ان امور کی وجہ سے عبادات کے ساتھ ملحق ہو گیا۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(1) کہ حضور ﷺ کے سلامتی وکامیابی کے ساتھ واپسی پر اظہار سرور وخوشی جائز اور عبادت ہے۔

(2) یہ کہ جس فعل سے بھی کفار اور منافقین کو تکلیف اور غمی ہو وہ عبادت میں شامل ہے۔ بشرطیکہ شرعاً منع نہ ہو۔

اب ذرا ہٹ دھرمی سے ہٹ کر سوچیں کہ: اگر صرف جنگ سے سلامتی وکامیابی کے ساتھ واپسی پر دف بجا کر بھی خوشی کرنا عبادت وجائز ہے۔ تو کیا جس وقت اس سے کئی گنا احسان عظیم ہو جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (آل عمران، آیت نمبر: 163، پارہ: 4)

ترجمہ: تحقیق اللہ نے بڑا احسان فرمایا مومنین پر جب ان میں ایک رسول بھیجا انہیں [illegible]

اور جس وقت جہنم سے نجات دہندہ تشریف لائے، قرآن کہتا ہے وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔

ترجمہ: اور تم غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔

اور جس وقت کی قسمیں رب ذوالجلال وَالضُّحٰی کہ کر کھائے۔ (دیکھیں تفسیر عزیزی [illegible] عبدالعزیز دہلوی ص ۳۵۸ سورۃ الضحٰی میں ضحٰی سے مراد صبح ولادت ہے)

تو اس وقت نئے کپڑے پہن کر ● بازار سجا کر ● نعرے لگا کر ● درود پڑھ کر ● [illegible] سنا کر ● مسلمان بھائیوں میں تحفے تحائف تقسیم کر کرا کر ● خوشی کا اظہار منع ہوگا؟

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

حالانکہ اہلحدیثوں کے امام صدیق حسن بھوپالی شمامہ عنبریہ کے ص ۱۲ پر لکھتے ہیں: [illegible] حضرت کا میلاد سن کر فرحت نہ ہو اور شکر خدا کا حصول اس نعمت پر نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

خود ذرا انصاف سے بتائیں کہ جشن میلاد، جلوس میلاد یا محافل میلاد سے کفار و منافقین [illegible] ہوتے ہیں یا غمگین؟ اگر خوش ہوتے تو آج تک کسی کافر و منافق کا اس پر اظہار مسرت درشا[illegible] فرمادیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ جلتے بھنتے اور گھٹ گھٹ مرتے ہیں تو پھر یہ کیوں داخل [illegible] نہیں ہے؟ بلکہ آپ کے قول کے مطابق اگر بدعت و ضلالت وغیرہ ہے تو هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

صحابہ کا اظہار نعمت کے لیے آپ ﷺ کی قیادت میں جلوس اور نعرۂ رسالت

اور اگر خود جلوس اور اس کی قیادت ہی سے اطمینان ہوتا ہو تو آیئے بندہ عرض کرتا ہے کہ [illegible]

[illegible] نے جلوس نکالا اور آقا ﷺ نے قیادت فرمائی اور اس میں کیا کیا تھا تو ملاحظہ ہو۔

[illegible] کے الفاظ ہیں فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَا مُحَمَّدُ ﷺ [illegible] رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ۔

ترجمہ: پس مرد اور عورتیں مکانوں پر چڑھ گئے اور بچے اور غلام راستوں پر پھیل گئے پکار پکار [illegible] یا رسول اللہ ﷺ یا محمد یا رسول اللہ ﷺ کہہ رہے تھے۔

([illegible] مسلم، کتاب الزھد، باب حدیث الھجرۃ، ج: 2، ص: 419، حدیث نمبر: 7707)

سرکار کی آمد پر جذبات کے ایمان افروز مناظر

ابن قیم جوزی جو کہ وہابیہ کے امام و مرشد، ابن تیمیہ کے شاگرد، ابن کثیر کے ہم سبق، شیخ [illegible] کے استاد اور غوث پاک کے ہم زمان ہیں اپنی کتاب مشہور زمانہ کتاب "الوفاء باحوال [illegible]" میں فرماتے ہیں ترجمہ ملاحظہ ہو۔

[illegible] انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ میں وارد ہوئے تو حبشی [illegible] نے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلے وہ آپ کی تشریف آوری پر فرحت و مسرت کا اظہار [illegible] تھے (سیرت سید الانبیاء الترجمہ الوفاء، ص 302)

امام احمد نے روایت کیا اِنَّ الْعَوَاتِقَ لَفَوْقَ الْبُيُوْتِ يَتَرَاءَيْنَهُ يَقُلْنَ اَيُّهُمْ هُوَ اَيُّهُمْ هُوَ ۔

ترجمہ: شریف عورتیں چھتوں پر چڑھ گئیں اور کہنے لگیں کہ وہ رخ شمس و ضحٰی والے کون ہیں؟ وہ [illegible] کی زلفوں والے کون ہیں؟

([illegible] احمد، مسند انس بن مالک، ج: 21، ص: 40، حدیث نمبر: 13318 موسسۃ [illegible] بیروت۔ البدایہ والنہایہ، ج: 3، ص: 241)

اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفر ہجرت میں آقا ﷺ چلتے رہے حتی کہ

مدینہ طیبہ تشریف لے آئے وَخَرَجَ النَّاسُ حَتّٰی دَخَلْنَا فِی الطَّرِیْقِ وَصَاحَ النِّسَاءُ وَالصِّبْیَانُ وَالْخَدَمُ وَالْغِلْمَانُ جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: اور لوگ استقبال کے لئے نکل آئے حتی کہ ہم مدینہ پاک کے راستہ میں داخل ہوئے اور عورتیں، بچے اور غلام پکار پکار کر کہنے لگے "محمد ﷺ تشریف لے آئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ جلوہ افروز ہو گئے"۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الھجرة، ج: 3، ص: 14، حدیث نمبر 4282، دار الکتب العلمیہ)

اور مذہب وہابیہ کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے لخت جگر الشیخ عبداللہ اپنی کتاب "مختصر سیرۃ الرسول ﷺ" میں لکھتے ہیں وَکَبَّرَ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَحًا بِقُدُوْمِہٖ وَسُمِعَتِ الْوَجْبَةُ وَالتَّکْبِیْرُ فِیْ بَنِیْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ۔

ترجمہ: مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے حتی کہ دھماکے اور نعرے قبیلہ بنی عمرو بن عوف (کے محلّہ تک) سنائی دیتے رہے۔

(مختصر سیرۃ الرسول، الھجرۃ الی المدینہ، ج: 1، ص: 132، مطبوعہ الریاض)

ایک روایت میں ہے جب آقا ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو عورتیں اور بچیاں یہ اشعار پڑھنے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

(سیرۃ ابن کثیر، فرح المسلمین بقدومہ، ج: 2، ص: 269۔ البدایہ والنہایہ، ج: 3، ص: 241 نشر الطیب، صفحہ نمبر: 82)

ترجمہ: کہ ہم پر وداع نامی گھاٹی سے بدر منیر طلوع ہوا اور جب تک اللہ تعالیٰ کی کوئی بھی عبادت کرتا رہے گا ہم پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔

اور اس موقع پر بچیوں نے یہ نعت بھی پڑھی

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ

ترجمہ: کہ ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں اور ہمیں کس قدر بہترین نجات دہندہ پڑوسی نصیب ہوئے۔ اور سرکار نے خوش ہو کر فرمایا: اَللّٰہُ یَعْلَمُ اِنِّیْ لَاُحِبُّکُنَّ اللہ جانتا ہے کہ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الغناء والدف، ص: 137)

مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ

استقبال مندرجہ ذیل امور پر مشتمل تھا۔

(1) سید الانبیاء ﷺ کی قیادت۔

(2) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شرکت۔

(3) صحابہ رضوان اللہ علیہم کا مسلح ہو کر شرکت کرنا۔

(انصار) اپنے تیزی سے ہتھیار سنبھالے اور دوڑتے ہوئے استقبال کے لئے مقام حرا پر پہنچے۔

(الوفاء، ص: 298)

(وجاء وا متقلدین بسیوفھم (مختصر سیرت رسول ﷺ) صحابہ رضی اللہ عنہم تلوار لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے)۔

(4) حبشی حضرات کا نیزوں کے ساتھ کھیل کر اظہار خوشی کرنا۔

(5) عورتوں کا چھتوں پر چڑھ کر اس منظر کو دیکھنا بالخصوص آقا ﷺ کو۔

(6) صحابہ کرام کا حضور ﷺ کی آمد کے نغمے گانا۔

(7) نعرہ تکبیر بلند کرنا۔

(8) یا محمد یا رسول اللہ ﷺ کے نعرے لگانا۔

(9) آقا ﷺ کے ننہال کی بچیوں کا نعتیں سنانا۔

اب خدارا انصاف سے بتائیں کہ جلوس میلاد میں اور کیا ہوتا ہے؟

ایک سوال کا جواب

اگر آپ کہیں کہ بازار سجانا، جھنڈیاں لگانا، گھروں کو سجانا کہاں پایا گیا؟ تو مودبانہ عرض کروں گا کہ یہ کیسے ممکن ہے جان سے پیارا مہمان تشریف لائے اور صحابہ نعرے تو لگائیں، نعتیں تو پڑھیں، اور اور جنگی فنون کا مظاہرہ تو کریں، مگر گلیوں میں کوڑے کے ڈھیر لگے ہوں، بازاروں پر اوس، پژمردگی اور بے رونقی چھائی ہوا، رگھروں میں غم واندوہ کا دور دورہ ہو۔

یقیناً جھنڈیاں تو نہیں ہوں گی، بجلی کے قمقمے ناپید ہوں گے، مرچیں اور بلب بھی دیکھنے میں نہ آتے ہوں گے، مگر اس وقت کے سامان آرائش سے تو ہرگز گریز نہ ہوا ہوگا۔

اور یہ کون ذی شعور باور کر سکتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین استقبال کو تو آئیں مگر چہرے غمگین ہوں، ہتھیاروں کی نمائش تو ہو مگر کپڑے پھٹے ہوئے ہوں، نیزوں سے کھیل بھی ہو مگر جوش وخروش نہ ہو۔

کیا آپ یہ کہنے دیں گے کہ جب سعودی فرماں روا یا امام کعبہ جناب کے مدارس اور مراکز میں جلوہ گر ہوتے ہوں گے تو نہ ہی آپ کے بازار سجتے ہوں گے نہ راستے نہ ہی زائد از ضرورت روشنی ہوتی ہو گی اور نہ ہی آرائش نہ ہی دیگیں پکتی ہوں گی نہ ہی کھانا، نہ آپ اچھا لباس پہنتے ہوں گے نہ کوئی اسلحہ۔

اگر ہے اور یقیناً یہ سب کچھ ہے تو کیا ولادت مصطفیٰ ﷺ کی خوشی سعودی فرماں روا کی آمد سے کم ہوگی؟ اور کیا امام کعبہ سے اظہار عقیدت لازم ہے یا آقا علیہ الصلوۃ السلام سے؟

سوال: یہ جلوس تو آمد مصطفیٰ کا تھا نہ کہ ولادت مصطفیٰ کا؟

جواب: شریعت کا ضابطہ ہے کہ

احکام کا تعلق علت سے ہوتا ہے نہ خاص واقعہ سے۔

مذکورہ ضابطہ کی حدیث پاک سے مثال

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس ایام منیٰ (یعنی بقر عید کے دنوں) میں تشریف لائے اور میرے پاس دو لونڈیاں دف بجا رہی تھیں۔ اور دوسری روایت ہے کہ وہ اشعار جو کہ انصار نے یوم بعاث کو کہے تھے وہ گا رہی تھیں۔ اور آنحضرت ﷺ کپڑا لپیٹے (لیٹے ہوئے تھے) پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑکا تو آقا ﷺ نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں رہنے دو کیوں کہ یہ عید کے دن ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب اذا فاته العید یصلی رکعتین، ج: 1، ص: 135۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ العیدین، ج: 1، ص: 128 حدیث نمبر: 1348، مکتبہ رحمانیہ) *

اس پر شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

پس دلالت حدیث بر اباحت مقدارے از آں در روز عید و غیر آں از مواضع کہ است دروے فرح وسرور"۔

ترجمہ: پس حدیث کی دلالت غنا کی ایک مقدار کی اباحت یعنی جائز ہونے پر ہے عید اور اس کے علاوہ ان جگہوں میں کہ جہاں خوشی وسرور جائز ہے۔

تو ملاحظہ ہو کہ آقا ﷺ نے صرف عید کے دن اجازت فرمائی مگر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اس دن کی تخصیص نہ کی بلکہ علت کو سامنے رکھتے ہوئے کہ "وہ خوشی کے دن ہیں" ہر خوشی کے موقع کو داخل فرمایا۔

پاں لہٰذا یہ کہ نہ تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ہر گانے بجانے کو جائز کہنا ہے، اور نہ ہی ... کا، بلکہ ان کا مقصد صرف لونڈیوں کے لئے انداز و مقدار میں جواز ثابت کرنا ہے اور ... صرف اعتبار علت کا ثبوت ہے۔

مذکورہ ضابطہ کی قرآن کریم سے تائید

قرآن پاک کا اگر مطالعہ فرمائیں گے تو ان شاء اللہ یہ قاعدہ مزید ثابت و پختہ ہوگا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ (التحریم، آیت: 1، پارہ: 28)

ترجمہ: اے پیارے نبی آپ وہ چیزیں کیوں حرام ٹھہراتے ہیں جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی ہے۔

اب یہیں کہ آقا ﷺ نے صرف شہد یا ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنی ذات پر حرام فرمایا تھا اور اسی پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی مگر حکم عام ہے۔ اس لئے قیامت تک ہر حلال چیز کو حرام سمجھنا، یا اپنی ذات پر حرام ٹھہرانا منع ہے۔ کیونکہ علت ممانعت یعنی اللہ تعالیٰ کا حلال کرنا عام ہے لہٰذا حکم عام ہوگا۔

ایسے ہی جلوس و دیگر جائز امور کیونکہ علت "اظہار شرف و حب مصطفیٰ ﷺ اور فرحت و سرور ہے" جو کہ عام ہے "آمدار کہ ہو" یا آمداز......

دیوبندی اکابرین کا جلوس میلاد کی قیادت کرنا

اب تو اہل حدیث کے ساتھ اس ممانعت میں شریک حضرات (یعنی دیوبندی) کے اپنوں نے جلوس میلاد اور اس کی قیادت شروع کر دی۔ چنانچہ ربوہ میں سال ہا سال سے منظور صاحب چنیوٹی اور مجلس ختم نبوت کے مرکزی قائد مولانا اللہ وسایا اور ان کے دستار یافتہ ... خان محمد آف کندیاں جلوس میلاد میں شرکت کی قیادت کرتے ہیں۔

اور ڈیرہ اسماعیل خان میں مشہور زمانہ قائد دیوبندیاں ابن مفتی محمود مولانا فضل الرحمٰن جلوس کی ... بلکہ قیادت کرتے ہیں۔ جن کے باقاعدہ اشتہارات چھپتے اور لگتے ہیں بلکہ اخبارات میں بھی آتا ہے۔

یہی نہیں اب تو جھنگ وغیرہ میں یوم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بھی جلوس نکلتے ہیں اور ان کے فوٹو اور خبریں اخبار میں آتی ہیں فتدبر حق التدبر

دوسرا سوال:

اشتہار میں ہونے والا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام الانبیاء کی ہجرت کے 604 سال بعد عراق کے علاقہ اربل کے بادشاہ ملک مظفر ابو سعید جو ایک نہایت بے دین، بڑا عیش پرست، فضول خرچ اور عیاش طبع تھا اس نے عیسائیوں کی دیکھا دیکھی اپنے دنیا پرست کذاب مولوی عمر بن حسن بن دحیہ کلبی کے ساتھ مل کر عید میلاد النبی ﷺ کی اس رسم کو ایجاد کیا (بحوالہ تاریخ ابن خلکان) اور لالچی مولوی نے ایک ہزار دینار لے کر عید میلاد النبی ﷺ کے حق میں فتویٰ دیا اس طرح یہ عید رفتہ رفتہ مسلمانوں کے گھر گھر میں گھس گئی اور سادہ دل لوگوں نے عقیدت، احترام اور پیار محبت میں غلو کر کے اس کو دین کا حصہ بدعت بنالیا۔

(پمفلٹ کی عبارت لفظ بلفظ ختم ہوئی)

دوسرے سوال کا خلاصہ:

اس عبارت سے مندرجہ ذیل چیزیں واضح ہوتی ہیں

نمبر1) عید میلاد عیسائیوں کے دیکھا دیکھی ہے۔

نمبر2) یہ ملک مظفر بے دین وغیرہ تھا۔

نمبر3) عمر بن حسن نامی مولوی کذاب وغیرہ تھا۔

نمبر4) اس لالچی کے فتویٰ کے نتیجہ میں اس عید کی ابتداء ہوئی۔

دوسرے سوال کا جواب :

تو آیئے ان امور کو حقائق کی روشنی میں دیکھیں۔

غیر مسلموں کو دیکھ کر شروع کیا جانے والا ہر کام ممنوع نہیں

عیسائیوں یا دیگر غیر مسلموں کے دیکھا دیکھی کوئی کام شروع کرنا مطلقاً منع نہیں بلکہ ہو بہو اسی طرح کرنا یا ان کے مذہبی شعار کو اپنانا حرام اور منع ہے۔

مثال نمبر : 1) آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو دیکھ کر عاشورہ کا روزہ شروع فرمایا بلکہ اس کو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے لئے لازم فرمایا۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم ، باب صیام یوم عاشوراء ، ج : 1، ص : 268 ، صحیح مسلم ، کتاب الصیام ، باب صوم یوم عاشوراء ، ج : 1،ص : 359)

(اور بعض روایات میں ہے کہ قریش مکہ دور جہالت میں روزہ رکھتے تھے اور حضور ﷺ بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم ، باب صیام یوم عاشوراء ، ج : 1، ص : 268)

اور یہودیوں کی مشابہت کو دور کرنے کے لئے ایک روزہ کے اضافہ کا حکم دیا (خلاصہ حدیث)

(المرجع السابق)

اس کی فرضیت اگرچہ ختم ہو چکی مگر جواز تا قیامت جاری وساری ہے۔

مثال نمبر2)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا.

ترجمہ: اس مسجد (قبا) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

(التوبہ ، آیت نمبر : 109، پارہ : 11)

شان نزول: آقا ﷺ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین طہارت میں صرف ڈھیلے استعمال کرتے

تھے نہ کہ پانی۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں مسجد قباء شریف کے نمازیوں کے خوب پاک رہنے کی پسندیدگی کی تعریف کی گئی تو آقا ﷺ ان کے پاس مسجد قباء میں تشریف لے گئے اور اس کے متعلق سوال فرمایا تو ان حضرات نے جواب میں عرض کیا کہ ہمارے پڑوس میں یہودی رہتے تھے جو پانی سے استنجا کرتے تھے ہم نے انہیں کی طرح دھونا شروع کر دیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وجہ سے تمہاری تعریف کی گئی۔ تو خود حضور ﷺ اور دیگر صحابہ نے بھی اسی طرح شروع کر دیا۔

(سنن ترمذی ، ابواب التفسیر ، سورۃ التوبہ ، صحیح ابن خزیمہ ، کتاب الوضوء ، باب ثناء اللہ عزوجل علی المتطہرین بالماء ، ج : 1، ص :45، حدیث نمبر : 83، تفسیر ابن کثیر تحت ھذہ الآیۃ)

ذرا خیال فرمائیں کہ اگر کسی بے دین کی دیکھا دیکھی شروع کیا جانے والا ہر کام منع ہوتا تو نہ صحابہ کرتے ، اور نہ حضور ﷺ پسند فرماتے ، نہ خدا تعریف کرتا ، نہ آپ اور ہم کرتے۔ بلکہ اس فعل کو دیکھا جائیگا کہ غلط ہے یا صحیح ؟ اگر غلط ہے تو منع۔ ورنہ بغیر مشابہت جائز و مستحق ثواب۔

اسی لئے تو کسی نے کیا خوب کہا: خُذْ مَا صَفَا وَ دَعْ مَا كَدَرْ کہ گدلا چھوڑ اور صاف لے لے۔

ملک مظفر کا صحیح تعارف

کیا ملک مظفر بے دین ، عیاش ، فضول خرچ وغیرہ تھا؟ تو آیئے ہم اس فیصلہ کو نویں صدی کے مجدد و محدث ، آقا ﷺ کی بیداری کی حالت میں غالباً ۷۰ مرتبہ زیارت کرنے والے ، دنیا بھر کی مشہور دینی یونیورسٹی جامعۃ الازہر کے شیخ الحدیث ، مفسر قرآن حضرت مولانا جلال الدین سیوطی کی بارگاہ میں لے چلتے ہیں۔ دیکھیں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں صاحب اربل الملک المظفر ابو سعید کو کبری بن زین الدین علی بن بکتکین احد

الملوک الا مجادو الکبراء الا جواد و کان له آثار حسنة .وهو الذی عمر الجامع المظفری بسفح قاسیون.

ترجمہ: پہلا وہ شخص جس نے اس عمل کو شروع کیا وہ اربل کا بادشاہ ملک مظفر ابو سعید کوکبری بن زین الدین علی بن بکتکین ہے جو کہ معزز بادشاہوں اور عظیم جوادوں یعنی صاحب سخاوت لوگوں میں سے ہے۔ اور اس کے بہت اچھے آثار (اعمال یا علامتیں) تھے۔ اور یہ وہی ہے جس نے قاسیون کے پاس یا اس کی سڑک کے پاس جامع مظفری نامی مسجد تعمیر کرائی۔

مزید لکھتے ہیں:

قال ابن کثیر فی تاریخه کان یعمل المولد الشریف فی ربیع الاول ویحتفل به احتفالا هائلا و کان شهما شجاعا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واکرم مثواه .

قال وصنف له الشیخ ابو الخطاب بن دحیه مجلدا فی المولد النبوی سماه" التنویر فی مولد البشیر النذیر" فاجازه علی ذالک بالف دینار وقد طالت مدته فی الملک الی ان مات وهو محاصر للفرنج بمدینة عکاسنة ثلاثین و ستمائة محمود السیرة والسریرة .

ترجمہ: ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں فرمایا کہ ملک مظفر ربیع الاول میں میلاد شریف مناتا تھا اور اس کی عظیم محفل منعقد کرتا تھا (جس کی تفصیل اسی مذکورہ عبارت کے بعد سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درج فرمائی) اور وہ تیز فہم، چالاک، نافذ الحکم، بہادر، نڈر، عقلمند، عالم اور عادل تھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے اور اس کا ٹھکانہ بزرگی اور کرامت والا بنائے۔

ابن کثیر ہی نے فرمایا کہ اس کے لئے الشیخ ابو الخطاب بن دحیہ نے ایک کتاب میلاد پاک کے بارے میں "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" نامی لکھی جس پر بادشاہ نے اسے ایک ہزار دینار عطا فرمائے۔ اور اس بادشاہ کی مدت بڑی دراز ہوئی یہاں تک کہ اس نے عکا نامی شہر میں سن 630ھ کو انگریزوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو نیک سیرت اور نیک باطن ہونے کے حال میں فوت ہوا۔

(الحاوی للفتاوی، حسن المقصد فی عمل المولد، ج: 1، ص: 189۔ البدایہ والنہایہ، ج: 13، ص: 151، 159)

لیجئے جناب یہ ہے ملک مظفر کے متعلق مفسر قرآن، مجدد زمان، محدث، فقیہ، مولانا سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی مفسرین کے سرتاج ابن جوزی کے چہیتے شاگرد اور ابن تیمیہ کے شاگرد رشید، امام المؤرخین ابن کثیر کا بھی فیصلہ کہ "ملک مظفر صاحب مجد و عظیم، صاحب کمال، نیک آثار و علامات والا، مساجد کا تعمیر کنندہ، میلاد شریف کا بانی، عظیم، نڈر، بہادر، بطل حریت، صاحب عقل و خرد، عالم و عادل، نیک سیرت، پاکیزہ باطن، انگریز کو گھیرے میں لئے ہوئے جہاد و سفر میں شہید ہونے والا مرحوم و مکرم تھا"۔

لیکن آپ ہیں کہ فرماتے ہیں وہ بے دین تھا، عیاش اور فضول خرچ، نہ جانے کیا کیا تھا۔ اگر جناب کو بندہ کی نقل پر شک ہو تو بندہ تا زیست بلکہ بعد از زیست بندہ کی اولاد بھی دنیا کے ہر کس و ناکس کو دکھانے اور مطمئن کرانے کیلئے حاضر ہے۔ اور اگر سیوطی پر شک ہو تو اس شک کا غلط ہونا دنیا کے جس صاحب عقل مسلم بلکہ غیر مسلم بلکہ اپنے ہی اکابرین اساتذہ، نہیں نہیں! بلکہ اپنے ہی ایمان سے بھی اگر پوچھیں گے تو ثابت و ظاہر کرے گا۔

اب رہا آپ کا فرمان تو اس کا کیا مقام اور جواز ہے؟

؎ خود ہی کہیں جو ہم کہیں گے تو گلہ ہو گا

اگر کہیں کہ ہم نے ابن خلکان سے نقل کیا تو آیئے اس کی حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے وال
الحاوی للفتاوی وہی سیوطی وہی جلد و بیان صرف ایک صفحہ بعد لکھتے ہیں۔

قال ابن خلكان في ترجمة الحافظ ابي الخطاب بن دحيه كان من اعيان العلماء ومشاهير الفضلاء . قدم من المغرب فدخل الشام والعراق واجتاز باربل سنة اربع وستمائة فوجد ملكها المعظم مظفر الدين بن زين الدين يعتني بالمولد النبوي فعمل له كتاب التنوير في مولد البشير و النذير وقرا عليه بنفسه فاجازه بالف دينار قال و قد سمعنا ه على السلطان في ستة مجالس في سنة خمس وعشرين وستمائة.

ترجمہ: ابن خلکان نے حافظ ابو الخطاب بن دحیہ کے ترجمہ یعنی بیان میں کہا کہ وہ سرکردہ علماء اور مشہور فضلاء سے تھا وہ مغربی علاقہ (اندلس وغیرہ) سے آیا پھر شام وعراق میں داخل ہوا اور شہر اربل سے ۶۰۴ھ میں گزرا تو اس نے بادشاہ ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین کو پایا کہ میلاد النبی ﷺ کا بہت اہتمام کرتا ہے۔ تو اس نے ایک کتاب "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" نامی لکھ کر بادشاہ کو پیش کی اور خود اس کے سامنے پڑھی۔ تو اس نے اس پر ہزار دینار انعام دیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو بادشاہ کے پاس ۶ محفلوں میں ۶۲۵ھ میں سنا ہے۔ (المرجع السابق، ص: 190)

لیجئے! یہ ہے آپ کے مؤرخ ابن خلکان اور یہ بادشاہ مظفر اور یہ ابو الخطاب۔

وہ بادشاہ کہ جسے آپ نے بے دین لکھا ہے اسے سیوطی نے اچھے آثار والا اور مساجد تعمیر کرنے والا کہا۔ اور ابن کثیر نے بہادر، نڈر، عالم، عادل، اچھی سیرت، پاکیزہ باطن والا کہا۔

اور جسے آپ عیش پرست کہتے تھے جو ابو کبیر یعنی کہ حد درجے کا تخی بزرگی والا کہا۔ اور ابن کثیر نے اس کو غازی اور تا دم آخر مجاہد فی سبیل اللہ لکھا۔

اور جسے جناب نے فضول خرچ و عیاش طبع کے مبارک خطاب سے نوازا تھا اسے سیوطی نے اچھا اور علامات والا اور ابن کثیر نے "رحمہ اللہ تعالیٰ و اکرم مثواہ" جیسے دعائیہ کلمات سے نوازا اور ابن خلکان نے آقا ﷺ کی محفلیں سجانے والا فرمایا۔

اور جس مولوی عمر بن حسن بن دحیہ کو آپ دنیا پرست کذاب لکھ رہے تھے اُسے حافظ، اعیان، علماء، مشہور فضلاء سے شمار کیا۔

؎ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اپنے ایمان سے بتایئے کہ حوالہ دینے میں ایسے ہی دیانت کو کام میں لایا جاتا ہے؟ فیصلہ آپ پر ہے۔ شاید کہ آپ کہیں نہیں جناب ابن خلکان نے دوسرے مقام پر یا دوسری عبارت میں ایسا ہی لکھا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

پھر تو ① تو ابن خلکان ہی ناقابل اعتبار ذی وجہین، متضاد کلام والا ہو جائے گا۔

② نیز سیوطی اور ابن کثیر کی عدالت بھی تار تار ہو جائے گی کہ وہ مطلب کی بات تو لے لیتے ہیں اور دوسری چھپا جاتے ہیں۔

تا قیامت تک تجعلونه قراطیس تبدونها وتخفون کثیرا کا فرمان بھی ان جلیل القدر ہستیوں پر سچا آئے گا۔ جبکہ یہ یقیناً اور یقیناً غلط ہے۔

(امام ابو العباس احمد بن محمد المشهور ابن خلکان کے قلم سے "شاہ اربل" کی تعریف و توصیف ملاحظہ فرمائیں وفیات الاعیان ، حرف الکاف ، مظفر الدین ، صاحب اربل ، ج 4، ص 113 تا 121، مطبوعہ دار صادر بیروت)

اللهم ارزقنا العدالة والامانة والصدق والديانة و الخوف والصيانة بحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

بجاه نبيک الکريم ﷺ

الراقم الآثم ابو الفضل محمد الله دته السيالوى

حصہ دوم

حضور ﷺ کے یوم وصال کی تحقیق

سوال: وصال مصطفیٰ ﷺ کب ہوا اور اس روز ربیع الاول کی کیا تاریخ تھی؟

جواب: وصال آقا ﷺ کے بارے میں 7 روایتیں ہیں۔

(1) یکم ربیع الاول (2) ۲ ربیع الاول (3) ۳ ربیع الاول (4) ۲۸ صفر المظفر (5) ۱۳ ربیع الاول (6) ۱۰ ربیع الاول (7) ۱۲ ربیع الاول۔

جن میں سے یکم، دو، بارہ اور تیرہ کو بدایۃ التقویم از صفحہ 25 تا صفحہ 27 مصنفہ استاذی المکرم مفتی سید محمد افضل حسین مونگیروی میں ذکر کیا گیا۔

اور "سیرت رسول عربی ﷺ" از علامہ توکلی صاحب 7، 2، 2، اور ترجمہ "جواہر البحار" کے حاشیہ پر 12،2،1 کو ذکر کیا گیا۔

اور "خاندان نبوت" مصنفہ حاجی محمد ادریس سابق امیر جمعیت اہل حدیث (ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے صفحہ 45 اور 368 پر صرف 13 ذکر کی گئی۔

اور تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 442 اور حاشیہ بخاری جلد 2 صفحہ 640 حاشیہ نمبر 6 اور مظہری (3 پ 6 آیت الیوم اکملت لکم اور ماثبت من السنۃ صفحہ 24، 71، 15، 183۔ اور (ابواب) المصابیح جلد نمبر 5 صفحہ 204 پر صرف 2 اور 12 ذکر کی گئیں۔

ایسے ہی خازن اور معارف القرآن از مفتی محمد شفیع کراچی میں بھی 2 اور 12 ذکر ہوئیں۔

لیکن البدایۃ والنہایۃ میں 13 کی جگہ 10 ربیع الاول کی روایت بھی ذکر کی گئی (البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 224، تحفۃ العوام مطبع یوسفی دہلی 282 پر 28 صفر اور بقول بعض 2 ربیع الاول لکھا ہے۔

موافقین اور مخالفین کی تصریحات کہ بارہ ربیع الاول یوم وصال نہیں

ان سب میں مشہور ترین اگرچہ 12 ربیع الاول ہے مگر نشر الطیب مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی دیو بندی صفحہ 140 پر منبیہ میں لکھا ہے کہ "یہ کسی طرح بھی درست نہیں" مہور ھــــا الشقــوبـم مذکورہ کے صفحہ 26 پر کہا کہ "اس پر اشکال مشہور ہے"۔ اور شمائل ترمذی صفحہ 32 کے حاشیہ پر علامہ عصام سے نقل کیا کہ "یہ متصور ہی نہیں"۔

ایسے ہی البدایۃ والنہایۃ جلد 5 صفحہ 225 پر لکھا اور علامہ نور بخش توکلی نے اپنی کتاب "سیرت رسول عربی ﷺ" کے صفحہ 27 اور وفاء الوفا جز اول کے صفحہ 226 اور ترجمہ جواہر البحار کے صفحہ 27 پر ابن حجر مکی کا ارشاد نقل کیا کہ غلطی سے لوگوں نے ثانی (دو ربیع الاول) کو ثانی عشر (بارہ ربیع الاول) گمان کر لیا۔

اور اہل شیعہ کی معتبر ترین کتاب "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" کی جلد 1 کے صفحہ 19 پر لکھا کہ "یہ یقیناً باطل ہے"۔

بارہ ربیع الاول یوم وصال نہ ہونے پر دلیل

اس دلیل کے سمجھنے کے لیے تین باتیں ذہن نشین کر لیں۔

امر اول :

حضور ﷺ کے حجۃ الوداع کے موقع پر یوم عرفہ یعنی یوم حج بروز جمعہ تھا۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاعتصام ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ، ج : 2، ص : 1079، حدیث نمبر : 6840۔ جامع ترمذی ، ابواب التفسیر ، ومن سورۃ المائدۃ ، ج : 2، ص : 601)

اور شمائل ترمذی کے صفحہ 33 کا حاشیہ 15۔ اور البدایۃ والنہایۃ مصنفہ علامہ ابن کثیر کی جلد 5 کا صفحہ 57 اور 89 اور 225 اور جماعت اہل حدیث ٹوبہ ٹیک سنگھ کے سابق امیر حاجی محمد ادریس کی کتاب خاندان نبوت کا صفحہ 328 اور بحر العلوم حضرت علامہ مولانا السید مفتی محمد افضل حسین شاہ شیخ الحدیث جامعہ قادریہ فیصل آباد کی کتاب بدایۃ التقویم کے صفحات۔ از 23 تا 36 (ابن کثیر اردو جلد ۱ ص 49)

امر دوم:

حج ہمیشہ 9 ذی الحج ہی کو ہوتا ہے یہ امر اظہر من الشمس ہے۔

امر سوم:

وصال مبارک پیر کے دن ہوا۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاذان ، باب اہل العلم والفضل احق بالامامۃ ، ج : 1، ص : 93، 94، حدیث نمبر : 648۔ صحیح مسلم کتاب الصلوۃ، باب استخلاف الامام اذا عرض له عذر ، ج : 1، ص : 179، حدیث نمبر : 971۔ السنن الکبری للبیہقی کتاب قتال اہل البغی ، باب ما جاء فی تنبیه الامام علی من یراہ اصلا ، ج : 8، ص : 152، حدیث نمبر : 16361)

دیکھیں شمائل ترمذی کا صفحہ 33 اور 34 اور دارمی شریف کی جلد اول کا صفحہ 40 اور مسوی مصفی شرح موطا امام مالک کی جلد 2 کا صفحہ 296 اور البدایۃ والنہایۃ، ج: 5، ص: 225 اور بدایۃ التقویم کا صفحہ 35,34 اور 36 اور تاریخ طبری کی جلد نمبر 2 کا صفحہ 440، 441، 442 اور 445۔ اور تنویر الاذہار ترجمہ نور الابصار کی جلد 1 کا صفحہ 79۔ اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی کتاب جذب القلوب کا صفحہ 9 اور زجاجۃ المصابیح کی جلد 5 کا صفحہ 205 اور شاہ عبد الحق محدث دہلوی ہی کی کتاب ماثبت من السنہ مترجم کا صفحہ 24 اور 56 اور 83۔ اور سیرت مصطفی ﷺ کے صفحہ 422 اور 423۔ اور سیرت رسول عربی ﷺ علامہ نور بخش توکلی کی تصنیف کا صفحہ

467 اور ترجمہ جواہر البحار کا صفحہ 27 اور وہابیہ کے امام زادہ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کی کتاب مختصر سیرت رسول عربی ﷺ کے صفحہ 464۔ اور جماعت اہل حدیث کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی کتاب الشمامۃ العنبریہ کا صفحہ 109۔ اور اہل شیعہ کی معتبر کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ کی جلد نمبر 1 کا صفحہ 20۔ ابن کثیر اردو صفحہ 48، 49)۔

مہینوں کی تواریخ کی چار صورتیں

اب ہم ان تینوں امور کو مدنظر رکھ کر اگر حساب کرتے ہیں تو 12 ربیع الاول کو کسی صورت میں بھی پیر کا دن نہیں بنتا۔ اور جب پیر کا دن ہی 12 ربیع الاول کو نہ بنا تو 12 کو وصال کیسے حضور ہوگا، کیونکہ یا تو ہم تینوں ماہ کو 29,29 کا مانیں گے یا ایک 30 کا اور دو 29 کے یا دو 30 کے اور ایک 29 کا یا تینوں 30,30 کے اور چاروں صورتوں میں 12 ربیع الاول کو پیر کا دن ہونا ناممکن ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

پہلی صورت :

اگر ذی الحجہ، محرم اور صفر تینوں کو 29,29 کا مانیں تو 9 ذی الحجہ بروز جمعہ کے بعد ذی الحجہ کے 20 دن + محرم کے 29 دن + صفر کے 29 دن + ربیع الاول کے 12 دن تو کل =90 دن ہوئے۔ اور ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ ہفتہ کے سات دن ہوتے ہیں تو 90 کو اگر 7 پر تقسیم کرتے ہیں تو 12 ہفتے کے چوراسی دن بنیں گے یعنی 84 کو جمعہ اور 90 کو جمعرات ہوگی۔

تو گویا جمعہ 13 ربیع الاول اور پیر 16 ربیع الاول کو آئیگا اور اس سے ماقبل کا پیر لیں تو 9 ربیع الاول کو ہوگا اور اگر اس سے قبل والا لیں تو وہ 2 ربیع الاول والا بنے گا۔

دوسری صورت :

اور اگر کوئی ایک ماہ 30 کا اور دو 29 کے لیتے ہیں تو کل 91 دن ہوں گے اور 12۔ ربیع الاول جمعہ کو آئے گا اور پیر 15 یا 8 یا یکم ربیع الاول کو ہوگا۔

تیسری صورت :

اور اگر کوئی دو ماہ 30 کے اور ایک ماہ 29 کا لیں تو کل 92 دن ہوں گے اور 12 ربیع الاول بدھ کو ہوگا تو اس طرح پیر 14 یا 7 ربیع الاول یا 30 صفر کو ہوگا (اگر صفر 30 کا فرض کریں ورنہ 29 کو ہوگا)۔

چوتھی صورت :

اور اگر تینوں مہینے 30,30 کے ہوں تو 21+30+30+12=93 دن ہوں گے اس طرح اتوار کو 12 ربیع الاول اور پیر 13 یا 6 ربیع الاول یا پھر 29 صفر کو ہوگا۔

بہر حال 12 ربیع الاول کو کسی صورت میں بھی پیر نہیں آتا حالانکہ وصال شریف یقیناً پیر کو ہے۔

بارہ ربیع الاول یوم وصال نہ ہو پر ایک اور دلیل

اس دلیل کے سمجھنے کے لیے دو امر ذہن نشین فرمالیں۔

امر اول :

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 3 "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" حجۃ الوداع کے موقع پر یوم عرفہ (9 ذی الحج) کو نازل ہوئی۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ج: 2، ص: 1079، حدیث نمبر: 6840)

امر دوم :

متعدد مفسرین نے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے اس آیت کے نزول کے 81 یا 82 دن بعد وصال فرمایا۔ روایت کے الفاظ ہیں: مَکَثَ النَّبِیُّ ﷺ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْآیَۃ اِحْدٰی وَثَمَانِیْنَ لَیْلَۃً. بعض روایات میں الفاظ مختلف ہیں مگر معنی یہی ہے۔

(تفسیر طبری ، الدر المنثور ، الخازن تحت ھذہ الآیۃ ، التفسیر الکبیر تحت سورۃ البقرۃ آیت نمبر : 278، نیز تفسیر جمل ، بغوی ، ابن کثیر مظہری ، روح البیان ، جامع القرآن میں اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے)

ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھیں تو 3 ربیع الاول کے بعد کسی تاریخ کا یوم وصال ہونا ممکن ہی نہیں۔

مذکورہ دلیل پر اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض : بارہ سے مراد 12 کا دن مکمل ہونے کے بعد ہے۔

یہ جواب ہدایت التقویم کے صفحہ 27 پر نقل فرمایا اور پھر فوراً ہی دو وجہ سے رد فرمایا۔

وجہ نمبر 1) یہ تاویل و مطلب عرب کے استعمال و عرف کے خلاف ہے۔

روایت کے الفاظ "اِثْنَا عَشَرَۃَ" اور "ثِنْتَیْ عَشَرَۃَ" ہیں۔ جن کی تمیز مونث ہونا لازم ہے۔

وجہ نمبر 2) (کیونکہ 11,12 میں اکائی و دہائی ہر دو تمیز کے مطابق ہوتی ہے۔ دیکھیں کتب نحو) اور وہ لَیْلَۃٌ (یعنی رات) ہی ہو سکتی ہے نہ یَوْمٌ اور نَھَارٌ (یعنی رات) (کیونکہ یہ دو مذکر ہیں) (ھدایۃ التقویم صفحہ 27)

میں کہتا ہوں کہ لیلۃ مراد ہونے سے بارہ کی رات بنے گی نہ کہ بارہ کے بعد کی رات۔ اور اگر کسی نہ کسی طرح یہ مطلب درست بھی مان لیں تو پھر خلاف مطلوب لازم آئیگا کیونکہ پھر 13 کو وصال شریف بنے گا نہ کہ 12 کو۔

دوسرا اعتراض : یہ جواب البدایۃ والنہایۃ میں ذکر کیا گیا کہ یہ اختلاف مطالع پر مبنی ہے۔ مکہ پاک میں ذی الحجہ کی یکم جمعرات کو تھی مگر مدینہ طیبہ میں جمعہ کے، اس اعتبار سے حجۃ الوداع اہل مدینہ نزدیک 8 ذی الحجہ بروز جمعہ کو ہوگی تو 12 ربیع الاول کو پیر کا دن بن جائیگا۔

جواب :

میں یہ کہتا ہوں یہ جواب فرض محض ہے اس لئے کہ اول تو یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ اختلاف مطالع

کا دارومدار اس چیز پر ہے کہ چاند کا فاصلہ ایک مقام پر ۱۱ درجہ (44 منٹ) ہو تو چاند نظر نہ آئیگا بلکہ ۱۲ درجہ (48 منٹ) پر (دیکھیں اہل حدیث کا معتبر فتاوی ثنائیہ کی جلد نمبر ۱ کا ص۔ 669 اور 671۔ اور 673۔

یعنی جب اس مقام سے سورج اور چاند مغرب کو چلیں گے تو سورج بوجہ سرعت رفتاری کے بعد فاصلہ (جس کی تفصیل آگے آئے گی) تک چاند سے ۱۲ درجہ دور ہو جائے گا اور جب ۱۲ درجہ کا فاصلہ ہو جائیگا تو چاند نظر آ جائے گا۔ جس سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ اختلاف مطالع کیلئے ایک مقام کا مشرق میں (یعنی جہاں پہلے روز چاند نظر نہ آ سکا) ہونا اور وہاں سورج کا پہلے غروب ہونا لازم ہے۔ اسی لئے علماء نے صراحۃ مشرق و مغرب کا ذکر فرمایا

(دیکھیں اہل حدیث کا معتبر فتاوی ثنائیہ جلد ۱ کا صفحہ ۶۶۷، ۶۶۹، ۶۷۱، اور ۶۷۳)

بلکہ فتاوی بزازیہ علی الھندیہ کی جلد نمبر ۴ کے صفحہ ۹۵ پر فرمایا وبہ افتی الفقیہ ابو اللیث والامام الحلوانی وقال برؤیۃ اہل المغرب یلزم الصوم علی اہل المشرق اور یہی عبارت ہندیہ میں بھی بعینہ جلد نمبر ۱ کے صفحہ نمبر ۱۹۹ پر ذکر کی اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۲۷۰ پر لکھا ویلزم اہل المشرق برؤیۃ اہل المغرب اور یہی عبارت در مختار علی الشامی کی جلد نمبر ۲ صفحہ ۹۶ پر بھی ہے اور اسی سے قریب قریب عبارت مجمع الانہر کی جلد نمبر ۱ کے صفحہ نمبر ۲۳۹ پر بھی ہے۔ بلکہ شامی نے یوں لکھا اعلم ان نفس اختلاف المطالع لا نزاع فیہ بمعنی انہ قد یکون بین البلدتین بعد بحیث یطلع الھلال لیلۃ کذا فی احد البلدتین دون الاخری وکذا مطالع الشمس لان انفصال الھلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار حتی اذا زالت الشمس فی المشرق لا یلزم ان یزول فی المغرب.

ترجمہ: نفس اختلاف مطالع میں کوئی جھگڑا نہیں اس معنے کے اعتبار سے کہ کبھی دو شہروں

میں ایسا فاصلہ ہوتا ہے کہ ایک میں ایک رات چاند طلوع ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں۔ اور اسی طلوع کے مقامات کیونکہ چاند کا سورج کی شعاع سے جدا ہونا اقطار یعنی کناروں کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے حتیٰ کہ جب سورج مشرق میں زائل ہو جائے تو مغرب میں زائل ہوا نہیں آتا اب دیکھیں فقہاء نے مشرق و مغرب کی کس طرح تصریح فرمائی مگر ہم جب مکہ پاک اور مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہیں تو وہ جنوباً شمالاً ہیں نہ کہ شرقاً غرباً کیونکہ مکہ پاک کا عرض ۲۱ درجہ ۲۵ شمالی ہے اور مدینہ منورہ کا ۲۴ درجہ ۳۳ دقیقہ (۳۳-۲۴ منفی ۲۵-۲۱=۰۸-۳)

یعنی مدینہ طیبہ مکہ سے تین درجہ ۸ دقیقہ یعنی تقریباً ۲۰۸ میل شمال میں ہے اور مکہ پاک طول ۱۰-۴۰ مدینہ طیبہ کا ۵۳-۳۹ ہے مکہ پاک مشرق میں مدینہ طیبہ مغرب میں ہے جسے سورج ایک منٹ ۸ سیکنڈ میں طے کرے گا تو شمالاً اسی قدر کثیر اور غرباً اسی قدر قلیل فاصلہ پر جبکہ سطح بھی مستوی ہے، اختلاف مطالع کیونکر ممکن ہو سکے گا۔

حالانکہ علماء نے اختلاف مطالع میں شرقاً غرباً کافی فاصلہ لازم قرار دیا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

فتاوی ثنائیہ جلد نمبر ۱ کے صفحہ ۴۷۶ پر لکھا کہ اختلاف مطالع کی تحقیق کے لئے اوسطاً "۱" درجہ کا فصل ضروری ہے جس کا مطلب ۸۳۳ میل ہوتا ہے اور شامی جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۲۶ پر نقل کرتے ہوئے اور مجمع الانہر اور اس پر بدر المنتقی ہر دو کی جلد نمبر ۱ کے صفحہ ۲۳۹ پر ایک ماہ کا سفر لکھا ہے تقریباً ۵۹۰ میل بنتا ہے۔ البتہ علامہ شامی نے صفحہ مذکور پر ہی اپنے والد گرامی کی تحقیق مع تحسین ذکر کی کہ ۲۴ فرسخ ہے۔۔ بہر حال کسی طرح بھی مکہ پاک اور مدینہ طیبہ کا شرقی و غربی فاصلہ نہیں بنتا تو اختلاف مطالع کیونکر ممکن ہو۔

سوال: ممکن ہے کہ مکہ پاک میں شمس و قمر کا فاصلہ "12" درجہ ہو جو مدینہ پاک میں جاتے جاتے 17 دقیقہ طے کر کے پورا ہو گیا ہو؟

جواب نمبر 1: تو پھر الٹا مدینہ طیبہ میں رؤیت مقدم ہو گی نہ کہ موخر۔

جواب نمبر 2: جب مدینہ طیبہ کا غروب ہی اس روز مقدم ہے جیسا کہ ۴ سطر بعد آ رہا ہے تو یہ صورت کیونکر ممکن ہو گی کہ مکہ میں چاند نظر نہ آئے اور مدینہ میں آ جائے

سوال: جبکہ مدینہ منورہ مغرب میں ہے تو وہاں غروب پہلے کیسے؟

جواب نمبر 1: خط استواء سے سورج جنوب میں ہو تو اس خط سے شمالی علاقوں میں دن ۱۲ گھنٹے سے چھوٹا ہو گا اور جتنا شمالی ہو گا اتنا زیادہ چھوٹا ہو گا دیکھیں شرح چغمینی۔ تصریح وغیرہ۔

اور مدینہ پاک چونکہ 8-3 درجہ شمالی ہے لہذا طلوع دیر سے اور غروب پہلے ہو گا اور یہ شمالی فاصلہ چونکہ غربی فاصلہ سے بہت زیادہ ہے لہذا یہ فرق یعنی ایک منٹ 8 سیکنڈ ختم ہو کر مزید دو منٹ 24 سیکنڈ مدنی غروب پہلے ہو گا اور مکہ مکرمہ جو تہامہ اور حجاز کے سنگم پر مدینہ منورہ سے جو کہ نسبتاً قریب بہ نجد ہے یقیناً قدرے پست ہو گا جس سے یقیناً ممکن ہے کہ یہ فرق بھی ہو۔ فتدبر حق التدبر۔

جواب نمبر 2: اس لئے بھی ممکن نہیں کہ حجۃ الوداع کے سال 9 ذی الحج موجودہ حساب سے 6 مارچ اور سابقہ حساب سے 9 مارچ کو تھا (دیکھیں بدایہ التقویم کا صفحہ نمبر 34 اور 35)۔ لہذا یکم ذی الحج 25 فروری کو ہو گی اور 25 فروری کو مکہ پاک کا غروب 37-48-5 یعنی پانچ بج کر اڑتالیس منٹ اور سینتیس سیکنڈ ہے اور مدینہ طیبہ کا غروب 13-46-5 ہے تو گویا مدینہ طیبہ کا غروب مکہ پاک کے غروب سے (37-48-5 منفی 13-46-5=24-2) ہے یعنی دو منٹ چوبیس سیکنڈ قبل ہوا حالانکہ اتنے قلیل وقت کے اختلاف سے کسی طرح بھی اختلاف مطالع نہیں ہو سکتا اسی لئے علامہ عصام نے فرمایا کہ اختلاف مطالع والا جواب کوئی چیز نہیں۔

دوسرے اعتراض کا ایک اور جواب

اگر اختلاف مطالع کی بنا پر فرض کر لیں کہ سال حجۃ الوداع میں یکم ذی الحجہ مکہ پاک میں

جمعرات کو اور مدینہ طیبہ میں جمعہ کو تھی تو اس پر خرابی یہ لازم آئیگی کہ اہل مدینہ نے 8 ذی الحجہ کو یوم عرفہ مانا ہو صرف مانا ہی نہ ہو بلکہ "پورے تین ماہ" یعنی بارہ ربیع الاول تک اسی پر قائم رہے ہوں (دیکھیں ہدایہ التقویم صفحہ 96)

حالانکہ یہ بات بعید از عقل ہے اس لئے کہ اگر طول کا لحاظ کیا جائے تو مدینہ طیبہ میں طلوع پہلے ممکن ہے اور معاملہ الٹا ہو جائیگا اور اگر عرض اور بلندی والا لائیں تو برابر جیسا کہ اوپر گزر رہا ہے۔

12 ربیع کو پیر کا دن ہونے پر ایک دلیل

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے ذیقعد کے پانچ دن رہتے ہوئے نکلے اور پھر دوسری روایت کی رو سے ہفتہ کا روز ہونا معین فرما کر کہا کہ جب ہفتہ کو حضور ﷺ مدینہ طیبہ سے نکلے۔ تو پانچ دن جمعرات تک پورے ہوئے اور یکم کو جمعہ ہوگا لہذا اہل مدینہ کی یکم ذی الحجہ جمعہ کو ہوگی۔

جواب: یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب چاند تیس کا ہو اور مائی صاحب کے ارشاد کا مطلب یہ ہو کہ یوم سفر کے بعد 5 دن باقی تھے حالانکہ اولاً تو یہ دونوں باتیں کوئی یقینی نہیں۔ ممکن ہے کہ چاند انتیس کا ہو تو پھر بھی جمعرات ہی کو یکم ذی الحجہ ہوگی۔ اور اگر آپ کی مراد یوم سفر سمیت 5 دن ہو تو بھی۔

اور جبکہ پہلی صورت میں ایک تو محال عقلی یعنی اختلاف مطالع کا ممکن ہونے کے باوجود ایک دن مکہ پاک اور مدینہ پاک میں فرق ماننا لازم آتا ہے۔

اور دوسرے اہل مدینہ کے حساب سے آٹھ ذی الحجہ کو یوم عرفہ ہوتا۔

اور تیسرے پورے تین ماہ تک اسی غلط حساب پر قائم رہنا لازم آئے گا جو کہ یقیناً اور یقیناً بعید از قیاس ہے۔

تو آخر کیا مجبوری ہے کہ ہم ان تمام قباحتوں کا ارتکاب کریں اور 12 ہی کو ضرور یوم وصال مانیں جبکہ محقق زماں محدث دوراں، ستون علم ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اختلاف

مطالع والا جواب کوئی شے نہیں"۔

اور دیوبندی مکتب فکر کے رکن اور حکیم الامت لکھیں کہ یہ "کسی طرح بھی درست نہیں"۔

اور خاندان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے پروردہ نظر، مفکر الاسلام بریلی شریف کے استاد جامعہ رضویہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین شاہ صاحب ہدایہ التقویم میں فرمائیں کہ اس پر مشہور اشکال ہے۔

اور مذہب شیعہ کی سیرت ائمہ پر معتبر ترین کتاب کشف الغمہ میں فیصلہ کیا ہو کہ یہ یقیناً باطل ہے فلیتفکر اولوا الالباب اہل خرد غور و فکر کی تکلیف فرمائیں۔

البتہ بعض محققین نے لکھا کہ اول و دو ربیع الاول کی روایت اس وجہ سے رد کی گئی ہے کہ کسی روایت میں نہیں کہ آپ کا وصال گرامی ان تاریخوں میں ہوا ہے لہذا روایت کے بغیر تاریخ کا تعین قابل اعتبار نہیں۔

بندۂ عاجز راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ ان حضرات کے تتبع و تلاش کی کمی یا پھر عدم توجہی ہے۔ ورنہ بیہقی اور ابن عساکر وغیرہ نے کئی روایات ذکر فرمائی ہیں ملاحظہ ہوں۔

دو ربیع الاول کے یوم وصال ہونے کی روایات

روایت نمبر: 1)

قال ان رسول اللہ مرض لاثنتین وعشرین لیلۃ من صفر و بدء وجعہ عند ولیدۃ لہ یقال لہا ریحانۃ کانت من سبی الیہود و کان اول مرضہ یوم السبت و کانت وفاتہ علیہ السلام یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاول۔

ترجمہ: سلیمان بن طرخان تیمی (راوی) کہتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ 22 صفر کو بیمار ہوئے اور آپ ﷺ کی بیماری کی ابتدا یہود سے قید شدہ ریحانہ نامی لونڈی کے ہاں شروع ہوئی اور آپ ﷺ کی مرض کی ابتدا ہفتہ کے روز ہوئی تھی اور آپ ﷺ کی وفات شریف ربیع

الاول کی 2 راتیں گزرنے کے بعد پیر کے دن ہوئی۔

(البدایہ والنہایہ، ج: 5، ص: 275۔ سیرۃ ابن کثیر، ج: 4، ص: 505۔ دلائل النبوۃ، جماع ابواب مرض رسول اللہ و وفاتہ، حدیث نمبر: 3179)

روایت نمبر: 2) محمد بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **وتوفی یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاول**

ترجمہ: آپ ﷺ کا وصال شریف بروز پیر ربیع الاول کی ۲ راتیں گزرنے کے بعد ہوا۔

(دلائل النبوۃ، جماع ابواب مرض رسول اللہ ﷺ ووفاتہ، حدیث نمبر: 3180۔ البدایہ والنہایہ، ج: 5، ص: 275،276، مطبوعہ دار احیاء العربی۔ سیرۃ ابن کثیر، ج: 4، ص: 506،507)

روایت نمبر: 3) سعد بن ابراہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **تُوُفِّیَ رسول اللہ یوم الاثنین للیلتین خلتا من ربیع الاول.**

ترجمہ: آپ ﷺ کا وصال شریف بروز پیر ربیع الاول شریف کی دو راتیں گزرنے کے بعد ہوا۔

(البدایہ والنہایہ، ج: 5، ص: 276۔ سیرۃ ابن کثیر، ج: 4، ص: 507)

روایت نمبر: 4) اسی صفحہ پر محمد بن قیس سے اس کی مثل دوبارہ ذکر کیا نیز خلیفہ بن خیاط کا قول بھی نقل فرمایا۔ (المرجع السابق)

تیسرا اعتراض: ہدایت التقویم صفحہ ۲۷ پر لکھا کہ ۲ ربیع الاول کو وصال ماننے کی صورت میں ۱۱ ربیع الاول کا چاند یک شنبہ یعنی اتوار کو مرئی ہونا از روئے حساب نجوم بعید تر ہے۔ حالانکہ اس صورت میں وہ لازمی ہے۔

جواب نمبر: 1) ۔ روایت کا حساب نجوم کے مطابق ہونا کوئی لازم نہیں دیکھیں اسی کتاب کا صفحہ نمبر ۲۹ کہ اس صفحہ پر ایک سوال اور اس کا جواب ان الفاظ میں تحریر فرمایا

سوال: جبکہ یکم محرم 61 ہجری کو از روئے حساب دوشنبہ یعنی پیر ہے تو از روئے رویت یکم محرم

61 ہجری کو سہ شنبہ یعنی منگل ہونا تو ممکن ہے لیکن چہار شنبہ یعنی بدھ ہونا کس طرح ممکن ہے۔

جواب: حساب تقویم ایک مہینہ تیس دن کا ہو تو دوسرا مہینہ ضرور 29 دن کا ہوگا۔ لیکن از روئے رویت چار مہینے پے در پے بھی تیس تیس دن کے ہو جاتے ہیں۔

یعنی ممکن ہے کہ تقویم طلوع ہو جائے مگر کسی وجہ سے رویت نہ ہو سکے۔ مگر اس سے تو ثابت بھی ہوگا کہ مدنی طلوع ہو چکا ہو مگر رویت نہ ہو بلکہ دوسرے روز ہر مقام پر ہو مگر یہ دونوں صورتیں مقصود حاصل ہیں کیونکہ یا مدنی طلوع مقدم ہوگا یا برابر حالانکہ مفروض کی جمعرات اور مدنی جمعہ ہے جیسے کہ چاند کے عین افق پر جانے کے بارہ درجے مکمل ہوں تو تقویمی طلوع ہو گیا مگر رویت بوجہ زمینی اثرات کے نہ ہوگی۔ تو ثابت ہوا کہ ۲ ربیع الاول کو پیر تھا اگرچہ تقویم کے مطابق نہ ہو۔"

جواب نمبر: 2) جب شریعت مطہرہ میں رویت کے مقابلہ میں نجوم و تقویم کا لحاظ ہی نہیں تو پھر حساب نجوم کے اعتبار سے بعید تر ہونے کے باوجود بھی ۲ ربیع الاول کو پیر اور یک شنبہ یعنی اتوار ہی کو ربیع الاول کی پہلی تھی۔

دیکھیں **فتاوی دیو بند** جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 370 لکھا ہے **قال فی الدر المختار ولا عبرة بقول الموقتین ولو عدولا .**

ترجمہ: اہل توقیت کی بات کا اعتبار نہیں اگرچہ عادل ہوں (یعنی رویت کے مقابلہ میں)۔

2 ربیع الاول کو یوم وصال ہونے پر ایک اور دلیل:

2 ربیع الاول کو وصال کی آخری اور سب سے قوی تر دلیل یہ ہے کہ مختار و محقق قول کے مطابق حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا چھ ماہ بعد وصال فرما گئیں اور آپ ﷺ کا وصال شریف رمضان المبارک کی تین تاریخ کو ہوا۔

تو اس صورت میں قول راجح یہی ہوا کہ سید عالم ﷺ کا وصال ۲ ربیع الاول کو ہوا (ورنہ دس دن کی کمی لازم آئے گی)۔ (کذا نقل الشیخ المحقق اشعہ ج ۳ ص ۶۱۶)

نیز سلسلہ عالیہ چشت اہل بہشت کے جملہ اکابرین بالاتفاق ۲ ربیع الاول ہی کو وصال ﷺ تسلیم کرتے اور مناتے ہیں مرآۃ العاشقین کے مصنف فرماتے ہیں پھر فرمایا (یعنی خواجہ شمس العارفین سیالوی علیہ الرحمۃ نے) آنحضرت ﷺ کی تاریخ وصال کے بارے میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک تاریخ وفات ۲ ربیع الاول ہے بعض کے نزدیک بارھویں ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔(مرآۃ العاشقین ،صفحہ :۱۲۵)

خلاصہ کلام

تو یہ ثابت ہوا کہ ۱۲ ربیع الاول کو وصال کا مسلک تو قطعاً درست نہیں کیونکہ کسی صورت میں بھی ۱۲ کو پیر نہیں بنتا حالانکہ پیر کا یوم وصال ہونا احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے۔

البتہ 29۔30 صفر۔یکم۔دوم۔چھ۔سات۔آٹھ۔نو۔تیرہ۔چودہ۔پندرہ۔سولہ کو ممکن مگر ان میں سے یکم۔دوم۔تیرہ۔دس کی تاریخیں اکثر کے نزدیک مراد۔جیسا کہ شروع میں متعدد کتب کے حوالہ جات سے مرقوم ہوا۔

مگر دلائل سے محقق ومؤید صرف 2 ربیع الاول شریف ہی ہے اسی لئے ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابو مخنف کا قول ہی معتمد ہے کہ وفات شریف دو ربیع الاول کو ہوئی اور دوسروں نے غلطی سے "ثانی" کو "ثانی عشر" سمجھ لیا۔

سیرت رسول ﷺ عربی علامہ نور بخش توکلی صفحہ 267 وفاء الوفاء جزاول صفحہ 226 اور حاشیہ ترجمہ جواہر البحار صفحہ 27۔

بلکہ اس پر روایات وہ بھی شاھد ہیں جو کہ گزر چکی ہیں۔

فائدہ جلیلہ: تاریخ محقق ومؤید کے مطابق وصال شریف بروز پیر ۲ ربیع الاول ۱۱ھ۔25 مئی دوپہر گیارہ بج کر ستر منٹ پینتالیس سیکنڈ اور چھتیس تھرڈ پر ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

[illegible] قول:

۱۲ ربیع الاول کو یوم وصال مان لیا جائے تو بھی اسے یوم عید کہنا ممنوع نہیں

اور اگر 12 کو وصال والا قول ہی لیا جائے تو کیونکر لازم کہ بوجہ وصال شریف ولادت [illegible] کے اعتبار سے وہ یوم عید نہ کہلائے؟

[illegible] شریف:

[illegible] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ أُهْبِطَ وَفِيهِ تِيبَ عَلَيْهِ وَفِيهِ مَاتَ (الحدیث اور بعض [illegible] میں "فِيهِ قُبِضَ" کے الفاظ ہیں۔

[illegible] روایات کا مجموعی مطلب ومفہوم ہے کہ بہترین وافضل دن یوم جمعہ ہے کیونکہ اسی میں [illegible] علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں زمین پر اتارے گئے اور اسی میں آپکا وصال شریف ہے۔

[illegible] ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ، باب تفریع ابواب الجمعہ ، ج : 1،ص: 157، حدیث نمبر [illegible]، مکتبہ رحمانیہ ، سنن نسائی ، کتاب الجمعہ، باب ذکر الساعۃ التی یستجاب فیھا [illegible]، ج : 1، ص : 210، حدیث نمبر : 1430، قدیمی کتب خانہ ، موطا امام مالک ، کتاب [illegible]، باب ما جاء فی الساعۃ التی فی یوم الجمعہ ، ص: 92، حدیث نمبر 241، نور محمد [illegible])

لیکن بتائیں کہ جمعہ بوجہ ولادت یوم سرور وزینت بنایا یا یوم اظہار افسوس؟ اور کیا بوجہ ولادت [illegible] ہے یا بوجہ وفات یوم غم؟ اور کیا اس روز حضور ﷺ نے اس روز خوشی کی یا غم؟ عمدہ لباس [illegible] استعمال فرمائی یا پرانا لباس وصورت غم بنائی؟ غسل فرمایا یا ترک غسل؟

جمعہ یوم وصال ہونے کے باوجود یوم عید ہے

حدیث نمبر 1: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سرکار سے روایت کرتے ہیں اِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَوْمُ

عید. ترجمہ: جمعہ کا دن عید کا دن ہے۔

(مسند احمد، مسند ابی ھریرہ، حدیث نمبر : 8012۔ صحیح ابن خزیمہ، کتاب الصیام، باب ذکر الخبر المفسر فی النھی عن صیام یوم الجمعہ، ج : 3، ص: 315، حدیث نمبر 2161، المکتب الاسلامی)

حدیث نمبر 2: ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عثمان ﷺ کے زمانہ خلافت میں آپکے ساتھ عید میں حاضر ہوا اور وہ جمعہ کا دن تھا آپ تشریف لائے نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوئے، خطبہ دیا اور فرمایا۔ ان ھذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان یعنی آج تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئیں۔

اہل عوالی سے جو چاہے جمعہ کی انتظار کرے اور جو لوٹنا چاہے تو میں اجازت دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب ما یوکل من لحوم الاضاحی، ج : 2، ص: 835، حدیث نمبر : 5251، قدیمی کتب خانہ)

حدیث نمبر 3: حضرت انس ﷺ سے روایت ہے جس کے آخر میں حضور ﷺ نے جبرائیل سے سوال کیا جمعہ کیا ہے؟ عرض کیا تمہارے لئے اس میں بہتری ہے۔ میں نے کہا کیا بہتری؟ عرض کیا: یکون عیدالک ولقومک من بعدک اس میں آپکی ﷺ اور آپ کے بعد آپکی قوم کی عید ہوگی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوت، باب فی فضل الجمعۃ ویومھا، ج : 1، ص : 477، حدیث نمبر : 5517، مکتبۃ الرشد۔ مسند ابو یعلی، ج : 7، ص : 228، حدیث نمبر 4228)

حدیث نمبر 4: سیدنا عبداللہ ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے الیوم اکملت لکم دینکم والی آیت پڑھی اور ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا تھا تو اس نے کہا اگر آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ تو عبداللہ بن عباس ﷺ نے فرمایا، دو عیدوں کے دن اتری ہے فی یوم جمعۃ ویوم عرفۃ ایک جمعہ اور دوسرا یوم عرفہ۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ باب الجمعۃ، الفصل الثالث، ج : 1، ص : 123، حدیث نمبر 1297، مکتبہ رحمانیہ۔ سنن الترمذی، ابواب التفسیر، من سورۃ المائدہ، ج : 2، ص: 601، حدیث نمبر : 3044، مکتبہ رحمانیہ)

حدیث نمبر 5: ابن سباق فرماتے ہیں کہ آقا ﷺ نے کسی جمعہ کو فرمایا یامعشر المسلمین ان ھذا یوم جعلہ اللہ تعالی عیدا للمسلمین اے مسلمانوں کے گروہ! بیشک یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لئے عید بنایا ہے۔

(السنن الکبری للبیھقی کتاب الجمعہ، باب السنۃ فی التنظیف یوم الجمعہ، ج : 3، ص: 243، حدیث نمبر : 5752۔ موطا امام محمد باب الاغتسال یوم الجمعہ، ص : 73، حدیث نمبر 59)

حدیث نمبر 6: ابن عمر ﷺ فرماتے ہیں اجتمع عیدان علی عھد رسول اللہ کہ دو عیدیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جمع ہوئیں آخر تک۔

(سنن ابن ماجہ، ما جاء فی صلاۃ العیدین، باب ما جاء فی اذا اجتمع السابق العیدان، ص : 93، حدیث نمبر : 1312)

حدیث نمبر 7: زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا ھل شھدت مع رسول اللہ عیدین فی یوم کیا تو حضور ﷺ کے ساتھ ایک دن دو عیدوں میں حاضر ہوا ہے؟ فرمایا: ہاں! الحدیث تک۔

(سنن ابن ماجہ، المرجع السابق حدیث نمبر : 1310۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب اذا وقع یوم الجمعہ یوم عید، ج : 1، ص : 161، حدیث نمبر : 1070، مکتبہ رحمانیہ)

حدیث نمبر 8: حضرت عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا جمعہ اور عید فطر کا دن سیدنا ابن زبیر ﷺ کے زمانہ میں جمع ہوئے تو ابن زبیر ﷺ نے فرمایا: دو عیدیں جمع ہوئیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب اذا وقع یوم الجمعہ یوم عید، ج : 1، ص : 161، حدیث نمبر 1072)

جمعہ کے دن غسل اور مسواک کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک جمعہ میں فرمایا اس اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے عید بنایا ہے پس اس میں غسل کرو اور مسواک کو لازم پکڑو۔

(سنن بیھقی جلد ۳ صفحہ [illegible])

تو معلوم ہوا جمعہ یوم وفات ہوتے ہوئے بھی یوم عید ہی ہے اور اس میں غسل و مسواک [illegible] بھی ہے۔

جمعہ کے دن بہترین کپڑے پہننا خوشبو لگانا اور غسل کرنا

حدیث نمبر 1: حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے [illegible] ﷺ نے فرمایا: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبِسَ مِنْ اَحْسَنِ ثِيَابِهٖ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ اِنْ كَانَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ اَعْنَاقَ النَّاسِ ثُمَّ صَلّٰى مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثُمَّ اَنْصَتَ اِذَا خَرَجَ اِمَامُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ كَانَتْ كَفَّارَةً لِّمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِيْ قَبْلَهَا.

(سنن ابی داؤد ، کتاب الطھارۃ ، باب فی الغسل للجمعۃ ، ج : 1 ، ص : 61 ، حدیث نمبر : 343)

ترجمہ : آقا ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن جو شخص غسل کرے اور بہترین کپڑے پہنے اگر اس کے پاس ہو تو خوشبو لگائے پھر جمعہ کی ادائیگی کو حاضر ہو پس لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر اس کی قسمت میں ہو نماز پڑھے پھر امام کے آنے سے فارغ ہونے تک خاموش رہے تو گزشتہ جمعہ سے اس جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔

حدیث نمبر2: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سرکار ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَ يَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُهْرٍ وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِهٖ [illegible]

[illegible] مِنْ طِيْبِهٖ آخر تک۔ کہ کوئی آدمی جمعہ کے دن غسل نہیں کرے گا اور جس قدر کر سکے [illegible] اختیار نہیں کرے گا اور تیل یا خوشبو استعمال نہیں کریگا وغیرہ تک مگر اس کے اس جمعہ اور [illegible] کے درمیان گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

([illegible] بخاری ، کتاب الجمعہ ، باب الدھن للجمعۃ ، ج : 1 ، ص : 121 ، حدیث [illegible])

تو معلوم ہوا کہ جمعہ باجود آدم علیہ السلام کے اس میں وصال کے بھی ، بوجہ ولادت یوم عید ہے [illegible] بھی مسواک ، غسل ، تیل ، خوشبو ، اچھے کپڑے وغیرہ سب صرف جائز ہی نہیں بلکہ سنت ہیں۔

اب تو ہی خدارا انصاف کریں کہ ولادت آدم علیہ السلام سے اگر جمعہ عید بن سکتا ہے اور [illegible] وصال نہ اسکے عید ہونے کیخلاف ، نہ خوشی کرنے کو مانع ، نہ ہی خوشبو ، تیل ، غسل کو آڑے ، عید [illegible] کیوں مانع ؟ اور کیوں خوشی و سرور کے خلاف رنج و الم کا سبب ؟ قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

[illegible] ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا ۱۲ ربیع الاول کا دن صرف اس وجہ سے عید [illegible] شرف و کرامت ہے کہ اس میں ایک فرد انسانی اس دنیا میں ظاہر ہوا ؟ ؟ اگر ایسا ہوتا تو [illegible] فرمان کچھ وزن رکھتا لیکن ایسا نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ ذات پاک اپنے ساتھ سامان [illegible] انعامات الٰہیہ ، کتاب اللہ ، دین ہدیٰ جیسی عظیم نعمتیں بھی لائی۔

[illegible] اگر آپ ﷺ کے وصال سے ہدایت ختم ، انعامات ناپید ، کتاب اللہ جیسی نعمتیں مفقود ہو گئی [illegible] غم کرنا اور خوشی نہ کرنا درست کہ جو جو ملا تھا وہ چھن گیا ، جو پایا گیا تھا وہ کھو گیا۔

مگر نہیں بلکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : انی تارک فیکم الثقلین میں تمہارے اندر دو [illegible] چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ عزوجل دوسری اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین اور [illegible] تمہیں ایک روشن ملت پر چھوڑ کر جا رہا ہوں تو پھر غم کا ہے کا ؟

جیسے آقا ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لئے بہتر ہے ویسے ہی آپ ﷺ کا وصال بھی ہمارے لئے بہتر ہے
آیئے میں آپکی خدمت میں فرمان مصطفی ﷺ ہی سے دلیل پیش کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہمارے لیے بہتر ہے اور آپ ہمارے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں

حدیث شریف :

آپ ﷺ نے فرمایا حَیَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُحَدِّثُوْنَ وَیُحَدَّثُ لَکُمْ فَاِذَا مِتُّ کَانَتْ وَفَاتِیْ خَیْرًا لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَاِنْ رَاَیْتُ خَیْرًا حَمِدْتُ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَاِنْ رَاَیْتُ غَیْرَ ذٰلِکَ اِسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ .

ترجمہ : میری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے تم عرضیں کرتے ہو تمہیں ان کے جواب سے نوازا جاتا ہے پس جب میرا وصال ہو جائیگا تو میرا وصال بھی تمہارے لئے بہتر ہوگا میرے سامنے تمہارے عمل پیش کئے جائیں گے پس ان میں اگر میں بہتر دیکھوں گا تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا ورنہ تمہارے لئے استغفار کروں گا۔

اس حدیث پاک کو کئی صحابہ نے روایت کیا۔

1) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (مسند البزار ، کشف الاستار ، من زوائد مسند البزار ، ج : ... ص : 397، حدیث نمبر : 845، موسسۃ الرسالہ بیروت)

2) سیدنا بکر بن عبداللہ المزنی (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث ، ج : 2، ص : ... حدیث نمبر : 953، مرکز خدمۃ السنۃ المدینۃ المنورۃ ۔ الطبقات الکبری ، ج : 2، ص : ... دار صادر بیروت)

3) سیدنا انس بن مالک (کنز العمال ، ج : 12، ص : 421، حدیث نمبر : 35470، موسسۃ الرسالہ بیروت)

نوٹ : امام نورالدین الھیثمی نے اس کی سند کے بارے فرمایا " رجالہ رجال الصحیح "
(مجمع الزوائد کتاب علامات النبوۃ باب ما یحصل لامتہ ﷺ من استغفارہ بعد وفاتہ ، ج : 8، ص : 594، حدیث نمبر : 14250، دار الفکر بیروت)

اور امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" بزاز نے اپنی مسند میں بسند صحیح جید روایت کیا"
(فتاوی الرضویہ ' ج: 29' ص: 519 رضا فاؤنڈیشن)

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

تو جب آپ ﷺ کا وصال گرامی بھی ہمارے لئے بہتر اور باعث نجات ہو تو غم کا ہے کا؟ اور وہ کس لئے؟

سوال : اگر ایسا ہی ہے تو صحابہ اور افراد اہل بیت آپ ﷺ کے وصال پر کیوں غم زدہ ہوئے؟

جواب: اُن کا غمزدہ ہونا صرف اور صرف آپ ﷺ کی شرف صحبت اور شراب دید سے محرومی کے باعث تھا ورنہ۔

دین مکمل ہو چکا تھا الیوم اکملت لکم دینکم . نعمت تمام ہو چکی تھی و اتممت علیکم نعمتی اللہ تعالی نے رضا کے پروانے عنایت فرما دیئے ورضیت لکم الاسلام دنیا فتح و نصرت سے نوازا گیا تھا اذا جاء نصر اللہ والفتح . دنیائے انسانیت جوق در جوق دین اسلام سے وابستہ ہو چکی تھی ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا . ادیان عالم سے اسلام اپنا لوہا منوا چکا تھا لیظھرہ علی الدین کلہ .

سوال: رہ رہ کے اگر کوئی سوال جنم لیتا ہے تو صرف یہ کہ آخر وہ شرف صحبت جو جملہ عبادات سے افضل، تمام ریاضات سے اعلی اور تمام کمالات کی جان ہے جب وہ ہمیں نصیب نہ ہو سکا تو اس شومئ قسمت پر ماتم کیوں نہ کریں اور اس محرومی نعمت پر آنسو کیوں نہ بہائیں؟

جواب : اس میں شک نہیں کہ فطرت اسی کی متقاضی ہے اور عقل یہی چاہتی ہے مگر کیا کریں کہ

اسی محبوب باری ﷺ نے فرمایا ہے کہ لا یحلُّ لامرأۃ تؤمنُ باللّٰہِ والیومِ الآخرِ ان [illegible] علی میّتٍ فوقَ ثلاثٍ الّا علی زوجٍ فانّھا تحدُّ علیہ اربعۃَ اشھرٍ وعشراً

ترجمہ: جو عورت اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتی ہے اسکے لئے کسی میت پر بھی تین [illegible] زائد ترک زینت جائز نہیں البتہ خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن جائز ہے۔ (متفق علیہ)

لہٰذا اس جان جہاں کے فرمان ذی شان کے حضور عقل وخرد کے تقاضے، جمع [illegible] اصول قربان ہیں اقبال نے کیا خوب کہا

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا

عقل کو مصطفیٰ ﷺ کے حضور قربان کردے تاکہ ابتدا الخلق سے انتہا زمانہ تک تجھے نظر آ [illegible]

اسی لئے تو وہ صحابہ جو اس صدمۂ جانکاہ پر ہوش وخرد قائم نہ رکھ سکے انہوں نے بھی [illegible] زندگی اس تاریخ کو نہ تو مجلس غم منعقد فرمائی اور نہ ہی محفل آہ وبکا بلکہ خود آقا ﷺ نے اپنے قول [illegible] فعل سے بھی اس کی ترغیب تک نہ فرمائی۔

اسلام میں عیدیں کتنی ہیں؟

سوال: آج تک تو دو عیدیں ہی سن رکھی تھیں نہ جانے بریلویوں نے اب تیسری عید کہاں [illegible] نکال لی؟

جواب: دو عیدوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ اہل کتاب کے خوشی کے دو تہواروں کے مقابل مسلمانوں کے دو خوشی کے تہوار ہیں۔ جیسا کہ خود حضور ﷺ نے فرمایا ان اللہ قد ابدلکم بھما خیرا منھما یوم الاضحی ویوم الفطر۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ العیدین، ج: 1، ص: 168، حدیث نمبر: 1134)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ [illegible]

[illegible] کے دو دن ہیں (نیروز اور مہرگان) ان دونوں میں کھیلتے ہیں تو آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ [illegible] ان کیسے ہیں؟ عرض کیا کہ ان میں ہم دور جاہلیت میں کھیلا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں کے بدلے ان سے بہتر دو دن فطر اور اضحیٰ عطا فرمائے ہیں۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ اسلام میں عیدیں صرف دو ہیں، تو جمعہ، یوم نحر، ایام تشریق، یوم عرفہ کو [illegible] درست نہیں ہوگا حالانکہ جمعہ کا "یوم عید" ہونا چند صفحات پہلے آٹھ احادیث مبارکہ سے [illegible] ہو چکا۔

لہٰذا سال میں ۵۲ عیدیں تو وہ ہوئیں اور دو فطر واضحیٰ تو کل ۵۴ ہوئیں۔

عرفہ کے "یوم عید" ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے "الیوم اکملت" والی آیت سے متعلق فرامین بھی باحوالہ مذکور ہو چکے۔ اس حدیث میں محمد شفیع کراچوی [illegible] ذکر کر کے لکھا۔ حضرت عمر کا اشارہ اس طرف تھا کہ وہ دن ہمارے لئے دو عیدوں کا تھا ایک عرفہ دوسری جمعہ (معارف القرآن، ج:2، ص:33)

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سرکار سے روایت کرتے ہیں یوم عرفۃ ویوم النحر وایام التشریق عیدنا اھل الاسلام ۔ ترجمہ: یوم عرفہ، قربانی کا دن اور ایام تشریق سب اہل اسلام کے لئے عید ہیں۔ (جامع ترمذی، ابواب الصیام، باب کراھیۃ صوم ایام التشریق، ج: 1، ص: 291، حدیث نمبر: 773)

اور سیدا میر معاویہ رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا ان یوم عاشوراء یوم عید کہ عاشورہ کا دن بھی عید ہے۔

(مصنف عبد الرزاق باب صوم عاشوراء، ج: 4، ص: 290، حدیث نمبر: 7850، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الصیام، باب ما قالوا فی صوم عاشوراء، ج: 2، ص: 312، حدیث نمبر: 9383)

ہم حیران ہیں کہ آقا ﷺ تو ہر جمعہ، یوم نحر، ایام تشریق کو اور صحابہ یوم عرفہ کو بھی عید قرار دیں اور آپ ہیں کہ صرف دو عیدیں کی رٹ لگاتے ہیں۔ نہ جانے کون احمق آپ کی بات پر کان دھرے گا؟

تو اس طرح ۵۹ عیدیں ایک سال میں ہوگئیں۔ حیرت ہے کہ آقا ﷺ کو اور آپ کے ما[illegible]
وہ ۵۹ عیدیں قبول ہوں مگر آپ کو تیسری بھی قبول نہ ہو۔

حالانکہ عید کے دن کے معنی خوشی کا دن ہے تو ایمان سے کہیں کہ

جس دن کی قسم خدا کھائے (تفسیر عزیزی پ ۳۰ تفسیر سورۃ والضحیٰ) جس دن میں آ[illegible]
والے کے متعلق خدا کہے "لقد من اللہ"۔

جس دن میں آنے والی ذات وہ نعمت ہے کہ جس کا سوال قیامت کو بھی ہوگا (تفسیر [illegible]
آیت ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم)

سیدنا امام باقر نے فرمایا۔ النعیم ھو رسول اللہ ﷺ۔

جس دن میں آنے والا رحمت خداوندی ہو۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ورحمتہ
محمد رسول اللہ (تفسیر بحر محیط جلد ۵ صفحہ 101 معارف القرآن از مو[illegible]
محمد شفیع کراچوی دیو بندی جلد ۳ صفحہ ۵۳۳)

اور اسی رحمت کے متعلق قرآن فرمائے قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذالک
فلیفرحوا! کہ محبوب ﷺ اس رحمت پر خوشی کا حکم فرمادو۔

سوال : عید کے روز تو نماز قربانی صدقہ فطر وغیرہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اس دن ان میں سے کوئی بھی نہیں [illegible]

جواب: ہر عید کے احکام علیحدہ ہیں ورنہ عرفہ جمعہ اور عاشورہ کو بھی قربانی وغیرہ لازم ہو حالانکہ ایسا نہیں۔

عید میلاد پر ہونے والے سوالات جو بندہ کے علم میں آسکے اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان
سے الحمد للہ جواب عرض کر دیا۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

خادم العلماء ابو الفضل محمد اللہ دتہ سیالوی

کان اللہ لہ ولا حابہ۔

مآخذ ومراجع

القرآن الکریم	موطا امام محمد
کتب تفاسیر	مصنف عبد الرزاق
تفسیر طبری	مسند احمد
الدر المنثور	صحیح ابن حبان
روح البیان	المستدرک علی الصحیحین
تفسیر ابن کثیر	السنن الکبریٰ للبیہقی
تفسیر کبیر	سنن ابن ابی شیبہ
تفسیر جمل	سنن دارمی
تفسیر خازن	صحیح ابن خزیمہ
تفسیر بغوی	المعجم الکبیر
تفسیر مظہری	سنن دار قطنی
تفسیر عزیزی	مسند ابی یعلی
روح المعانی	مسند بزاج
تفسیر بحر محیط	کنز العمال
جامع القرآن	الطبقات الکبریٰ
کتب احادیث	بغیة الباحث
صحیح بخاری	**کتب سیرت وتاریخ و متفرق**
صحیح مسلم	دلائل النبوۃ
سنن ابی داؤد	جذب القلوب
سنن ترمذی	تاریخ طبری
سنن نسائی	سیرت ابن کثیر
سنن ابن ماجہ	ما ثبت من السنة
موطا امام مالک	سبل الھدی

الحاوی للفتاوی		کشف الغمه
الوفاء		مرآۃ العاشقین
وفاء الوفاء		الشمامة العنبریه
التنویر فی مولد البشیر والنذیر		فتاوی رضویه
مختصر سیرت رسول		فتاوی بزازیه
تنویر الاظہار		فتاوی ثنائیه
سیرت رسول عربی		فتاوی دیوبند
سیرت مصطفی		هدایة التقویم





کیا درود شریف صرف درود ابراہیمی ہے؟



وأجمل منك لم تر قط عيني
وأحسن منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كأنك قد خلقت كما تشاء





لمحہ فکریہ:

موجودہ پرفتن دور میں جس طرح کئی دیگر ایسے مسائل میں اختلاف کیا جا رہا ہے اور ان کو ناجائز اور حرام کہا جا رہا ہے جن پر آج تک پوری امت مسلمہ کا اتفاق رہا ہے بلکہ قرآن و احادیث سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ مثلاً حیات انبیاء علیہم السلام وغیرہ۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر درود سلام مختلف الفاظ مختلف صیغوں اللّٰھم "یا لفظ" "یا" سے پیش کرنا کہ حضور اکرم ﷺ کی ذات والا صفات سے لے کر آج تک کسی نے منع نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو کسی لفظ کے جواز میں شک ہوا۔

مگر شومئ قسمت کہ موجودہ دور میں قرآن، احادیث اور اکابرین امت کے فرمودات بلکہ اپنے اکابرین کے اقوال سے بھی نظر بند کر کے صرف منع ہی نہیں کیا جا رہا بلکہ اکثر الفاظ کے ساتھ پڑھنے کو شرک تک کہا جا رہا ہے۔

اقبال نے شاید اسی پر آنسو بہاتے ہوئے فرمایا

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے
فقیہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

ہمارا مؤقف: بہر حال ہم اہل سنت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ درود شریف کیلئے کوئی لفظ کوئی زبان، کوئی صیغہ اور کوئی فقرہ مقرر نہیں۔ بلکہ جس زبان میں اور جس لفظ سے کوئی چاہے اپنے آقا ﷺ کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہے۔

البتہ اس میں صلوٰۃ، سلام، نبی کریم ﷺ کا ذکر اور آپ کی آل اطہار کا ذکر ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک جز کو بھی کم کرے گا تو درود شریف مکمل نہیں ہوگا، بلکہ مکروہ یا کم از کم خلاف اولیٰ



ضرور ہوگا۔ مزید بہتر ہے کہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی آجائے۔

قرآن کریم سے ثبوت

آیئے اولاً سب سے پختہ اور اعلیٰ دلیل یعنی قرآن مجید کی طرف رجوع کریں۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر: 56، پارہ: 22)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں نبی اکرم ﷺ پر۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر صلوٰۃ یعنی درود اور خوب سلام پیش کرو۔

قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے اس بحث سے متعلق دو مسائل ثابت ہوئے۔

مسئلہ نمبر: 1) اس آیت مقدسہ میں دو چیزوں کا حکم ہے۔

نمبر: 1) صلوٰۃ نمبر: 2) سلام

اب اگر کوئی صاحب صرف ایک پر عمل کرے گا تو ظاہر ہے کہ بعض حکم پر عمل ہوگا نہ کہ کل پر۔ اور بعض حکم پر عمل کرنے اور بعض پر عمل نہ کرنے کے متعلق قرآن کہتا ہے:

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ (سورۃ بقرہ، آیت نمبر: 85)

ترجمہ: اے یہودیو! کیا تم بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ (یعنی ہرگز ایسا نہ کرو)

اطمینان قلب کیلئے چند ایک حوالہ جات عرض کئے دیتا ہوں۔

حوالہ نمبر: 1) علامہ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت مقدسہ کی تفسیر میں فرمایا ﴿اَجْمِعُوْا بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ﴾ یعنی صلوٰۃ وسلام دونوں کو جمع کرو۔

(حاشیہ صاوی علی جلالین، ج: 5، ص: 1655، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

حوالہ نمبر: 2) علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ سے درود وسلام کی جامع ترین کیفیت نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَجْمَعُ كَيْفِيَّاتِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ اَبَدًا اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ تَسْلِيْمًا وَّزِدْهُ تَشْرِيْفًا وَّتَكْرِيْمًا وَّاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر درود وسلام عرض کرنے کی جامع ترین کیفیت یہ ہے کہ یوں کہے: اے اللہ! ہمیشہ افضل ترین درود نازل فرما ہمارے آقا محمد ﷺ پر، جو تیرے بندے اور رسول ہیں، اور آپ کی آل پر، اور بہت سلام نازل فرما۔ اور آپ کی عزت وشرف میں اضافہ فرما۔ اور آپ کو قیامت کے دن اپنے قریب جگہ پر اتار۔

(الفتاوی الحدیثیہ، مطلب اجمع کیفیات الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: 14، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت)

کیونکہ اس میں صلوٰۃ وسلام، آپ کی آل پاک کا ذکر، لفظ سید، لفظ عبد وغیرہ تمام کا ذکر ہے جو کہ تمام درود میں متفرق طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔

حوالہ نمبر: 3) مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں:

اگر درود شریف کے کسی صیغہ میں صلوٰۃ سلام دونوں جمع ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے (۲۰) بیس رحمتیں حق تعالیٰ کی ہوتی ہیں مثلاً:

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ﴾

(نشر الطیب، ص: 180)

حوالہ نمبر: 4) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"جو درود شریف سلام کے ذکر سے خالی ہو اس میں یہ کلمہ ملالے"

﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ﴾

اس لئے کہ صلوٰۃ کا ذکر بغیر سلام کے اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ یہ مسئلہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ماخوذ ہے:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر:56)

اگرچہ بعض علماء کو اس کی کراہت میں کلام ہے لیکن خلاف اولیٰ ہونا متفق علیہ ہے۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب باب هفدهم در ذکر فضائل و باب صلاۃ بر سید کائنات علیه افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات فصل صبحهائے صلاۃ ص: 248 مطبوعہ نوریہ رضویہ نقل نسخۃ کانپور)

سوال:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سوال کے جواب میں جو الفاظ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمائے ہاں میں تو سلام کا کہیں ذکر نہیں (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب ج:2 ص:708 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

جواب نمبر: 1) اسکا جواب شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے ہی سماعت فرمائیں۔ فرماتے ہیں:۔

آنحضرت ﷺ نے سلام کا تذکرہ جو بعض درودوں میں نہیں فرمایا ہے تو وہ اسلئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات کے جاننے والے تھے۔ جیسا کہ حدیث شریف (جس کے پورے الفاظ آگے آئیں گے) میں آیا ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! ہم نے آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سیکھ لیا" (اس سے مراد وہ سلام ہے جو تشہد میں پڑھتے ہیں) اب آپ پر صلوٰۃ کس طرح بھیجیں؟ آپ

فرمایا: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ آخر تک۔ (المرجع السابق)

جواب نمبر: 2) آخر میں حضور اکرم ﷺ کے اپنے ارشاد مبارک سے (جواب کے طور اپنے موقف پر) دلیل لاتا ہوں۔

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حدیث شریف: ابن قیم جوزی روایت کرتے ہیں (یہ بات قابل توجہ ہے کہ ابن قیم ایک مشہور محدث، سخت قسم کے جرح قدح کرنے والے بلکہ حد سے بڑھ جانے والے ہیں۔ شاہ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "ابن جوزی مفرط است در حکم وضع بر احادیث" یعنی ابن جوزی احادیث کو موضوع قرار دینے میں حد سے بڑھ جاتا ہے (مدارج النبوۃ ج:1 ص:379) باوجود اس کے وہ درج ذیل حدیث شریف ذکر فرماتے ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں فرماتے)

فرماتے ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ نے حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کہو

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ثُمَّ تُسَلِّمُوْنَ عَلَیَّ﴾

ترجمہ: اللهم صل علیٰ (آخر تک) پڑھو پھر مجھ پر سلام بھیجو۔

(جلاء الافهام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی محمد خیر الانام باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی رسول الله فصل فی من روی احادیث الصلوٰۃ ص:16 حدیث نمبر: 13 مطبوعہ حافظ کتب خانہ) (نیز یہی حدیث امام بیہقی اور امام شافعی رحمهما اللہ نے بھی روایت کی (معرفۃ السنن والآثار کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ ج:3 ص:115 حدیث نمبر: 938 کنز العمال ج:7 ص:480 حدیث نمبر 19873 مطبوعہ موسسۃ الرسالہ کتاب الام ج:1 ص:14)

اور مشہور قاعدہ ہے کہ جب ایک حدیث کے متن میں ایک قید نہیں اور دوسری میں ہو بشرطیکہ راوی ثقہ ہو تو اس پہلی میں بھی قید معتبر ہوگی۔

(شرح نخبۃ الفکر 'ص: 64 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ 'علوم الحدیث 'ص: 85 مطبوعہ دار الفکر تدریب الراوی 'ج: 1 'ص: 245 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

مسئلہ نمبر: 2) جو اس آیت مقدسہ سے واضح ہوا وہ یہ ہے کہ قرآن پاک کے لحاظ سے صلوٰۃ وسلام کا کوئی لفظ یا صیغہ خاص نہیں۔ اگر کسی صاحب کے نزدیک از روئے قرآن پاک کوئی لفظ خاص ہے تو ذرا کمر ہمت باندھے اور ثابت کرے کہ آیت کے اس حصہ سے فلاں صیغہ کی تخصیص ثابت ہے۔ بالخصوص وہ حضرات جو محض زبانی "قرآن اور صرف قرآن" کی رٹ لگاتے ہیں "لَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا اَبَدًا" یعنی کبھی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے۔

بلکہ آیئے ہم ثابت کرتے ہیں کہ قرآن پاک کی اس آیت سے ہر لفظ کی اجازت ثابت ہے۔

1) اصول فقہ کی سب سے ابتدائی کتاب "اصول الشاشی" میں لکھا ہے ﴿المطلق یجری علی اطلاقہ﴾ یعنی جس آیت میں کوئی قید نہ ہو اپنے اطلاق پر جاری رہے گی۔

(اصول الشاشی، فصل فی المطلق والمقید، ص: 25، مطبوعہ مکتبہ البشری)

دوسری جگہ لکھا ہے ﴿اَلْمُطْلَقُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ اِذَا اَمْكَنَ الْعَمَلُ بِاِطْلَاقِهٖ فَالزِّيَادَةُ عَلَيْهِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَالْقِيَاسِ لَا تَجُوْزُ﴾ یعنی قرآن پاک کے مطلق حکم پر جب عمل ممکن ہو تو خبر واحد یا قیاس سے زیادتی جائز نہیں۔

(اصول الشاشی، البحث الاول فی کتاب اللہ فصل فی المطلق والمقید، ص: 20، 21 مطبوعہ مکتبۃ البشری)

2) دوسرے نمبر پر پڑھائی جانے والی مشہور زمانہ کتاب "نور الانوار" میں لکھا ہے

﴿اِنَّ الْمُطْلَقَ يَجْرِيْ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ﴾ یعنی بے شک مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا۔

(نور الانوار، بحث عموم النکرۃ الموصوفہ، ص: 79، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی)

(اساسی بحث وجوہ فاسدہ، ص: 61، مطبوعہ مکتبۃ البشری)

(التوضیح والتلویح، القسم الاول فی الادلۃ الشرعیۃ الرکن الاول القرآن، فصل حکم المطلق والمقید، ج: 1، ص: 116، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

سوال: قرآن پاک میں اگرچہ نہیں کی مگر حدیث میں موجود ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

﴿اَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلٰوةُ﴾

ترجمہ: سلام تو ہم نے پہچان لیا، لیکن یارسول اللہ ﷺ صلوٰۃ کیسے پیش کریں؟

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یوں کہو

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، ج: 2، ص: 708، صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشہد، ج: 1، ص: 175، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے الفاظ بھی خاص کر دیئے ہیں اور اس میں بھی سلام نہیں تو آپ کی دونوں باتیں غلط ہوگئیں۔

نوٹ: لفظ سلام کے ہونے اور نہ ہونے کی تحقیق پہلے راحت القلوب کے حوالے سے گزر چکی ہے۔ مزید آگے آئے گی۔ ابھی الفاظ کے خاص ہونے کی بحث کی جاتی ہے۔

جواب نمبر: 1) سوال تو یہ تھا کہ قرآن سے خاص لفظ دکھاؤ مگر جناب آگئے حدیث کی طرف، تو ثابت ہوگیا کہ قرآن کے لحاظ سے کوئی لفظ خاص نہیں۔

جواب نمبر : 2) حضور ﷺ نے صرف یہی الفاظ نہیں فرمائے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صرف یہی الفاظ ہمیشہ پڑھے۔ بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی خود کئی الفاظ [illegible] فرمائے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی کئی اور پڑھے۔ بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ہمیشہ اور درود پڑھتے تھے۔

حالانکہ اگر یہی الفاظ خاص ہوتے تو اور کوئی لفظ نہ ہی آپ ﷺ فرماتے اور نہ ہی صحابہ [illegible] رضی اللہ عنہ پڑھتے۔

مختلف الفاظ جائز ہونے پر دلائل

دلیل نمبر1) بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ سے درود پاک کے دو مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

(صحیح بخاری ، کتاب التفسیر ، سورۃ الاحزاب ، ج : 2، ص:

دلیل نمبر2) ابوداؤد شریف میں آپ ﷺ سے چھ مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ علی النبی ﷺ بعد التشھد ، ج : 1، ص : 148، 149 حدیث نمبر :976تا982 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

دلیل نمبر3) مشکوۃ شریف میں آپ ﷺ سے تین مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

مشکوۃ المصابیح ، کتاب الصلوۃ ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ وفضلھا ، ج : 1، ص : 88,87 حدیث نمبر : 857، 858 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

دلیل نمبر4) مستدرک شریف میں آپ ﷺ سے تین مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

(المستدرک علی الصحیحین ، کتاب الامامۃ وصلاۃ الجماعۃ ، باب التامین ، ج : [illegible] ص : 401،402، حدیث نمبر : 988، 991، کتاب معرفۃ الصحابۃ ، باب ومن مناقب [illegible] رسول اللہ ، ج : 3، ص : 160، حدیث نمبر : 4710، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

دلیل نمبر5) بیہقی شریف میں آپ ﷺ سے پانچ مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ، کتاب الصلوۃ ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ ، ج : 2، ص :

[illegible]، 147، حدیث نمبر : 2962تا 2967 باب الدلیل علی ان ازواجہ من اھل بیتہ ، ج : [illegible] ص : 150، حدیث نمبر : 2977، مطبوعہ دار الفکر

دلیل نمبر6) نشر الطیب میں آپ ﷺ سے پچیس مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ، خاتمہ ، ص : 340، مطبوعہ زم زم پبلشرز)

دلیل نمبر7) جذب القلوب میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام سے تیرہ مختلف الفاظ مذکور ہیں [illegible] اکابرین سے بھی متعدد الفاظ مذکور ہیں۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ، باب هفدهم در ذکر فضائل و آداب صلاۃ بر سید [illegible] ﷺ ، ص : 247 تا آخر کتاب)

[illegible] شفاء السقام میں آپ ﷺ سے سینتالیس (47) صحابہ کرام سے سات (7) اور خواجہ حسن [illegible] ﷺ سے چار (4) کُل اٹھاون (58) مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

(شفاء السقام فی زیادۃ خیر الانام ، خاتمہ ، الفاظ صیغ الصلوۃ علی النبی ﷺ ، ص 499تا 501، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

بعض میں نہ تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر ہے اور نہ ہی آپ کی آل کا۔

[illegible] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ﴾

(شفاء السقام فی زیادۃ خیر الانام ، خاتمہ ، الفاظ صیغ الصلوۃ علی النبی ﷺ ، ص : 500، نیز مصنف عبد الرزاق ، کتاب الصلوۃ ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ ، ج : 2، ص : 213، حدیث نمبر : 3109، مطبوعہ المکتب الاسلامی)

اور بعض میں اَللّٰهُمَّ کا لفظ بھی نہیں جیسے : وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ ، خاتمہ ، ص : 343، تبلیغی نصاب ، ص : 745)

تو معلوم ہوا کہ درود شریف کا کوئی لفظ معین نہیں۔ مزید تسلی کیلئے ملاحظہ فرمائیں۔

امام صاوی کی فیصلہ کن عبارت

علامہ احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

﴿وَصِيَغُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرَةٌ لَا تُحْصٰى﴾

ترجمہ: آپ پر درود کے الفاظ بہت ہیں بلکہ غیر محدود و غیر محصور ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿وَمَنْ تَمَسَّكَ بِاَيِّ صِيْغَةٍ مِنْهَا حَصَلَ لَهُ الْخَيْرُ الْعَظِيْمُ﴾

ترجمہ: اور جس صیغہ سے بھی جو تمسک کرے یعنی پڑھے تو اس کو خیر عظیم حاصل ہوگی۔

(حاشیہ صاوی علی جلالین، ج:5، ص: 1655، مطبوعہ دار الفکر)

تبلیغی نصاب ص ۱۳ پر لکھا ہے کہ ''کوئی خاص لفظ واجب نہیں''۔

سوال: مانا کہ تمام درود ثابت اور جائز سہی مگر سب سے افضل تو یہی ہے۔

جواب نمبر: 1) اول تو اس میں بھی اختلاف ہے کہ کون سا درود افضل ہے۔

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جذب القلوب'' میں فرمایا: اس میں دس قول ہیں۔

قول اوّل: تر ین درود وہ ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔

قول ثانی: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا سَهٰى عَنْهُ الْغَافِلُوْنَ﴾

قول ثالث: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحِقُّهٗ﴾

قول رابع: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا اَنْتَ اَهْلُهٗ﴾

قول خامس: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ﴾

قول سادس: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ وَّمَلَكٍ وَّوَلِيٍّ عَدَدَ كَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ الْمُبَارَكَاتِ﴾

قول سابع: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضٰى نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ﴾

قول ثامن: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ﴾

قول تاسع: ﴿اَللّٰهُمَّ يَا رَبَّ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْزِ مُحَمَّدًا مَا هُوَ اَهْلُهٗ﴾

قول عاشر: ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، باب هفدهم در ذکر فضائل و آداب صلاۃ بر سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، فصل علماء را اقوال است در تعین افضل صلاۃ، ص: 246، 247، مطبوعہ نوریہ رضویہ)

جواب نمبر: 2) ثانیاً بر تقدیر تسلیم درود ابراہیمی کے پڑھنے کا حکم اور افضلیت صرف نماز میں ہے۔ اگر نماز سے باہر پڑھیں تو اس کے ساتھ لفظ سلام ملانا ہوگا۔ تاکہ قرآن پاک کے دونوں حکموں پر عمل ہو۔

درود ابراہیمی کی افضلیت نماز کے ساتھ خاص ہونے پر دلائل

آیئے پہلے احادیث پاک کی روشنی میں یہ دیکھیں کہ کیا واقعی حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ بیان صرف نماز میں ہے؟

حدیث نمبر : 1) جلاء الافہام میں ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

امام احمد نے بشیر بن سعد کے حضور ﷺ سے سوال والی حدیث میں یہ الفاظ زیادہ روایت کئے ہیں ﴿اِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا فِيْ صَلَاتِنَا﴾ ترجمہ: جب ہم نماز میں درود پڑھیں (تو کیا کہیں؟)

(مسند احمد بن حنبل، ج: 28، ص: 304، حدیث نمبر: 17072، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، جلاء الافہام فی فضل الصلوۃ والسلام علی محمد خیر الانام، الباب الاول، ما جاء فی الصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ، ص: 8،9، حدیث نمبر: 1، تبلیغی نصاب، ص: 713)

تو معلوم ہوا کہ جب سوال (نماز کے) اندر کا ہے تو جواب بھی اندر ہی پڑھنے کا ہے۔

حدیث نمبر : 2) اسی کتاب کے (جلاء الافہام) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مستدرک حاکم کے حوالہ کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

اذا تَشَهَّدَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (الیٰ آخرہ)

ترجمہ : کہ جب تم میں کوئی نماز میں تشہد یعنی کہ التحیات پڑھ چکے تو پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ...... آخر تک

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الامامۃ وصلاۃ الجماعۃ، باب التامین، ج: 1، ص: 402، حدیث نمبر: 991، السنن الکبریٰ، کتاب الصلوۃ، باب وجوب الصلوۃ علی النبی ﷺ، ج: 2، ص: 379، حدیث نمبر: 4136، مطبوعہ دار الفکر)

نیز راوی یحیٰی بن سباق پر اعتراض کر کے خود ہی فرمایا کہ ابن حبان نے یحیٰی بن سباق کا ذکر کتاب الثقات میں کیا۔

(ثقات لابن حبان، ج: 7، ص: 603، مطبوعہ دار الفکر، جلاء الافہام فی فضل الصلوۃ علی محمد خیر الانام، ما جاء فی الصلوۃ علی رسول اللہ ﷺ، ص: 24، حدیث نمبر: 3، مطبوعہ حافظ کتب خانہ)

بلکہ الباب الثالث میں فرمایا: اس لفظ کی حفاظ کی ایک جماعت نے تصحیح کی (صحیح قرار دیا) ہے۔ ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، دار قطنی، بیہقی ان میں سے ہیں۔

(جلاء الافہام، الباب الثالث، فصل فی مواطن الصلوۃ علی النبی ﷺ، ص: 170، حدیث نمبر: 330 کے تحت)

ایک مقام پر بحث کرتے ہوئے فرمایا: "یہ الفاظ ابن مسعود رضی اللہ کے ہیں" (انتہی کلامہ)

بہر حال اگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہوں تو بھی مرفوع حکما ہوں گے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ سے سنے ہوں گے۔ ورنہ صحابی کیسے زیادتی کر سکتا ہے۔

حدیث نمبر : 3) اسی کتاب میں محمد بن ابراہیم تیمی کے الفاظ اس طرح ذکر کئے گئے ہیں: ﴿اِذَا نَحْنُ جَلَسْنَا فِيْ صَلَاتِنَا كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ﴾ **ترجمہ**: یعنی یا رسول اللہ ﷺ جب ہم نماز میں بیٹھیں تو کیسے درود پڑھیں؟

(جلاء الافہام، الباب الثالث، فصل فی مواطن الصلوۃ علی النبی ﷺ، ص: 163، حدیث نمبر 228 کے تحت)

اس پر ابن قیم نے بالکل قطعا کوئی جرح قدح نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کے بعد اپنا فیصلہ تحریر فرما کر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

ابن قیم جوزی کا فیصلہ

یہ ظاہر ہے کہ سوال میں جس سلام کا ذکر ہے وہ نماز میں ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ﴾ کا پڑھنا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ درود بھی جس کا سوال میں سلام کے ساتھ ہی ذکر ہے، نماز میں ہی ہو۔ (جلاء الافہام، ص: 164)

نیز اسی کتاب میں ابن قیم نے مزید لکھا:

اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ سلام جو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سکھایا تھا وہ نماز میں ہے یعنی سلام تشہد۔ پس ہر دو امر، ہر دو تعلیم اور ہر دو محل کا مخرج ایک ہے۔ واضح کرتا ہے کہ تشہد کی تعلیم بطور امر مراد ہے اور سلام کا ذکر اسی میں ہے۔

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے درود کا سوال کیا تو وہ بھی سکھایا اور اسے تسلیم کے ساتھ مشابہ کیا۔ دلالت کرتا ہے کہ جس صلوٰۃ و تسلیم کا ذکر حدیث میں ہے یہ دونوں وہی ہیں جو نماز میں ہیں۔ بیشک یہ واضح کرتا ہے کہ اگر یہ صلوٰۃ و تسلیم نماز سے خارج ہوتے اور نماز کے اندر مراد نہ ہوتے تب ضرور ہر ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوتے وقت ﴿السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ﴾ کہا کرتا۔ حالانکہ بخوبی معلوم ہے کہ سلام کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کیفیت کی پابندی نہ تھی۔ (انتھی کلامه)

(جلاء الافهام، الباب الثالث، فصل في مواطن الصلوة على النبي ﷺ، ص: 175)

حدیث نمبر:4

امام حاکم نے روایت کیا ہے حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿أَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰى جَلَسَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ إِذَا نَحْنُ صَلَّيْنَا عَلَيْكَ فِيْ صَلٰوتِنَا﴾

ترجمہ: ایک آدمی آیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور ہم بھی آپ کے پاس تھے۔ پس اس نے عرض کیا۔ بہر حال آپ پر سلام عرض کرنا تو ہم پہچان چکے پس جب ہم اپنی نماز میں آپ پر صلوٰۃ پڑھیں تو کیسے پڑھیں؟

تو دیکھیں صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال ہی نماز کے اندر پڑھنے کا کیا نہ کہ عام۔

حدیث کی تحقیق: امام حاکم فرماتے ہیں:

﴿هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ﴾

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے اور شرط مسلم پر ہے۔ ایسے ہی امام ذہبی نے تلخیص میں فرمایا۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الامامة وصلاة الجماعة، باب التامين، ج: 1، ص: 401، حدیث نمبر: 988)

امام حاکم کا فیصلہ

اس حدیث پر امام حاکم اپنا فیصلہ فرماتے ہیں:

﴿ فَذِكْرُ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فِي الصَّلَوَاتِ ﴾

یعنی اس حدیث میں آپ ﷺ پر نمازوں میں درود پڑھنے کا ذکر فرمایا۔ (المرجع السابق)

اسی حدیث کی سند ذکر کرتے ہوئے امام بیہقی نے یہ الفاظ ذکر فرمائے: ﴿عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِذَا الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ صَلّٰى عَلَيْهِ فِيْ صَلَاتِهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ﴾

یعنی ابن اسحاق نے فرمایا کہ مجھ سے محمد بن ابراہیم نے حدیث بیان کی جبکہ آدمی حضور ﷺ پر اپنی نماز میں درود شریف پڑھے۔

حدیث کی تحقیق: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے اختتام پر لکھا ﴿قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ﴾ یعنی ابو عبداللہ نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام بیہقی کا فیصلہ

اس حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں:

﴿بِذِكْرِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَوَاتِ﴾

یعنی یہ حدیث حضور ﷺ پر نمازوں میں درود پڑھنے کے متعلق ہے۔

بلکہ اس سے اگلے صفحہ پر امام بیہقی نے حضرت کعب بن عجرۃ سے حدیث ذکر کی (یعنی بخاری مسلم، مشکوٰۃ والی حدیث) کہ یارسول اللہ ﷺ ہم نے سلام عرض کرنا تو جان لیا۔ پس آپ ﷺ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟ تو جواب میں آپ ﷺ نے درود ابراہیمی فرمایا۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد بیہقی فرماتے ہیں۔

﴿وَ قَوْلُهُ فِيْ الْحَدِيْثِ قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ اِشَارَةٌ اِلَى السَّلَامِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ التَّشَهُّدِ فَقَوْلُهُ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اَيْضًا يَكُوْنُ الْمُرَادُ بِهِ فِيْ الْقُعُوْدِ لِلتَّشَهُّدِ﴾

یعنی صحابی رضی اللہ عنہ کا حدیث میں فرمان کہ بیشک ہم نے جان لیا کہ ہم کیسے سلام پڑھیں یہ اشارہ ہے قعود یعنی التحیات میں سلام پڑھنے کی طرف۔ تو صحابی رضی اللہ عنہ کا فرمان "پس ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں"؟ بھی نماز ہی میں پڑھنے کی طرف اشارہ ہوگا۔

بلکہ اس کے بعد حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں:

﴿وَفِيْ هٰذَا اَيْضًا اِشَارَةٌ اِلَى مَا اَشَارَ اِلَيْهِ حَدِيْثُ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ﴾

یعنی اس حدیث میں بھی وہی اشارہ ہے جو پہلی حدیث حضرت کعب والی میں تھا۔ (یعنی یہ درود ابراہیمی کا بالخصوص فرمان صرف نماز میں ہے)

(السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، ج: 2، ص: 146، 147 حدیث نمبر: 2963، 2965، 2967)

مخالف کے گھر کی گواہی

صاحب انصاف کیلئے تو اس کے بعد کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا کہ درود ابراہیمی کی فضیلت صرف نماز میں ہے نہ کہ عام۔ لیکن مزید تسلی کیلئے آخر میں آپ حضرات کی جان سے پیاری

کتاب تبلیغی نصاب کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔

؎ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

تبلیغی نصاب کے ص ۱۳۷ پر لکھا ہے "اور حنفیہ کے نزدیک نماز میں اس کا پڑھنا اولیٰ ہے"

درود پاک میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل کا ذکر

ترجمہ جلاء الافہام ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ کے ص ۲۳۰ پر فرمایا: کیونکہ درود میں آنحضرت ﷺ نے یہی حکم دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آل دونوں کا درود میں ذکر کیا جائے۔ (انتہی کلامہ)

جس حدیث کی طرف ابن جوزی نے اشارہ کیا اس کو الھامیہ شرح ہدایۃ النحو، ص ۱۱، پر ان الفاظ سے ذکر کیا۔ ﴿مَنْ ذَكَرَنِيْ وَلَمْ يَذْكُرْ اٰلِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ﴾ یعنی جس نے میرا ذکر کیا مگر میری آلؑ کا ذکر نہ کیا تو اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

نیز دوسری حدیث پاک میں ہے: ﴿لَا تُصَلُّوْا عَلَيَّ الصَّلٰوةَ الْبَتْرَاءَ فَقَالُوْا: وَمَا الصَّلٰوةُ الْبَتْرَاءُ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّتُمْسِكُوْنَ﴾ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر ناقص درود نہ بھیجو۔ صحابہ نے عرض کی: ناقص درود سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم کہو ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ﴾ پھر رک جاؤ بلکہ کہو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(الصواعق المحرقہ، الباب الحادی عشر فی فضائل اھل البیت، الفصل الاول، ج: 2، ص: 430، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ)

بلکہ درود ابراہیمی وغیرہ میں بھی آل کا ذکر ہے۔ جیسے ﴿وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ﴾

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر تو تقریباً ہر درود میں ہے۔ رہا دیگر انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام کا تو اس کا حدیث میں ذکر ہے۔

﴿وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ﴾

(قوت القلوب کتاب الجمعہ، ذکر فضائلها وآدابها، ص: 93، نثر الطیب، خاتمہ، ص: 343، مطبوعہ زم زم پبلشرز)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا ذکر

1)......اس حدیث کے آخر میں جب "الصالحین" میں تمام لوگ مذکور ہیں تو صحابہ کا ذکر بطریق اولیٰ بہتر۔

2)......ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں۔ ﴿وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ﴾

(صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب الادعیۃ، ج: 3، ص: 185، حدیث نمبر: 903، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، نثر الطیب، ص: 340)

تو صحابہ کا ذکر یقیناً جائز بلکہ بہتر ہے۔

3)......امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

﴿اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَمُحِبِّیْہِ وَاَتْبَاعِہٖ وَاَشْیَاعِہٖ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ﴾

(شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام، خاتمہ، ص: 501، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

الحمد للہ اہل سنت و جماعت درود شریف میں جن جن چیزوں کا ذکر کرتے ہیں تمام کی تمام دلائل سے ثابت ہوئیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ کوئی لفظ خاص نہیں اور یہ بھی کہ درود ابراہیمی کی پابندی صرف نماز میں ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ والسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کی بحث

[illegible] یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ﴿اَلصَّلٰوۃُ والسَّلامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ آخر ...کری درود" ہے۔ یعنی جب سے سپیکر آئے یہ درود ایجاد ہوا اور بعض منچلے تو اس کو "فیصل آبادی درود" بھی کہہ دیتے ہیں۔

لہٰذا راقم ضروری سمجھتا ہے کہ ذرا تفصیل سے عرض کروں کہ اس درود کو کس کس نے جائز اور کس کس نے پڑھا۔ تاکہ کہنے والوں کی بات کی حقیقت واضح ہو جائے۔

تو پہلے پڑھنے والوں کا ذکر کیا جاتا ہے اور بعد میں جائز کہنے والوں کا ذکر ہوگا۔

حوالہ نمبر 1)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات کچھ لوگوں سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا:

﴿اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا آخِرُ، اَلسَّلامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ﴾

حضور اکرم ﷺ نے سوال فرمایا تو جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔

(دلائل النبوۃ، باب الاسراء برسول اللہ ﷺ، ج: 2، ص: 362، تفسیر طبری تحت سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر: 1، ج: 17، ص: 336، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، الدر المنثور تحت بنی اسرائیل، آیت: 9، ج5، ص: 189، مطبوعہ دار الفکر)

مانا کہ مکمل الصلوٰۃ والسلام آخر تک کا ذکر تو نہیں۔ مگر لفظ "سلام" لفظ "یا" اور "علیک" کا تو انبیاء کرام کی زبانی ہو گیا۔ اور لفظ "یا" اور "علیک" ہی زیادہ باعث نزاع ہیں۔

فائدہ: اکثر لوگ کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو بھی حرام کہتے ہیں۔ حالانکہ یہاں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی کھڑے ہو کر ہی سلام عرض کر رہے ہیں۔

حوالہ نمبر:2 اوراد فتحیہ جس کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم کے ص 124 پر فرماتے ہیں کہ چودہ صد (1400) اولیاء کے متبرک کلام سے جمع ہوا ہے اور اسی صفحہ پر فرمایا۔

سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب میں بارہویں دفعہ بیت اللہ شریف کی زیارت کو گیا۔ مسجد اقصٰی میں پہنچا تو آقائے دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ درویش کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ میں فوراً کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی آستین مبارک سے ایک جزو نکالا اور فرمایا: کہ یہ تحفہ پکڑو۔ جب میں نے حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک سے پکڑ کر دیکھا تو یہی وظائف تھے۔

ذرا انصاف سے غور فرمائیں کہ جو کلام چودہ صد (1400) اولیاء کے کلام کا خلاصہ ہو اور پھر اس کو بارگاہ رسالت سے قبولیت کا شرف بھی حاصل ہو جائے تو اس کلام کا کیا مقام ہوگا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں۔ کہ چودہ صد (1400) ولیوں کی ولایت سے حصہ پائے گا۔

(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، ص: 124، 125 مطبوعہ عباسی کتب خانہ)

اور اس روایت کی صداقت میں بھی کیا شک کہ جس کا راوی شاہ ولی اللہ جیسا محدث بلکہ اہل دیوبند کے نزدیک تیرہویں صدی کا مجدد ہو۔

اب دیکھیں اور جی بھر کر دیکھیں۔ انہی مقبول وظائف کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَفِیَّ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنِ اخْتَارَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ زَیَّنَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ شَرَّفَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ کَرَّمَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ عَظَّمَہُ اللّٰہُ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حوالہ نمبر: 3) تفسیر روح البیان میں اس درود شریف کو مختلف صیغوں سے لکھ کر فرمایا: کہ یہ درود شریف علماء میں بہت مشہور ہے۔ اور اس کے بہت خواص اور فائدے ہیں۔

بلکہ مسجد نبوی شریف میں باب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے شمال کی طرف ایک بہت بڑے کریم شدہ کتبہ پر لکھا ہے ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ کَرَّمَہُ اللّٰہُ﴾

اور ایک اور پر ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ عَزَّہُ اللّٰہُ﴾

اور حضور کے قدموں کی طرف ایک پر ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾

دوسرے پر ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ﴾

ایک پر ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

ایک پر ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ شَرَّفَہُ اللّٰہُ﴾

اور ایک پر ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَنْ رَفَعَہُ اللّٰہُ﴾ لکھا ہے۔

(روح البیان، ج: 7، ص: 234,235 تحت آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون النبی)

خدارا انصاف فرمائیں کہ یہ درود چیکری ہے یا بارگاہ رسالت کا حضوری؟

یہ فیصل آبادی ہے یا چودہ سو دلیوں کی ولایت کی جان؟ بریلوی ساخت ہے یا خاندان ولی اللہی کا وظیفہ اور حرز جاں؟ نیز لائل پوری ہے یا مدنی؟ کیا یہ شرک و کفر ہے یا روح ایمان؟ علماء کے نزدیک منع ہے یا ان کی زبانوں پر جاری و رواں؟

مخالفین کے گھر کی گواہیاں

آخر میں چند ایک حوالہ جات اس کے درود شریف ہونے، اور جائز ہونے کے بارے میں عرض کئے دیتا ہوں۔

حوالہ نمبر: 1) تبلیغی جماعت کی معتمد ترین کتاب "تبلیغی نصاب" میں مولوی محمد زکریا درود شریف کے فضائل میں لکھتے ہیں:

"اس لئے بندہ کے خیال میں اگرچہ ہر جگہ درود و سلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے ﴿السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ﴾ اسی طرح آخر تک لفظ "السلام" کے ساتھ "الصلوٰۃ" کا لفظ بھی بڑھا دیا جائے تو زیادہ اچھا ہے"۔

خود سوچئیں کہ جب مدینہ طیبہ میں قبر انور کے پاس ایک چیز جائز ہے تو اور جگہ کیوں منع؟ بالخصوص جب کہ مانعین کے نزدیک نہ وہاں سے سنتے ہیں اور نہ یہاں سے۔

حوالہ نمبر:2) الشہاب الثاقب میں حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ ﴿الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ﴾ کو منع کرتے ہیں، اور اہل حرمین شریفین پر سخت نفرین اس ندا اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزا اڑاتے ہیں، اور کلمات ناشائستہ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت اور جملہ صورت درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و نداء کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے اور اپنے متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

یہ ہیں جناب دیوبندی مکتبہ فکر کے معتمد عالم جناب حسین احمد مدنی شاید ان کی بات آپ کو بھا جائے۔

حوالہ نمبر: 3) لطائف قاسمیہ ص ۳۸ پر بانی دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی تحریر کرتے ہیں کہ ﴿الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ﴾ بہت مختصر درود شریف ہے۔

حوالہ نمبر: 4) دور حاضر کے ایک مشہور دیوبندی عالم ابو الزاہد سرفراز گکھڑوی "درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ" طبع دوم نقوش پریس لاہور کے صفحہ نمبر ۵۷ پر لکھتے ہیں:

میں اور میرے تمام اکابر ﴿الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ﴾ کو بطور درود شریف پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ یہ بھی فی الجملہ اور مختصر طریقہ سے درود شریف کے الفاظ ہیں۔

(آگے ان دونوں حضرات نے حاضر و ناظر سمجھ کر پڑھنے پر کلام کیا اور کفر کہا چلو یہ ایک علیحدہ اختلاف رہا۔ ﴿الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ﴾ کا درود ہونا تو ثابت ہو گیا)

حوالہ نمبر: 5) امداد المشتاق، مقالات شریفہ حصہ دوم ص ۹۵ پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ارشاد نمبر ۲۹۵ ذکر کرتے ہوئے اشرف علی صاحب نے کہا کہ:

الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پرمبنی ہے۔ لہ الخلق والامر۔ عالم امر مقید بجہت و طرف و قرب و بعد نہیں۔ پس اس کے جواز میں شک نہیں۔ اس پر اشرف علی صاحب حاشیہ لکھتے ہیں:

اقول یعنی جس کو اتصال معنوی مع الکشف نصیب ہو وہ اس قرب کے مکشوف ہونے پر بلا واسطہ خطاب کر سکتا ہے۔ ورنہ یوں سمجھ لے کہ ملائکہ پہنچا دیں گے۔ البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مفسدہ ہو تو اس کا اظہار ممنوع ہوگا۔

لیجئے جناب! مولوی اشرف علی نے تو صاحبان کشف کیلئے حاضر سمجھ کر خطاب بھی جائز کہا ہے۔

صرف اتنا کہا کہ عوام میں خرابی پیدا ہو (یعنی وہ نہ سمجھیں کہ فرشتے پہنچاتے ہیں یا اللہ تعالیٰ خود اطلاع فرما دیتا ہے) تو پھر اسکا انکار صحیح ہے۔

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے:

نمبر:1 الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرنا وہابیوں کا کام ہے۔

نمبر:2 تمام دیوبندی اس کو جائز سمجھتے اور پڑھتے تھے۔

نمبر:3 سب کے نزدیک یہ درود شریف ہے۔

نمبر:4 اہل کشف حاضر و ناظر سمجھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

نمبر:5 عوام کیلئے حاضر و ناظر سمجھ کر پڑھنا دیوبندیوں کے نزدیک منع ہے۔ لیکن ان سب کے پیر کا فیصلہ آ رہا ہے۔

حوالہ نمبر:6 سارے دیوبندیوں کے پیر، حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ:

آخر میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا فیصلہ سنیں۔ شاید کہ توفیق حق نصیب ہو۔ حاجی صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں:

دوسری صورت یہ ہے کہ مخاطب کو سنانا مقصود ہو۔ تو اگر پکارنے والا باطنی صفاء سے اس ہستی کا روحانی مشاہدہ کر رہا ہے جس کو پکار رہا ہے تو بھی جائز ہے۔ اور اگر مشاہدہ نہیں کر رہا لیکن سمجھتا ہے کہ فلاں ذریعہ سے اس کو خبر پہنچ جائے گی اور وہ ذریعہ دلیل سے ثابت ہو تو بھی جائز ہے۔ مثلاً یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ ملائکہ درود شریف کو حضور اکرم ﷺ تک پہنچاتے ہیں۔ اگر اس اعتقاد سے کوئی ﴿اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ﴾ کہے تو مضائقہ نہیں۔

سنو! کہ ہم اہلسنّت وجماعت عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو درود فرشتے بھی پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور کی توجہ پھیرتا ہے حضور خود جواب فرماتے ہیں۔ اور یہ دونوں باتیں

حدیث سے ثابت ہیں۔ اوّل کو تو خود حاجی صاحب نے ذکر کیا اور اس میں اختلاف بھی نہیں۔ دوسری صورت تو وہ اس حدیث سے ثابت ہے۔

حضور ﷺ درود شریف کا جواب خود عنایت فرماتے ہیں

﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ﴾

(سنن ابی داؤد کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور حدیث نمبر: 2041، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ۔ السنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب زیارۃ قبر النبی ﷺ، ج:5، ص:245، حدیث نمبر: 10569)

ترجمہ: کوئی بھی مسلمان جب مجھ پر سلام پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو متوجہ کر دیتا ہے تو میں خود جواب دیتا ہوں۔

تو ہمارا پڑھنا بزبان حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کلی طور پر جائز ہوا۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

المرتب:

غبار راہ سیال

ابوالفضل محمد اللہ دتہ سیالوی

بھابڑہ ضلع سرگودھا

رمضان المبارک 1407ھ، 11:30 بجے شب

ماخذ ومراجع

القرآن الكريم		الحسامی
كتب احاديث		نور الانوار
صحيح بخاری		اصول الشاشی
صحيح مسلم		**كتب سيرت وتاريخ**
سنن ابی داؤد		دلائل النبوة
المستدرک علی الصحيحين		شفاء السقام بزيارة خير الانام
مشكوة المصابيح		مدارج النبوة
صحيح ابن حبان		جذب القلوب
مسند احمد		جلاء الافهام
السنن الکبریٰ للبیهقی		الصواعق المحرقه
كنز العمال		**كتب متفرقه**
معرفة الآثار والسنن		الفتاوی الحديثيه
كتب تفاسير		قوت القلوب
حاشيه صاوی علی جلالين		الثقات
تفسير طبری		كتاب الام
الدر المنثور		فيصله هفت مسئله
روح البيان		انتباه فی سلاسل اولياء الله
اصول حديث		تبليغی نصاب
علوم الحديث		نشر الطيب
تدريب الراوی		الشهاب الثاقب
نزهة النظر شرح نخبة الفكر		فيوضات قاسميه
اصول فقه		درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ
التوضيح والتلويح		امداد المشتاق

اذان کے بعد اور پہلے صلوۃ وسلام



وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا دعویٰ :

اذان کے بعد یا پہلے اہلسنت کے نزدیک صلوٰۃ وسلام نہ تو فرض ہے اور نہ ہی واجب اور نہ ہی سنت مؤکدہ۔ جو یہ کہے وہ بھی شریعت پر زیادتی کرنے والا مجرم اور ظالم ہے۔

اور نہ ہی اہل سنت کے نزدیک منع اور گناہ ہے۔ جو یہ کہے یا اعتقاد رکھے وہ بھی خدا عزوجل کے اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو توڑنے اور ان کی حدود کو پھلانگنے والا ظالم اور گناہگار ہے۔ اور اس کے ذمہ لازم ہے کہ وہ ممانعت یا تو قرآن پاک سے ثابت کرے یا حدیث پاک سے اور وہ ان شاء اللہ ایک لفظ بھی نہ لے گا۔

بلکہ اہل سنت کے نزدیک اذان سے قبل بھی مستحب اور جائز ہے اور بعد میں بھی مستحب اور جائز ہے۔

آیئے اب ان دونوں مسئلوں کو دلائل کی روشنی میں دیکھیں۔

بعد از اذان صلوٰۃ وسلام:

صلوٰۃ وسلام بعد از اذان قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور ان کے بعد کے حضرات کے عمل قول سے ثابت ہے۔

قرآن پاک سے ثبوت

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ (پارہ:22، رکوع:4)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پاک ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی آپ پر خوب صلوٰۃ اور کثرت سے سلام بھیجا کرو۔

اس آیت کریمہ میں صلوٰۃ اور سلام دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔

اور حکم کی دو قسمیں ہیں۔

1) مقید: وہ جس میں کسی وقت وغیرہ کی پابندی ہو، اس کو تو اُسی پابندی سے ادا کرنا لازم ہے، اس کے بغیر غلط۔ جیسے نماز کے ساتھ وقت، قبلہ رو ہونے اور طہارت کی پابندی وغیرہ کہ ان کے بغیر ادا کرنا جرم ہے۔

2) مطلق: یعنی وہ حکم جس میں کسی وقت، جگہ یا حالت کی پابندی نہ ہو۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ: ﴿اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ﴾ یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہے گا اس پر نہ تو قیاس سے پابندی لگا سکتے ہیں اور نہ ہی خبر واحد سے۔ بلکہ اس پر اگر قید لگائی جائے گی تو یا قرآن پاک سے یا حدیث مشہور یا حدیث متواتر سے۔

(اصول الشاشی 'البحث الاول فی کتاب اللہ' فصل فی المطلق والمقید' ص: 25،20 مطبوعہ مکتبۃ البشریٰ۔ نور الانوار 'بحث عموم النکرۃ الموصوفۃ' ص: 79 ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۔ التوضیح والتلویح 'القسم الاول فی الادلۃ الشرعیہ' الرکن الاول القرآن فصل حکم المطلق والمقید ج: 1' ص: 116' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

تو جب ۲۴ گھنٹوں میں ہر وقت صلوٰۃ وسلام جائز ہے تو قبل اذان یا بعد اذان کیوں منع؟ کیا یہ وقت دن رات کے اوقات سے خارج ہے؟ کاش کہ کوئی صاحب فراست اس گتھی کو سلجھا دے۔

ہاں البتہ اگر کسی وقت یا جگہ کو کوئی شرعی دلیل خارج کرتی ہے تو اس وقت یا جگہ منع ہوگا۔ جیسے ننگے، پیشاب، پاخانہ یا جماع وغیرہ کے اوقات میں۔ کیونکہ ایسے وقت درود شریف زبان سے پڑھنا درود شریف کی توہین ہے۔ اور حضور ﷺ سے متعلقہ کسی چیز کی توہین کفر ہے۔ دیکھیں کتب عقائد۔

یا صلوٰۃ وسلام اس وقت منع ہے جب اس کے پڑھنے سے کوئی اور فرض یا واجب یا سنت وغیرہ ترک ہو جاتی ہو۔

جیسے قیام نماز یا سماع خطبہ یا قعدہ میں یا رکوع میں یا سجدہ میں کیونکہ پہلے دونوں میں درود شریف پڑھنے سے ترک فرض اور دوسرے میں ترک واجب اور آخری دونوں میں ترک سنت ہے۔

قرآن کے بعد اب احادیث کی طرف آیئے!

احادیث سے ثبوت

حدیث نمبر1:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بے شک میں آپ پر درود پڑھتا ہوں۔ تو کتنی مقدار میں پڑھا کروں؟ فرمایا: جتنا چاہے۔

عرض کیا: کل وقت کا چوتھائی حصہ؟ فرمایا: جتنا چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو تمہارے لیے بہتر ہوگا۔

عرض کیا: آدھا؟ پھر وہی جواب فرمایا۔ عرض کیا: دو تہائی پھر وہی جواب فرمایا۔ عرض کیا: تو پھر میں ہر وقت صلوٰۃ وسلام ہی پڑھا کروں گا۔ حضور علیہ سلام نے فرمایا: اگر ایسا کرو گے تو پھر درود تیرے ہر غم کو کافی ہو جائے گا اور تیرے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(سنن ترمذی 'ابواب صفۃ القیامۃ' صفۃ اوانی الحوض باب منہ ج: 2 ،ص: 524،523، حدیث نمبر 2457، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ ۔ المستدرک علی الصحیحین ،کتاب التفسیر ،تفسیر سورۃ الاحزاب ، ج:2،ص: 457، حدیث نمبر 3578 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ۔ مشکوٰۃ المصابیح ، کتاب الصلوٰۃ باب الصلوۃ علی النبی ﷺ وفضلھا' ج: 1' ص: 87 ،حدیث نمبر 867 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

دیکھیں حضور ﷺ ہر وقت درود پڑھنے کو ہر غم سے نجات کا اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ فرمائیں۔ اور یہ کہیں کہ وہاں منع اور یہاں منع۔ اب خود انصاف کریں کہ عمل کس پر کریں؟

حدیث نمبر 2:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم مؤذن کو سنو تو جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر اس کے بدلے دس رحمتیں نازل کرے گا۔

پھر میرے لئے وسیلہ کی دعا کرو (یعنی اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ آخر تک پڑھے) کیونکہ وہ جنت میں ایک درجہ ہے جو صرف ایک بندے کو نصیب ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔

پس جو شخص میرے لیے وسیلہ کا سوال کرے گا اسکے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(صحیح مسلم "کتاب الصلوٰۃ باب استحباب القول مثل قول المؤذن" ج: ۱ ص: 166 حدیث نمبر 875 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ ۔ سنن ترمذی "ابواب المناقب ، باب ما جاء فی فضل النبی ﷺ" ج: 2 ص: 679 حدیث نمبر 3614۔ سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوٰۃ "باب ما یقول اذا سمع المؤذن" ج: ۱ ص: 88 89 حدیث نمبر 523 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ ۔ مشکوٰۃ المصابیح "کتاب الصلوٰۃ باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن" ج: ۱ ص: 66,65 حدیث نمبر 605۔ مسند احمد بن حنبل "مسند عبد اللہ بن عمرو ، ج: 2، ص: 168، حدیث نمبر 6568 مطبوعہ مؤسسۃ قرطبہ ۔ تفسیر ابن کثیر، ج: 3، ص: 103، سورہ مائدہ کی آیت نمبر 35 کے تحت ۔ تفسیر مظہری ، ج: 3، ص: 459۔ نشر الطیب ، مصنف اشرفعلی دیوبندی ، ص: 153۔ جلاء الافہام ، مصنف ابن قیم جوزی باب ما جاء فی الصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ ، حدیث نمبر 106)

ہم حیران ہیں حضور ﷺ تو درود پاک پڑھنے والے کے لئے دس رحمتوں اور شفاعت کا وعدہ کریں اور یہ حرام کہیں۔

؎ بریں عقل و دانش بباید گریست

اعتراض: آخر میں بڑی چالاکی سے کہیں گے۔ نہیں جناب! یہ تو صرف اذان سننے والے کے لئے ہے نہ کہ پڑھنے والے کے لئے۔

جواب نمبر 1: اس حدیث میں حضور ﷺ نے رحمتوں اور شفاعت کے حلال ہونے کی وجہ جو بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ:

جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا تو اس پر رحمتیں ہیں اور اس کے لئے ہی شفاعت ہے' خواہ وہ سننے والا ہو یا پڑھنے والا۔ لہٰذا اذان کا جواب صرف سننے والے کے لئے ہے اور درود اور دعا دونوں کے لئے ہیں۔

جواب نمبر 2: اسی کی مثل حضور ﷺ کا فرمان دیکھیں۔ فرمایا: کہ امام جب ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاذان ، باب جہر المأموم بالتامین ، ج: 1، ص: 108، حدیث نمبر 749، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

بظاہر یہ حکم صرف مقتدیوں کو ہے مگر شامل امام کو بھی ہے۔

(ھدایہ "کتاب الصلوٰۃ" باب صفۃ الصلوٰۃ، ج: 1، ص: 105 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

جواب نمبر 3: اگر یہ صلوٰۃ صرف سننے والے کے لئے ہے تو پھر دعا بھی اسی کے لئے ہوگی حالانکہ دعا دونوں کے لئے ہے تو ایسے ہی درود شریف بھی دونوں کے لئے ہوگا۔

جواب نمبر ۴:۔ چلو اگر ہماری بات نہیں مانتے تو کم از کم ابن قیم جوزی کی ہی مانو۔ جو کہ بالاتفاق محدث' شیخ سعدی کے اور استاذ آپ کے امام ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''پس جب ان وجوہ سے اور ان کے سوا اور وجوہ سے درود کا واجب ہونا اس شخص پر ثابت ہو گیا جس کے سامنے ذکر مبارک ہو۔ تو خود ذکر کرنے والے پر وجوب اولیٰ ٹھہرا۔

جیسے سجدہ تلاوت سامع پر یعنی جس طرح تلاوت سننے والے پر سجدہ لازم ہوگا تو اسی طرح

پڑھنے والے پر بھی سجدہ لازم ہوگا"۔

(جلاء الافهام فی فضل الصلاة والسلام علی محمد خیر الانام' الباب الثالث الموطن الحادی عشر : عند ذکره' ص: 194'مطبوعه حافظ کتب خانه)

میں کہتا ہوں ایسے ہی جب اذان سننے والا درود اور دعا پڑھے گا تو اذان پڑھنے والا بطریق اولیٰ پڑھے گا۔

جواب نمبر 5: آیئے آخر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاف فرمان سے ثابت کریں کہ حکم اذان پڑھنے والے اور سننے والے دونوں کے لئے ہے۔

حدیث 3: حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص بھی حضرت محمد ﷺ پر درود پڑھے اور کہے ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔

(مسند احمد بن حنبل' کتاب مسند الشامیین ، ج : 4، ص : 108، حدیث نمبر 17032، مطبوعه موسسه قرطبه ۔ المعجم الاوسط ، ج : 3، ص: 321 حدیث نمبر 3285 مطبوعه دار الحرمین ۔ مسند البزار ، ج : 4، ص : 108 حدیث نمبر 2315 ۔ مشکوة المصابیح ، کتاب الصلوة ، باب الصلوة علی النبی ﷺ وفضلها ، ج: 1، ص: 88، حدیث نمبر ، 874)

اب دیکھیں کیا صاف فرمان نہیں ہے کہ جو بھی درود پڑھ کر یہ دعا پڑھے؟

اب بھی اگر کوئی نہ مانے تو ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں۔

ہمارا کام کہہ دینا ، سنا دینا ، بتا دینا
کوئی مانے نہ مانے ، جائے جہنم جس کا جی چاہے

﴿کتب فقہ سے ثبوت﴾

آیئے! آپ کو فقہ کی کتابوں کی سیر کروائیں

ع شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

درس نظامی کی مشہور کتاب "نور الایضاح" کی شرح "مراقی الفلاح" کی عبارت ہے:

﴿ثُمَّ (دَعَا) الْمُجِيْبُ وَالْمُؤَذِّنُ (بِالْوَسِيْلَةِ) بَعْدَ صَلٰوتِهِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ عَقِبَ الْاِجَابَةِ﴾

ترجمہ:۔ (مؤذن کا جواب دینے کے بعد) اذان کا جواب دینے والا اور مؤذن دونوں درود شریف کے بعد وسیلہ کی دعا کریں۔

(حاشیه طحطاوی علی مراقی الفلاح ، باب الاذان ، ص : 110 مطبوعه قدیمی کتب خانه ۔ مراقی الفلاح ، باب الاذان ۔ رد المحتار ، کتاب الصلوة ، باب الاذان ، فائدة التسلیم بعد الاذان ، ج : 1، ص : 429)

قرآن وحدیث اور فقہ کے ثبوت کے بعد بھی اگر کوئی منکر ہو تو وہ اپنی عاقبت کا فیصلہ خود کرے۔

آخری سوال: کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ صلوٰۃ حضور ﷺ کے صدیوں بعد شروع ہوئی۔

جواب: سچ کہتے ہیں کہ نقل را عقل باید۔ (نقل کے لیے عقل چاہیے) جب قرآن، حدیث اور فقہ سے ثابت ہے تو بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ یہ بعد میں شروع ہوئی؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور ائمہ ان حدیثوں پر عمل نہ کرتے ہوں۔ بلکہ صرف اپنی کتابوں میں لکھ دیتے رہے۔ تو کیا ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ کے ماتحت نہیں آئے گا؟

یہ ہے بے ادبوں کی فقاہت کہ جس سے تمام امت قرآن کی وعید و تہدید کی مستحق ہو گئی۔ فعوذ باللہ من ذالک۔

بلکہ کتابوں میں صرف یہ لفظ ہیں کہ مناروں پر چڑھ کر اذان کے بعد آواز سے صلوٰۃ وسلام ... ھ میں شروع ہوئی۔

تعجب ہے کہ خود مینار جو کہ صحابہ کے زمانے تک نہ تھے وہ تو منع اور حرام نہ رہیں۔ اور ان پر چڑھ کر اذان پڑھنا منع، اگر منع ہے تو صرف صلوٰۃ وسلام۔

اسی لئے اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ:

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

بدعت کی تحقیق :

رہا بدعت کہنا تو اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ بدعت کا لفظ عمل صحابہ پر بھی بولا گیا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی بارونق جماعت دیکھ کر فرمایا: ﴿نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ﴾ **ترجمہ**: یہ جماعت تراویح بہترین بدعت ہے۔

موطا امام مالک، کتاب الصلوٰۃ فی رمضان، باب ما جاء فی قیام رمضان، ص [illegible] مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الصلوٰۃ، باب قیام شہر رمضان ج:1، ص:117، حدیث نمبر 1226 مطبوعہ ؟؟)

بلکہ فرض کفایہ پر بھی بدعت کا لفظ بولا گیا ہے۔

دیکھیں انوار الانوار ص ۱۵ پر فرمایا ﴿وَكَذٰلِكَ صَلٰوةُ الْجَنَازَةِ فِي نَفْسِهَا بِدْعَةٌ﴾ ترجمہ: اسی طرح نماز جنازہ اپنی ذات کے درجہ میں بدعت ہے۔

تو کیا نماز جنازہ بھی حرام و منع ہو جائے گی؟ کاش کہ کوئی صاحب زور و بازو یہ فتویٰ بھی جاری کر دیتا کہ چونکہ نماز جنازہ پر بھی لفظ بدعت آیا ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔ تو آپ اس تکلیف سے بھی نجات پا جاتے۔

سوال : اس سے اذان میں اضافہ کرنا لازم آتا ہے۔

جواب: سبحان اللہ!

حضور ﷺ اور فقہاء کرام رحمہم اللہ کو تو یہ فکر لاحق نہ ہوئی۔ اگر ہے تو صرف چودھویں صدی کے ان ملاؤں کو۔

چلو اگر آپ کی بات مان ہی لیں تو کیا اگر اذان کے بعد ایک منٹ وقفہ کر لیا جائے، یا کبھی کبھی چھوڑ دیا جائے، یا آواز میں تبدیلی کر دی جائے تو پھر بھی اذان ہی کا جزو بن جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

﴿ایک اور حربہ﴾

سوال: آج تک تو کوئی بھی نہیں پڑھتا تھا؟

جواب نمبر 1: اگر کوئی حدیث پر عمل ترک کر دے تو کیا اس سے شرعی ممانعت ثابت ہو جائے گی؟

جواب نمبر 2: ضرور پڑھتے تھے مگر چونکہ اونچی آواز سے نہیں لہٰذا آپ سمجھے کہ پڑھتے ہی نہیں تھے۔ اپنی سمجھ کے قصور کو شریعت کا حکم نہ بناؤ۔

سوال : چلو یہ آخر میں ہوا۔ شروع میں کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: قرآن پاک کے عموم اور حدیث نمبر 1 سے۔

چیلنج: آخر میں تمام مانعین کو چیلنج ہے کہ کسی ایک آیت یا حدیث یا فقہی عبارت سے ممانعت صریحہ دکھاویں۔

﴿وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم﴾

نوٹ:۔ اگر کوئی صاحب "اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" کے الفاظ پر اعتراض کرے، یا کہے یہ درود شریف نہیں۔ تو اس کے جواب میں راقم کا مفصل رسالہ "کیا درود شریف صرف ابراہیمی ہے؟" چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے۔

مآخذ ومراجع

القرآن الکریم — مشکوۃ المصابیح

نشر الطیب — مسند البزار

تفسیر ابن کثیر — جلاء الافھام

تفسیر مظھری — الھدایہ

صحیح بخاری — التوضیح والتلویح

صحیح مسلم — نور الانوار

سنن ترمذی — اصول الشاشی

سنن ابی داؤد — حاشیہ طحطاوی

موطا امام مالک — رد المحتار

المستدرک علی الصحیحین — مسند احمد بن حنبل

مسند البزاز — المعجم الاوسط



اذان وتکبیر کے فضائل ومسائل







فضائل اذان

فرمانِ رسول ﷺ:

حدیث نمبر 1: مؤذن قیامت کے دن بلند گردن (یعنی زیادہ امید وار ثواب یا زیادہ معزز) ہوں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الاذان و هرب الشیطان عنه سماعه، ج: 1، ص: 167، حدیث نمبر: 387 قدیمی کتب خانه)

حدیث نمبر 2: اگر لوگ جانتے کہ اذان اور صفِ اوّل میں کیا ثواب ہے اور پھر بغیر قرعہ ان کو موقع نہ ملتا تو قرعہ ڈال کر بھی ضرور موقع حاصل کرتے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاستهام فی الاذان، ج: 1، ص: 86 مطبوعه قدیمی کتب خانه۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوة، باب تسویة الصفوف، ج: 1، ص: 182 مطبوعه قدیمی کتب خانه۔ نسائی۔ موطا امام مالک)

حدیث نمبر 3: جو شخص سات سال تک محض ثواب کیلئے اذان کہے اس کے لئے جہنم سے برات لکھ دی جاتی ہے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الاذان، باب فضل الاذان و ثواب المؤذنین، ص: 53، حدیث نمبر: 727 قدیمی کتب خانه۔ جامع ترمذی، ابواب الصلوة، باب فضل الاذان، ج: 1، ص: 150، حدیث نمبر: 206 مکتبه رحمانیه)

حدیث نمبر 4: اے اللہ مؤذن کی بخشش فرما۔

(جامع ترمذی، ابواب الصلوة، باب الامام ضامن، ج: 1، ص: 151، حدیث نمبر: 207)

حدیث نمبر 5: مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اس کی بخشش کر دی جاتی ہے۔ اور ہر تر و خشک چیز جس نے اس کی آواز سنی اس کیلئے گواہی دے گی۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الاذان، باب فضل الاذان، ص: 53، حدیث نمبر: 724 قدیمی کتب خانه)

حدیث نمبر 6: طالب ثواب موذن اس شہید کی مثل ہے جو کہ خون میں لت پت ہو اور جب مرے گا تو اس کے جسم میں کیڑے نہ پڑیں گے۔

(المعجم الکبیر ،ج:12،ص:322،حدیث نمبر :13554،دار احیاء التراث)

فرمان تابعی رحمۃ اللہ علیہ:

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، جو شخص جنگل میں اذان کہہ کر نماز ادا کرے گا تو اس کے پیچھے پہاڑوں کے برابر فرشتے نماز پڑھیں گے۔

(موطا امام مالک ، کتاب الصلوۃ ،باب النداء فی السفر ،ص:58 ،قدیمی کتب خانہ)

مسائل اذان

قبل از وقت اذان نہ کہی جائے:

حدیث نمبر 1:

حضور ﷺ ایک سفر میں تھے۔ موذن نے (ظہر کی) اذان کہنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈی کرو۔ پھر ارادہ کیا تو پھر یہی فرمایا۔ پھر ارادہ کرنے پر بھی یہی ارشاد ہوا حتی کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا بیشک گرمی کی شدت جہنم کا سانس ہے۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاذان ،باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ ، ج:1،ص:87،88،حدیث نمبر :603 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث نمبر 2:

آپ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا: اچھی طرح صبح واضح ہونے تک اذان نہ کہو۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ ،باب الاذان قبل دخول الوقت ، ج:1،ص:90،حدیث نمبر :534،مکتبہ رحمانیہ)

حدیث نمبر 3:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر سے پہلے اذان کہہ دی تو آپ ﷺ نے لوٹانے کا حکم دیا اور

فرمایا اعلان کرو کہ میں سو گیا تھا۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ ،باب الاذان قبل دخول الوقت ، ج:1،ص:90،حدیث نمبر :532 مکتبہ رحمانیہ)

کتب فقہ میں ہے: اذان قبل از وقت نہ کہی جائے اور اگر کہہ دی گئی تو پھر وقت میں لوٹائی جائے۔

(الھدایہ، کتاب الصلوۃ ،باب الاذان ،ج:1،ص:90 مکتبہ رحمانیہ ۔ البدائع والصنائع ، کتاب الصلوۃ ،باب بیان وقت الاذان ،ج:2،ص:115۔الدر المختار ، باب الاذان ۔بہار شریعت ، باب الاذان ،مسئلہ نمبر :9،ص:465 مکتبۃ المدینہ)

بے وضو اذان مکروہ ہے

حدیث نمبر 1: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے وضو اذان نہ کہی جائے۔

(جامع ترمذی ،ابواب الصلوۃ ،باب ماجاء فی کراھیۃ الاذان بغیر وضوء ، ج:1،ص:148،حدیث نمبر :200)

حدیث نمبر 2: حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اذان کیلئے) وضو حق اور سنت ہے۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاذان ،باب ھل یتبع الموذن فاہ ،ج:1،ص:88)

اور کتب فقہ میں مذکور ہے کہ بغیر وضو اذان مکروہ ہے۔

(الدر المختار ، کتاب الصلوۃ ،باب الاذان ،ج:2،ص:75،دار المعرفہ ۔بہار شریعت ،مسئلہ نمبر :10)

اذان نیک آدمی کہے

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے بہتر آدمی اذان کہے۔

(سنن ابن ماجہ ،ابواب الاذان ،باب فضل الاذان ،ص:53،حدیث نمبر :590)

مستحب یہ ہے کہ سنت کو جاننے والا موذن ہو۔

(الفتاوی الھندیہ ،ج:1،ص:53۔بہار شریعت ،مسئلہ نمبر :19)

داڑھی منڈے آدمی کی اذان مکروہ ہے

اگر ریش بریدہ یا مشت بھر سے کم رکھنے والا ہے تو فاسق ہے اور اس وجہ سے اس کی اذان مکروہ ہوگی۔ فتاوی عالمگیری میں ہے و یکرہ اذان الفاسق۔ (فتاوی نوریہ حصہ اول ص136)

بلند آواز والا اذان کہے

حدیث نمبر 1: حضور ﷺ نے اپنے صحابی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھاؤ۔ اور وہ اذان پڑھیں کیونکہ وہ بلند اور لمبی آواز والے ہیں۔

(جامع الترمذی ،ابواب الصلوۃ ،باب بدء الاذان ،ج: 1،ص:146،حدیث نمبر : 189 مکتبہ رحمانیہ ۔ابن ماجہ ، ص: 51 قدیمی کتب خانہ۔دارمی ،ص: 214)

حدیث نمبر 2: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جب تم نماز کی اذان کہو تو آواز بلند کرو۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاذان ،باب رفع الصوت بالنداء ،ج: 1،ص:85،86،حدیث نمبر:584)

بے تمیز اور ناسمجھ بچے کی اذان مکروہ ہے

(الدر المختار ،ج :2،ص: 75۔بہار شریعت ،مسئلہ نمبر : 16)

قبلہ رُو ہو کر اذان کہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ فرماتے ہیں (کہ فرشتہ) نے قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر، اللہ اکبر آخر اذان تک۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ ،باب کیف الاذان ،ج : 1،ص: 85،حدیث نمبر : 506)

اذان کانوں میں انگلیاں ڈال کر کہے

حدیث نمبر 1: صحابی رسول حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اذان کہتے ہوئے (حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے وقت) دائیں بائیں منہ پھیرتے اور آپ کی دونوں انگلیاں دونوں کانوں میں ہوتیں۔

(سنن ابن ماجہ ، ابواب الاذان ،باب السنہ فی الاذان ،ص: 52،حدیث نمبر: 711)

حدیث نمبر 2: حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کانوں میں انگلیاں ڈال لو۔

(سنن ابن ماجہ ، ابواب الاذان ،باب السنہ فی الاذان ،ص: 52،حدیث نمبر: 710)

عام اذان کے کلمات

اللہ تعالیٰ نے بذریعہ فرشتہ صحابی رسول عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں مسجد نبوی میں اذان سکھائی اور حضور ﷺ نے اسی کا حکم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ○ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ○ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ○ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(ابن ماجہ ،ابواب الاذان ،باب بدء الاذان ،ص: 57،حدیث نمبر : 706۔ سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ ،باب کیف الاذان ،ج: 1،ص: 83،حدیث نمبر : 499)

صبح کی اذان میں زائد الفاظ

حدیث نمبر 1:۔ صبح کی اذان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم زائد کیا تو حضور ﷺ نے اس کو ثابت رکھا۔ (سنن ابن ماجہ ، ابواب الاذان ،باب بدء الاذان ، ص: 51،حدیث نمبر : 707)

حدیث نمبر 2:۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر صبح کی اذان ہو تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم بھی کہو۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الصلوۃ ،باب کیف الاذان ج: 1،ص: 84،حدیث نمبر : 500)

حدیث نمبر 3:۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں صبح کی اذان میں "تثویب" کروں (یعنی مندرجہ بالا الفاظ بڑھاؤں) اور عشاء میں نہ کروں۔

(سنن ابن ماجہ ، باب السنۃ فی الاذان ،حدیث نمبر : 715،ص: 52)

حدیث نمبر 4: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سوتے ہوئے پا کر "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ" کہا تو آپ ﷺ نے اس کو اذان میں داخل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر ہمیشہ کیلئے داخل ہی رہا۔

(اصله في المرجع السابق ،حديث نمبر : 716 وتمامه في البدائع و الصنائع ، ج: 2،ص: [illegible] بيان كيفية الاذان)

ہر اذان مسجد سے باہر کہی جائے

حدیث نمبر 1:۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی نجار کی ایک عورت کے مکان پر صبح کی اذان کہتے تھے جو مکان مسجد کے آس پاس کے مکانوں میں سب سے اونچا تھا۔

(سنن ابی داؤد ،باب الاذان فوق المنارة ،ج: 1،ص: 88،حديث نمبر : 519۔طحطاوی ، ص: 104,103 ،حاشیه کالنحلوی علے مقری، موطاامام مالک ،ص: 58)

حدیث نمبر 2:۔ جمعہ کی پہلی اذان مدینہ طیبہ کے بازار میں مقام زوراء پہ ہوتی تھی۔

(صحيح بخاری ، كتاب الجمعه ،باب الاذان يوم الجمعه ،ج: 1،ص: 124،حديث نمبر : 870)

کتب فقہ کے حوالہ جات

اذان یا تو منارہ پر کہی جائے یا مسجد سے باہر کہی جائے، مسجد میں نہ کہی جائے۔

(الفتاوى الهنديه ،الباب الثاني في الاذان ،الفصل الثاني ، ج: 1،ص: 55، شامی، ج: ا ، ص: 259 ، الواح بارک الله، ص: 118)

مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

(بهشتی زیور ، اشرفعلی تھانوی ص 20)

مسجد میں اذان مکروہ ہے پس اگر وہاں بلند مکان نہ ہو تو فناء مسجد (یعنی مسجد سے باہر کی جگہ) اذان کہی جائے۔

(طحطاوی ص 107 فتح القدیر)

اذان یا تو شہر میں ہوتی ہے یا مسجد سے باہر۔

(کبیری ص 362)

کتب تفسیر کے حوالہ جات

جمعہ کی دوسری اذان حضور ﷺ جب منبر پر تشریف رکھتے تو بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے پر اذان کہتے۔ ایسے ہی صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں۔

(التفسير الكبير ،سورة الجمعه ،آیت :9)

اذان سننے والا جواب دے:

حدیث نمبر 1: حضور ﷺ نے فرمایا، جب تم اذان سنو تو اس کی مثل کہو جو مؤذن کہتا ہے۔

(صحيح بخارى كتاب الاذان ،باب ما يقول اذا سمع المنادى ، ج: 1،ص: 86،حديث نمبر : 586۔ترمذی ج 1 ص 50، مسلم ج 1 ص 166 ۔ ابن ماجه ص 52۔مؤطا امام مالک ج 1 ص 66۔دارمی، ص 217۔ ابوداؤد ص 77۔مؤطا امام محمد ص 82۔مشکوۃ ص 64)

حدیث نمبر 2: حضور ﷺ نے خود ایسے ہی پڑھا۔

(ابن ماجه ص 53، مستدرک حاکم ج 1 ص 204 ۔ مسند امام اعظم مترجم ص 63)

حدیث نمبر 3: ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ! مؤذن ہم پر فضیلت لے جائیں گے تو آپ نے فرمایا: جیسے وہ کہیں ویسے تو بھی کہہ۔ جب فارغ ہو تو سوال کر تجھے عطاء کیا جائے گا۔

(سنن ابی داؤد ، كتاب الاذان ،باب ما يقول اذا سمع الاذان ، ج: 1،ص: 89،حديث نمبر : 524)

حدیث نمبر 4:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔ جب فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو اس کی طرح یقین اور وثوق سے کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(سنن نسائی ، كتاب الاذان ، باب ثواب ذلک ، ج: 1،ص: 109،حديث نمبر : 674 ۔ المستدرک علی الصحيحين ، كتاب الصلوة ، باب الصلوات الخمس ، ج: 1،ص: 321،حديث نمبر : 735)

شہادتین کے وقت فضیلت والے کلمات

حدیث شریف:

حضور ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے مؤذن کی اذان سنتے وقت کہا۔

"وَاَنَا اَشْهَدُاَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا"

تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الاذان، باب مایقال اذا اذن المؤذن، ص: 53، حدیث نمبر: 721 و اللفظ له۔ مسلم ج 1 ص 167۔ مستدرک حاکم ج 1 ص 203۔ ترمذی ج 1 ص 51۔ ابوداؤد ج 1 ص 78۔ مشکوٰۃ ص 65)

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے وقت کلمات

حدیث نمبر 1: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

(بخاری، ص 86 ج 1)

حدیث نمبر 2: جو باقی اذان کی طرح اذان اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کہے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(مسلم ص 167 ج 1، ابوداؤد ص 78 ج 1، مشکوٰۃ المصابیح ص 65)

حدیث نمبر 3: نبی ﷺ جب مؤذن کی اذان سنتے تو اس کی مثل کہتے یہاں تک کہ جب حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کا مؤذن کہتا تو آپ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ آخر تک فرماتے۔

(مسند احمد، حدیث ابی رافع، ج: 1، ص: 9، حدیث نمبر: 23971۔ شرح معانی الآثار، باب ما يستحب للرجل ان يقول اذا سمع الاذان)

حدیث نمبر 4: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اذان کے جواب میں پوری اذان کی اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ آخر تک کہا۔ (سنن

ی، کتاب الاذان، باب القول الذی يقال اذا قال المؤذن حی علی الصلوة، ج: 1، ص: 111، حدیث نمبر: 677)

ٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے:

حدیث شریف: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے پاس بیٹھ کر مؤذن کے ان اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو سنا اور دونوں انگوٹھوں کے ناخن چومنے کے بعد آنکھوں سے لگا، اور کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا تو آپ ﷺ نے فرمایا جس نے اس طرح کیا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو گی۔

(المقاصد الحسنة للسخاوی، حدیث نمبر: 1021)

طحطاوی ص 111 پر علامہ طحطاوی لکھتے ہیں کہ اس قسم کی روایت پر فضائل میں عمل کیا جاتا ہے اور ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں بحوالہ فردوس دیلمی روایت کو نقل کیا اور پھر اس پر لکھا کہ جب اس کا مرفوع ہونا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے تو اس پر عمل کافی ہے۔

(الاسرار المرفوعه، ص: 210، حدیث نمبر: 829 دار الکتب العلمیه)

اور مستحب ہے کہ پہلی دفعہ اشهدان محمّدا رسول الله سنے تو صلی الله علیک یا رسول الله پڑھے۔ اور دوبارہ سننے پر کہے: قُرَّةُ عينى بک يا رسول الله اور پھر کہے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِىْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ دونوں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد۔

(رد المحتار، باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة، ج: 2، ص: 84 بحواله کنز العباد۔ قهستانية ج 1 ص 156۔ طحطاوی ص 111، صلوٰۃ مسعودی ص 84۔ الارم المحطوم ملفوظات مخدوم جهاں گشت ج 1، ص: 304۔ بهار شریعت، باب الاذان، مسئله نمبر: 64۔ تفسیر روح المعانی، پ 22، ص: 228)

نیز صلوٰۃ عجمی اور محیط برهانی، قوت القلوب، وغیرہ سے کئی زائد روایات نقل کیں۔

سوال: امام قاری علیہ الرحمۃ نے المقاصد الحسنہ میں لکھا کہ یہ حدیث مرفوع صحیح نہیں۔ نیز

شرح یمانی میں لکھا ہے کہ انگوٹھوں کا چومنا اور پھر آنکھوں پر رکھنا مکروہ ہے کیونکہ کسی صحیح [illegible]
نہیں آیا۔

جواب: حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ اسی تفسیر کے اسی مقام یعنی [illegible]
ص 229 پر اس سوال کا جواب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ علماء سے حدیث ضعیف [illegible]
کرنا عملیات میں ثابت ہے۔

لہٰذا اگر حدیث مذکورہ مرفوع صحیح نہ بھی ہو تو اس سے ترک عمل لازم نہیں ہے اور علماء [illegible]
نے اس کو مستحب کہہ کر بالکل صحیح فیصلہ کیا۔ اور ہمارے لئے تو امام کی کا قوت القلوب میں [illegible]
ہی کافی ہے۔ انتہیٰ بلفظہ

میں کہتا ہوں اس لئے حدیث کے مرفوع صحیح نہ ہونے سے ترک عمل لازم نہیں آتا [illegible]
کے بعد صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، ضعیف نیز موقوف صحیح وغیرہ حدیث کی اقسام باقی [illegible]
ہے جن میں سے ہر ایک قسم سے فضائل اور عملیات میں بلکہ فرائض تک بھی ثابت ہوتے ہیں۔
(مقدمہ مشکوۃ شاہ عبدالحق دهلوی، مقدمہ مسلم علامہ جرجانی [illegible]
للفتاوی تفسیر مظهری وغیرہ)
(تفصیل کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ منیر العین فی حکم [illegible]
الابھامین فتاوی رضویہ، ج:5، ص:429 ملاحظہ فرمائیں)

اذان سننے والا درود شریف پڑھ کر دعا کرے

حدیث شریف: حضور ﷺ نے فرمایا، جب تم موذن کو اذان کہتے ہوئے سنو تو [illegible]
اسی کی مثل کہو پھر مجھ پر درود شریف پڑھو، کیونکہ جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس
پر 10 رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے (مقام) وسیلہ کی دعا کرو۔ بیشک جنت میں [illegible]
مقام ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے ایک ہی بندے کو ملے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ [illegible]

[illegible] لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

[illegible] کتاب الصلوۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، ج: 1، ص: 166، حدیث
[illegible] جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب فضل النبی، ج: 2، ص: 679، حدیث نمبر:
[illegible] ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب مایقول اذا سمع المؤذن، ج: 1، ص:
[illegible] نمبر: 523۔ مشکوۃ ص 64۔ ابن کثیر ج 6 ص 93۔ نشر الطیب ص 153
[illegible] ص 50۔ تفسیر مظهری ج 3 ص 456۔ شامی ج 1 ص 267)

[illegible] شرح مسلم میں اس حدیث پر لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے اذان کے جواب کے
[illegible] اور دعا پڑھنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

موذن درود شریف پڑھ کر دعا کرے

[illegible] باب الاذان، مطلب فی کراهة تکرار الجماعة، ج: 2، ص: 84، بهار شریعت
[illegible] 41، بهشتی زیور، اشرف علی تهانوی حصه 11 ص 21)

[illegible] الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ بھی
[illegible] درود شریف ہے مزید تحقیق کیلئے دیکھیں بندہ کا رسالہ مسمّی "کیا درود شریف
[illegible] ہے"

موذن اور ہر سننے والا مرد و عورت اذان کے بعد دعا کرے

[illegible] اذان سن کر اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ
[illegible] الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ تو اس
[illegible] حلال ہو جائے گی۔

[illegible] بخاری، کتاب الاذان باب الدعاء عند النداء، ج: 1، ص: 86، حدیث نمبر:
[illegible] ص 51)

ساتھ ساتھ وہی کلمات فرمانے لگے۔ جب بلال ﷺ نے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا۔ (خلاصہ حدیث)

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب ما یقول اذا سمع الاقامۃ، ج:1، ص:89، حدیث نمبر :528)

تکبیر بیٹھ کر سنیں

حدیث نمبر 1: حضور ﷺ نے فرمایا: جب تکبیر کہی جائے تو مجھے دیکھنے تک نہ اٹھو۔

(صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب متی یقوم الناس اذا رأوا الامام، ج: 1، ص: 88، حدیث نمبر :611، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب متی یقوم الناس للصلاۃ، ج: 1، ص: 220، حدیث نمبر :13951، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی وغیرہ)

حدیث نمبر 2: حضرت بلال ﷺ تکبیر نہ کہتے جب تک آپ ﷺ گھر سے نہ نکلتے، جب آپ نکلتے تو آپ کو دیکھ کر تکبیر کہتے۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب متی یقوم الناس، ج:1، ص: 221، حدیث نمبر :1400)

اس حدیث پر امام نووی شرح میں لکھتے ہیں (بحوالہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ) کہ بلال ﷺ چونکہ منتظر ہوتے تھے لہٰذا وہ پہلے دیکھ لیتے اور تکبیر شروع کرتے اور باقی لوگ بعد میں دیکھ کر کھڑے ہوتے۔ اور مصلے پر تشریف لانے تک صف درست ہو جاتی۔

نیز امام نووی فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور کوفہ کے دیگر بزرگوں نے فرمایا کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ سے پہلے کھڑے نہ ہوں (یعنی اگر امام پہلے سے موجود ہو)۔

(المرجع السابق، وذکر هذا غیرہ من العلماء انظر عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج:8، ص: 212، باب متی یقوم الناس، فتح الباری، ج:2، ص: 130)

حدیث نمبر 3: جب بلال رضی اللہ عنہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہتے تو آپ ﷺ اٹھ

کر تکبیر تحریمہ فرماتے۔

(السنن الکبری للبیهقی، کتاب الصلوۃ، باب من زعم انه یکبر قبل فراغ المؤذن ج 2، ص: 22، حدیث نمبر : 2390، دار الباز، فیض القدیر شرح جامع صغیر، ج 5، ص: 195، حدیث نمبر : 6762، دار الکتب العلمیه)

کتب فقہ

امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ: جب مُکَبِّر، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہے تو کھڑے ہوں۔

(حاشیہ کاندھلوی علیٰ مؤطا امام مالک ج1 ص56، حاشیہ نمبر :1)

جب (مُکَبِّر) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہے تو امام اور جماعت کھڑی ہو

(مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، باب الاذان، ج: 1، ص: 78، بدر المنتقی شرح ملتقیٰ ص 78 اور الوقایہ ج1 ص16)

اور جب آدمی تکبیر کے وقت (مسجد) میں داخل ہو تو اس کیلئے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مُکَبِّر، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کو پہنچے تو کھڑا ہو اور اگر امام و قوم مسجد میں ہوں تو امام اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک مُکَبِّر، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ تک نہ پہنچے ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

(الفتاوی الهندیه، الفصل الثانی فی کلمات الاذان ج: 1، ص: 57، نورانی کتب خانه، مزید دیکھیں فتاوی رضویه، ج: 5، ص: 380 مطبوعه رضا فاؤنڈیشن جامعه نظامیه رضویه لاهور)

وما علینا الا البلاغ المبین

﴿المرتب﴾

ابو الفضل محمد اللہ دتہ سیالوی کان اللہ لہ

مآخذ ومراجع

تفسیر مظهری		رد المختار
صحيح بخاری		نور الایضاح
صحیح مسلم		طحطاوی
جامع ترمذی		الهدایه
سنن ابی داؤد		فيض القدير
سنن نسائی		وقایه
سنن ابن ماجه		شامی
المستدرک علی الصحیحین		الدر المختار
موطا امام مالک		فتاوی هندیه
المعجم الكبير		مجمع الانهر
مسند احمد		جلاء الافهام
السنن الكبرى للبيهقي		بهار شریعت
المعجم الكبير		فتاوی نوریه
المقاصد الحسنه للسخاوی		بهشتی زیور
الاسرار المرفوعه		نشر الطيب

دعا بعد از نمازِ جنازہ کا ثبوت



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصدیق

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت

بڑے وثوق سے تصدیق کی جاتی ہے

حضرت علامہ ابوالفضل مولانا محمد اللہ دتہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ

نے مسئلہ دعا بعد الجنازہ

کے جواز کو براہین قاطعہ سے مزین و مدلل فرمایا ہے۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء

اَلْمُصَدِّق

عبدہ العاصی مفتی محمد رفیق سیالوی عفی عنہ

ناظم جامعہ عربیہ رضویہ علوم المرتضیٰ (رجسٹرڈ) ملتان



ہمارا دعویٰ: نماز جنازہ کے بعد دعا قرآن پاک، حدیث شریف، فعل صحابہ رضی اللہ عنہم اور روایات فقہیہ سے ثابت ہے۔ قرآن پاک کی کسی ایک آیت کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے، کسی حدیث صحیح بلکہ ضعیف کے ایک فقرہ بلکہ ایک لفظ سے کسی صحابی کے قول و فعل اور کسی اہل سنت عالم کے قول سے اس کی ممانعت ثابت نہیں۔

اور اگر فقہ کی کسی عبارت میں ممانعت ہے تو وہ معتزلی کی طرف سے اہل سنت کی کتابوں میں داخل کی گئی ہے۔ یا کم از کم وہ (عبارت) قرآن، حدیث، عمل صحابہ کے متصادم و مخالف ہونے کی وجہ سے مردود، یا قرآن و حدیث و روایات معتبرہ کے مفہوم پر محمول ملاحظہ ہو!

قرآن کریم سے استدلال

آیت نمبر 1: قرآن پاک پارہ ۲۴ رکوع نمبر ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ﴾

ترجمہ: تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعائیں کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔

استدلال: قرآن پاک کی یہ آیت مطلق ہے۔ یعنی اس میں کسی وقت، جگہ اور مقام کی تخصیص نہیں۔ اور جب تک کسی آیت یا حدیث صحیح سے کسی وقت، جگہ یا مقام کی ممانعت ثابت نہ ہو اس وقت تک کسی وقت، جگہ، میں دعا کو منع کرنا قرآن پاک پر زیادتی ہے۔ جو ممنوع ہے۔ بلکہ ایک آدھی حدیث سے بھی ممانعت ثابت نہ ہوگی جب تک مشہور یا متواتر نہ ہو۔

(اصول الشاشی، البحث الاول فی کتاب اللہ، فصل فی المطلق والمقید، ص: 20، 25 مطبوعہ

مکتبہ البشریٰ۔ نور الانوار 'بحث عموم النکرۃ الموصوفۃ' ص: 79 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی۔ التوضیح والتلویح 'القسم الاول فی الادلۃ الشرعیۃ' الرکن الاول القرآن 'فصل حکم المطلق والمقید' ج: ۱' ص: 116 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

آیت نمبر2: قرآن پاک پارہ نمبر 2 رکوع نمبر 7 میں فرمان باری ہے:

﴿ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ﴾

ترجمہ: جب بھی مجھے کوئی پکارے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں واضح طور پر ذکر فرما دیا کہ جس وقت اور جب بھی بغیر کسی پابندی کے مجھ سے دعا کرو میں قبول کرتا ہوں۔

غور فرمایئے!! اللہ تعالیٰ تو ہر وقت اجازت دے اور ہم بغیر کسی قرآنی دلیل اور حدیث کے اس کو منع کریں۔ کیا یہ درست ہوگا؟

ع خود بدلتے نہیں، گر ہم کہیں گے تو گلہ ہوگا

احادیث سے ثابت ہے کہ بعض صحابہ نے سوال ہی یہ کیا تھا کہ: ہم کس وقت خدا تعالیٰ سے دعا کریں؟ تو جواب میں مندرجہ بالا آیت اتریں۔

(تفسیر در منثور، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 194)

آیت نمبر3: قرآن پاک پارہ نمبر 30 رکوع نمبر 19 ارشاد ربانی ہے

﴿ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴾

ترجمہ: پس جب آپ فارغ ہوں تو محنت سے دعا کریں۔

حضور ﷺ کے چچازاد بھائی حبر الامہ، مفسر قرآن سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔

﴿ فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْ صَلٰوتِكَ فَاجْتَهِدْ فِي الدُّعَاءِ ﴾

ترجمہ: پس آپ جب اپنی نماز سے فارغ ہوں تو دعا میں محنت کوشش کریں۔ (الکشاف

للزمخشری اسی آیت کے تحت)

لیجئے جناب والا یہ ہے!

خاندان نبوت کی تفسیر

جس میں مطلق فرمایا کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی دعا میں محنت کرو اب نہ تو کسی فرض کی قید ہے نہ نفل کی، نہ سنت، واجب کی بلکہ یہ الفاظ تو ہر نماز کو شامل ہیں جس میں نماز جنازہ بھی داخل ہے۔ مزید معتبر تفاسیر کے حوالہ جات۔

تفسیر مدارک: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْ صَلٰوتِكَ فَاجْتَهِدْ فِي الدُّعَاءِ﴾

(مدارک التنزیل و حقائق التاویل للنسفی' ج: 4' ص: 347)

تفسیر جلالین: (فَإِذَا فَرَغْتَ) مِنَ الصَّلٰوةِ (فَانْصَبْ) اِتْعَبْ فِي الدُّعَاءِ

(تفسیر جلالین' ص: 502، قدیمی کتب خانہ)

تفسیر روح البیان: حضرت قتادہ اور ضحاک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلٰوةِ فَانْصَبْ فِي الدُّعَاءِ۔

تفسیر مظہری: حضرت ابن عباس، قتادہ، ضحاک، مقاتل رضی اللہ عنہم سے یہ معنی بیان کئے گئے کہ "جب فرض نماز یا مطلق نماز سے فارغ ہو تو دعا کرنے کیلئے محنت کر اور اپنے رب سے مانگنے کی طرف راغب ہو۔"

آیت نمبر4: پارہ نمبر 28 رکوع نمبر 4 میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی ایک نشانی ذکر فرمائی کہ ﴿ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴾

ترجمہ: وہ لوگ ہیں جو کہ کہتے ہیں یا اللہ ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی بخشش فرما جو کہ ہم سے پہلے با ایمان چلے گئے"

دیکھئے اس آیت میں بھی کسی وقت کی پابندی نہیں۔

احادیث سے استدلال

حدیث نمبر 1: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا ہی اور خالص عبادت ہے۔

(سنن ترمذی 'ابواب الدعوات 'باب ما جاء فی فضل الدعاء' ج: 2 'ص: 648 مکتبہ رحمانیہ۔ سنن ابن ماجہ 'ابواب الدعاء 'باب فضل الدعاء 'ص: 271 قدیمی کتب خانہ۔ سنن ابی داؤد 'باب الدعاء' ج: 1 'ص: 218 مکتبہ رحمانیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح 'کتاب الدعوات' حدیث نمبر 2123' ج: 1 'ص: 197 مکتبہ رحمانیہ۔ السنن الکبریٰ 'حدیث نمبر: 11464 'مسند عبد اللہ بن المبارک 'حدیث نمبر: 73۔ المستدرک علی الصحیحین 'حدیث نمبر: 1802۔ صحیح ابن حبان' حدیث نمبر: 890 'مسند احمد بن حنبل' حدیث نمبر: 18410)

ناظرین سوچئے! کہ جس چیز کو حضور ﷺ نری اور خالص عبادت فرمائیں ہم اس کو منع کریں اور وہ بھی محض قیاس باطل سے تو ہم نے کون سا کروا رادا کیا؟

حدیث نمبر 2: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

(سنن الترمذی 'ابواب الدعوات' باب ماجاء فی فضل الدعاء' ج: 2 'ص: 647۔ مشکوٰۃ المصابیح 'کتاب الدعوات' حدیث نمبر: 2124' ج: 1 'ص: 197۔ المعجم الاوسط 'ج: 2 'ص: 293' حدیث نمبر: 3196 مطبوعہ دار الحرمین القاہرہ۔ کنز العمال 'ج: 2 'ص: 62' حدیث نمبر: 3114 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

اب فرمائیں! کہ جب نماز کے بعد دعا نہیں کریں گے تو وہ بغیر مغز چھلکا ہوگی یا نہیں؟ اور جو چھلکا تو لے لے اور مغز چھوڑ دے وہ عقل کے کس درجہ میں ہے؟

حدیث نمبر 3: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ إِنَّهٗ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ

يَغْضَبْ عَلَيْهِ

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی 'ابواب الدعوات' باب منہ' ج: 1 'ص: 648' حدیث نمبر: 3373۔ مشکوٰۃ المصابیح 'کتاب الدعوات' حدیث نمبر: 2130' ج: 1 'ص: 197۔ کنز العمال 'ج: 2 'ص: 63' حدیث نمبر: 3126۔ الادب المفرد (امام بخاری کی کتاب) ج: 1 'ص: 229' حدیث نمبر: 658 مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

اب خود فیصلہ کریں کہ دعا نہ کریں تو خداوند قدوس ناراض اور اگر کریں تو یار لوگ۔ تو کس کی بات پر عمل کریں؟

سوال: نہیں جناب یہ تو عام دعا کی بات ہے۔ ہمیں تو خاص جنازہ کے بعد حضور ﷺ کا حکم دکھائیں۔

جواب نمبر 1: اول تو یہ سوال ہی لغو ہے۔ کیونکہ شروع میں بحوالہ عرض کیا جا چکا ہے کہ جب تک کوئی آیت، حدیث صحیح، بلکہ مشہور یا متواتر منع نہ کرے اس وقت تک عام اپنے حکم پر ہر جگہ جاری ہوگا۔

جواب نمبر 2: چلو ہم دکھا ہی دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنازہ کے بعد دعا کا حکم فرمایا ہے۔ ایک نہیں بلکہ کئی جنازوں کے بعد۔

حدیث نمبر 4: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لئے اخلاص سے دعا کرو۔

(سنن ابن ماجہ 'ابواب ما جاء فی الجنائز' ص: 107' حدیث نمبر: 1497۔ سنن ابی داؤد 'کتاب الجنائز 'باب الدعاء للمیت' ج: 2 'ص: 102' حدیث نمبر: 3199۔ مشکوٰۃ المصابیح'

احادیث سے استدلال

حدیث نمبر 1: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دعا ہی اور خالص عبادت ہے۔

(سنن ترمذی 'ابواب الدعوات 'باب ما جاء فی فضل الدعاء 'ج: 2'ص: 648مکتبہ رحمانیہ۔ سنن ابن ماجہ 'ابواب الدعاء 'باب فضل الدعاء 'ص: 271قدیمی کتب خانہ۔ سنن ابی داؤد 'باب الدعاء 'ج: 1' ص: 218مکتبہ رحمانیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح 'کتاب الدعوات 'حدیث نمبر 2123' ج: 1'ص: 197مکتبہ رحمانیہ ۔السنن الکبریٰ 'حدیث نمبر: 11464'مسند عبد اللہ بن المبارک 'حدیث نمبر: 73۔ المستدرک علی الصحیحین' حدیث نمبر: 1802۔صحیح ابن حبان' حدیث نمبر: 890' مسند احمد بن حنبل ' حدیث نمبر: 18410)

ناظرین سوچئے! اگر جس چیز کو حضور ﷺ نری اور خالص عبادت فرمائیں ہم اس کو منع کریں اور وہ بھی محض قیاس باطل سے تو ہم نے کون سا کردار ادا کیا؟

حدیث نمبر2: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

(سنن ترمذی ' ابواب الدعوات ' باب ماجاء فی فضل الدعاء 'ج: 2'ص: 647۔ مشکوٰۃ المصابیح ' کتاب الدعوات ' حدیث نمبر: 2124' ج: 1' ص: 197۔ المعجم الاوسط' ج: 2' ص: 293' حدیث نمبر: 3196مطبوعہ دار الحرمین القاھرہ ۔ کنز العمال ' ج: 2' ص: 62' حدیث نمبر: 3114مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ)

اب فرمائیں اگر جب نماز کے بعد دعا نہیں کریں گے تو وہ بغیر مغز چھلکا ہوگی یا نہیں؟ اور جو چھلکا تو لے لے اور مغز چھوڑ دے وہ عقل کے کس درجہ میں ہے؟

حدیث نمبر 3: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ إِنَّهُ مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰہَ

يَغْضَبْ عَلَيْهِ

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: جو شخص اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

(سنن ترمذی ' ابواب الدعوات ' باب منہ ' ج: 1' ص: 648' حدیث نمبر: 3373۔مشکوٰۃ المصابیح ' کتاب الدعوات ' حدیث نمبر: 2130' ج: 1' ص: 197۔ کنز العمال ' ج: 2' ص: 63' حدیث نمبر: 3126۔الادب المفرد (امام بخاری کی کتاب) ج: 1' ص: 229' حدیث نمبر: 658مطبوعہ دار البشائر الاسلامیہ بیروت)

اب خود فیصلہ کریں کہ دعا نہ کریں تو خدا وند قدوس ناراض اور اگر کریں تو یار لوگ۔ تو کس کی بات پر عمل کریں؟

سوال: نہیں جناب یہ تو عام دعا کی بات ہے۔ ہمیں تو خاص جنازہ کے بعد حضور ﷺ کا حکم دکھائیں۔

جواب نمبر 1: اول تو یہ سوال ہی لغو ہے۔ کیونکہ شروع میں بحوالہ عرض کیا جا چکا ہے کہ جب تک کوئی آیت، حدیث صحیح، بلکہ مشہور یا متواتر منع نہ کرے اس وقت تک عام اپنے حکم پر ہر جگہ جاری ہوگا۔

جواب نمبر 2: چلو ہم دکھا ہی دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنازہ کے بعد دعا کا حکم فرمایا ہے۔ ایک نہیں بلکہ کئی جنازوں کے بعد۔

حدیث نمبر4: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لئے اخلاص سے دعا کرو۔

(سنن ابن ماجہ ' ابواب ما جاء فی الجنائز ' ص: 107' حدیث نمبر: 1497۔ سنن ابی داؤد ' کتاب الجنائز ' باب الدعاء للمیت ' ج: 2' ص: 102' حدیث نمبر: 3199۔مشکوٰۃ المصابیح '

کتاب الجنائز 'باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا' ج: 1'ص: 148'حدیث نمبر 1582۔صحیح ابن حبان 'کتاب الجنائز 'باب المریض وما یتعلق بہ' ج: 7'ص: 345'حدیث نمبر: 3076۔السنن الکبری للبیھقی 'کتاب الجنائز' ج: 4'ص: 40'حدیث نمبر 6755مطبوعہ مکتبہ دار الباز مکہ مکرمہ)

سوال: یہ تو نماز جنازہ میں دعا کرنے کا حکم ہے نہ کہ بعد؟

جواب: عربی کے ایک طالب علم پر بھی یہ بات واضح ہے کہ اذا "اسم" شرط ہے اور "ف" حرف جزاء۔ اور شرط مقدم ہوتی ہے اور جزاء بعد میں نہ کہ شرط میں داخل اور اس کا جز۔

(الفوائد الضیائیہ المعروف شرح جامی ' ص: 233 اور حاشیہ ملا عبد الغفور وغیرہ)

مثال: قرآن پاک میں ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (پارہ نمبر 6 رکوع نمبر 6)

ترجمہ: اگر تم جنبی ہو تو طہارت حاصل کرو۔

بقول آپ کے اگر جزاء کو شرط میں داخل کریں تو معنی یوں ہوگا اگر تم جنبی ہو تو جنبی ہونے میں طہارت حاصل کرو۔۔ یعنی ادھر جنبی ہوتے ادھر پاک ہوتے رہو۔ یا یہی کہیں کہ اگر ہوا خارج ہو تو وضو کرلو۔ بقول آپ کے معنی ہوگا ادھر ہوا خارج ہوتی رہے ادھر تم وضو کرتے رہو۔

خود ہی فرمائیں کیا یہ درست ہوگا؟

حدیث نمبر 5: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ وَمَعَہٗ قَوْمٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ ثَانِیًا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ ﷺ اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَا تُعَادُ وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَہٗ

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پڑھایا۔ جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جاتا (دوبارہ نہیں پڑھی جاتی) لیکن تم میت کے لیے دعا اور استغفار کرو!

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ' کتاب الصلوۃ فصل بیان فرضیۃ صلوۃ الجنازۃ و کیفیۃ فرضیتھا' ج: 2'ص: 285مطبوعہ بیروت۔ المحیط البرھانی ' کتاب الصلوۃ فصل فی الجنائز ' ج: 2'ص: 3مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث نمبر 6: آسانی کے لئے صرف ترجمہ ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: جب موتہ میں جنگ شروع ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ کے سامنے شام تک جگہ روشن کردی گئی اور آپ اس جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جھنڈا زید بن حارثہ نے لیا، پھر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ اور آپ ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھا اور دعا کی۔ اور فرمایا اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں دوڑتا ہوا داخل ہوگیا۔ پھر جھنڈا جعفر ابن ابی طالب نے لیا۔ اور وہ بھی جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ اور آپ ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھا اور دعا کی اور فرمایا: اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو، وہ جنت میں جہاں چاہے پروں سے اڑتا ہوا داخل ہوگا۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الرجل ینعی الی اھل المیت بنفسہ، ج: 12، ص: 162۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیھا، حدیث نمبر: 1652 کے تحت، ج: 4، ص: 122 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ۔ المغازی للواقدی، فصل غزوۃ موتہ، ج: 1، ص: 763۔ الطبقات لابن سعد، ج: 3، ص: 46، مطبوعہ دار صادر بیروت)

لیجئے حضور! آپ تو ایک جنازہ کے بعد دعا کا مطالبہ فرمارہے تھے۔ یہاں تو آپ کی تسکین طبع کے لئے "یک نہ شد دو شد" والا معاملہ ہوگیا۔

ع صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

سوال: اس دعا سے مراد جنازہ کے اندر کی دعا ہے۔

جواب: نہیں جناب! کیونکہ اس صورت میں واؤ یا تو حالیہ ہوگی یا تفسیریا اور یہ دونوں [illegible]
کیونکہ دونوں صورتوں میں پورے جنازہ کا میت کیلئے دعا ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ جنازہ [illegible]
اس کیلئے دعا نہیں بلکہ چار تکبیریں، ثناء، درود شریف آخر میں دعا بھی ہے۔

بلکہ واؤ یا تو مستانفہ ہے یا محض عاطفہ دونوں صورتوں میں دعا کا جنازہ کے علاوہ ہونا ثابت ہے۔
نیز صحابہ کو بعد میں استغفار کا حکم دینا ایک بین ثبوت ہے۔

ذرا باطنی آنکھوں سے دل کے دریچے کھول کر تو دیکھو نسیم صبح گاہی کی لذت آشنائی ہوئی ہے یا نہیں؟

ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

باوجود واضح وقاطع براہین کے پھر بھی تذبذب کا عالم ہے تو آیئے ہم اس کو صاف الفاظ سے ثابت کیے دیتے ہیں کہ دعا نماز جنازہ کے بعد تھی۔

حدیث میں صراحت

کچھ احادیث میں اس واقعہ میں یہ الفاظ ہیں "ثُمَّ قَالَ اِسْتَغْفِرُوْا"

ترجمہ: پھر فرمایا کہ اس کیلئے استغفار کرو۔

(المواہب اللدنیہ، المقصد الثامن، الفصل الثالث فیما اخبار من الغیوب ۔ المغازی للواقدی، فصل غزوۃ موتہ، ج: 1، ص: 762)

لفظ ثُمَّ ایک چیز کے بعد دوسری کے ہونے کو ثابت کرتا ہے۔

سوال: یہ حدیث ضعیف ہے؟

جواب نمبر 1: یہ حدیث ضعیف نہیں کیونکہ یہ معتبر علماء جس کو قبول کر لیں تو وہ حسن ہو جاتی ہے۔

(التعقبات علی الموضوعات للسیوطی، ص:12، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ نیز مقدمہ مشکوٰۃ

[illegible] نخبۃ الفکر وغیرہ)

اس حدیث کو ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے مرقاۃ میں درج کیا۔
اس کے علاوہ، کبیری، فتح القدیر، نصب الرایہ، شرح منیہ، ذیلی شرح کنز، نور الہدایہ، مواہب لدنیہ وغیرہ میں قبول کیا (جیسا کہ حدیث نمبر 6 کے تحت حوالہ جات مذکور ہوئے)۔

جواب نمبر 2: ضعیف حدیث سے بھی احکام ثابت ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اس کو تائید حاصل ہو۔ دیکھیں غسل عیدین حضور ﷺ کے ضعیف ارشاد سے ثابت ہے۔ (مالنت بالسنۃ ص312) باوجود اس کے سنت ہے۔ کیونکہ صحابہ کے قول اور قیاس سے تائید حاصل ہے۔

عمل صحابہ سے استدلال

اثر نمبر 1) حضرت عبداللہ بن سلام سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر بعد از نماز جنازہ پہنچے اور فرمایا کہ: اِنْ سَبَقْتُمُوْنِیْ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالدُّعَاءِ.

ترجمہ: اگر تم نے مجھ سے پہلے ان پر جنازہ پڑھ لیا ہے تو مجھ سے پہلے دعا نہ کرنا۔

(المبسوط، کتاب الصلوۃ، باب غسل المیت، ج: 2، ص: 447۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الصلوۃ، فصل بیان فریضۃ طہارۃ الجنازۃ وکیفیۃ فرضیتہا، ج: 1، ص: 286)

اثر نمبر 2) رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہم اَنَّهُمَا فَاتَتْهُمَا الصَّلٰوۃُ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا حَضَرَا مَا زَادَا عَلَی الْاِسْتِغْفَارِ لَهٗ.

ترجمہ: مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ایک جنازہ میں شریک نہ ہو سکے جب تشریف لائے تو میت کے لئے استغفار پر اضافہ نہیں کیا۔ (یعنی فقط دعائے مغفرت کی) (المرجع السابق)

اس سے ثابت ہوا کہ ایک نہیں بلکہ سارے صحابہ کا یہی عمل تھا۔

اقوالِ فقہاء سے استدلال

حوالہ نمبر: 1) فقہ حنفی کی کتاب کشف الغطاء میں ہے

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است و ہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصہ۔

ترجمہ: فاتحہ اور دعا میت کیلئے دفن سے پہلے درست ہے اور اسی روایت پر عمل ہے۔ ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔

حوالہ نمبر: 2) زاد الآخرۃ از نہر الفائق شرح کنز الدقائق سے نقل کرکے فرمایا بعد از سلام بخواند اللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ ترجمہ: سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھے یا اللہ ہمیں اس کے صدمے پر صبر کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور ہمیں اس کے بعد فتنہ میں مبتلا نہ کرنا۔

مخالفین کی گواہی

نمبر 1) ذیل الخیرات، مصنفہ مفتی کفایت اللہ دیوبندی جو کہ تعلیم الاسلام کے مصنف ہیں، رقم طراز ہیں کہ "دعا قبل کسر صفوف نہیں اور بعد کسر صفوف جائز ہے"۔

یعنی صفیں توڑنے کے بعد دعا جائز ہے۔

نمبر 2) صحیح مسلک، مصنفہ شمس الحق افغانی دیوبندی اپنے اس رسالہ میں مفتی صاحب کی یہ عبارت نقل کرکے لکھتے ہیں کہ "یہ تطبیق درست ہے کہ دعا بعد صلوٰۃ الجنازہ میں ممانعت کی وجہ شبہ تحریف ہے کہ کہیں عوام نماز جنازہ کے ساتھ دعا کو ضروری نہ سمجھ لیں"۔

نمبر 3) مظاہر حق ترجمہ و شرح مشکوٰۃ شریف جلد نمبر 2 ص 55 میں ہے کہ "یہ زیادتی نہ ہو تو مختصر دعا مانگ جائے تو مکروہ بھی نہیں"۔

سوال نمبر 1) "محیط" میں ہے اِنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ مَکْرُوْہٌ (یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

جواب: محیط میں اصل عبارت اس طرح ہے کہ: قنیہ میں زاہدی نے کہا عن ابی بکر بن ان الدعا آخر تک اور زاہدی معتزلی ہے جار اللہ زمخشری کا شاگرد ہے، وہ بھی معتزلی ہے۔
درمختار اور شامی میں اس کی نشاندہی کی گئی ہے۔
اور اس کی "قنیہ" بھی غیر معتبر ہے:

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں! القنیہ مشہور بضعف الروایۃ۔

علامہ طحطاوی نے فرمایا۔ القنیۃ لیست من کتب المذہب المعتمدۃ۔

عقود الدرایۃ میں ہے ذَکَرَ ابْنُ وَھْبَانَ اَنَّہٗ لَا یُلْتَفَتُ اِلٰی مَا نَقَلَہٗ یعنی قنیہ ضعف روایت میں مشہور ہے۔ یہ کتاب معتبر کتابوں سے نہیں۔ جو یہ نقل کرے اسکی طرف توجہ نہیں کی جائے گی۔

سوال نمبر 2) شمس الائمہ حلوائی کا قول ہے "لَا یَقُوْمُ الرَّجُلُ بِالدُّعَاءِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ"

"کافی شرح وافی" اور "قنیہ" میں ہے لا یقوم بالدعاء بعد صلوۃ الجنازہ لا یشبہ الزیادہ فیہا

کشف الغطاء میں ہے: قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا۔

جامع الرموز میں ہے "لا یقوم داعیالہ"

اسی طرح ذخیرہ کبری، خلاصہ الفتاوی، فتاوی بزازیہ وغیرہ میں ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے لا یدعوہ للمیت بعد صلوۃ الجنازہ لا نہ یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنازہ

حاصل سب کا یہ ہے کہ جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا نہ کرے۔ کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

جواب نمبر 1) جب قرآن اور حدیث سے ثابت ہو چکا تو اس کے مقابلہ میں کسی کے قول کا اعتبار نہیں۔

جواب نمبر 2) قاعدہ ہے کہ جب کلام میں کوئی قید ہو تو حکم قید پر لگتا ہے۔

اب اس کلام میں کھڑے ہو کر دعا کرنے کی ممانعت ہے اور مرقاۃ میں مشابہت کی وجہ سے ممانعت ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ: اگر کوئی بیٹھ کر دعا کرے تو منع نہیں کیونکہ زیادتی محسوس نہ ہوگی، اور اگر کھڑا رہے مگر صفیں توڑ دے تو بھی حرج نہیں، کیونکہ مشابہت زیادتی کی نہیں رہتی۔ نہ کہ مطلق دعا منع ہے۔

مثال نمبر: 1) جیسے کوئی کہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے۔ تو اس کے معنی یہ نہ ہوں گے کہ سرے سے پیشاب کرنا ہی منع ہے، بلکہ کھڑا ہونے کی قید کے ساتھ۔

مثال نمبر:2) یا جیسے فقہ و حدیث میں ہے کہ سنت وغیرہ فرض سے ملا کر نہ پڑھے تو اس کے معنی یہ نہیں کہ سنتیں سرے سے نہ پڑھے بلکہ علیحدہ کر کے پڑھے یا جگہ بدل لے یا کوئی ذکر کرے۔

جواب نمبر 3) وعن الفضلی لا باس به امام فضلی سے منقول ہے کہ جنازہ کے بعد دعا میں کوئی حرج نہیں۔

(و منحة الخالق جلد نمبر 2، صفحه نمبر 183 مكتبه ماجديه كوئٹه)

نوٹ: امام فضلی امام محمد کے شاگرد ہیں جن کے مقابلے میں کسی بعد میں آنیوالے قول کا اعتبار نہیں (شامی جلد اول)

مزید تفصیل کیلئے مجدد دین و ملت حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "بَذْلُ الجَوَائِز علی الدُّعاءِ بَعْدَ صَلاةِ الجنائِز" (فتاویٰ رضویہ، ج: 9)

اور مولانا ابو الصالح فیض احمد اویسی صاحب کا رسالہ "دعا بعد نماز جنازہ کا ثبوت" دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف کی توفیق عطا فرمائے۔

وَمَا تَوْفِيقِى إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

راقم

غبار راہ سیال

خادم الطلبہ ابو الفضل محمد اللہ دتہ سیالوی (بھابڑا شریف)

کتابیات

القرآن الکریم

التفاسیر

تفسیر جلالین
الدر المنثور
روح البیان
الکشاف
مدارک التنزیل وحقائق التاویل
تفسیر مظہری

کتب الاحادیث

الادب الکبری
سنن ترمذی
سنن ابن ماجه
سنن ابی داؤد
السنن الکبری
صحیح ابن حبان کنز العمال
کنز العمال
المستدرک علی الصحیحین
مسند احمد بن حنبل
مسند عبد الله بن مبارک
مشکوٰۃ المصابیح
المعجم الاوسط

کتب السیر والتواریخ

الطبقات الکبری
المغازی
المواهب اللدنیه

کتب الفقه

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع
البحر الرائق شرح کنز الدقائق
الدر المختار
زاد الآخرة
کشف الغطاء
قنیة المنیة
المبسوط
المحیط البرهانی
منحة الخالق

کتب اصول الفقه

اصول الشاشی
نور الانوار
حسامی

کتب النحو

الفوائد الضیائیه
حاشیه ملا عبد الغفور

کتب شروح الحدیث

عمدة القاری شرح صحیح بخاری
مرقاة المفاتیح

کتب اصول الحدیث

التعقبات علی الموضوعات
شرح نخبة الفکر

فوت شدگان کو ایصال ثواب کیوں اور کیسے؟







پیش لفظ

از قلم حقیقت رقم

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ

صاحبزادہ محمد معظم الحق صاحب محمودی

(آستانہ عالیہ معظم آباد شریف)

ایصال ثواب ایک ایسا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اہل اسلام اس کے قائل ہیں۔ عقائد کی تمام کتابوں میں اس کی بحث کی گئی ہے۔ اور عقائد میں اس کو داخل کیا گیا ہے۔ ایسی حالت میں اس سے انکار کرنا محض نادانی اور کج فہمی ہے۔ سوائے معتزلہ کے انکار اور ان کے اس استدلال کہ خدا نے "لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى" فرمایا ہے۔ علماء اہل سنت، محدثین و فقہا اور صوفیا وغیرھم نے بڑی جرح قدح اور تردید کی ہے۔

اگر آیہ شریفہ "لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى" کے واقعی یہ معنے لئے جائیں اور اس کا یہی مطلب ہو کہ "انسان کو صرف وہی ملے گا جس کیلئے وہ بذات خود کوشش کرتا ہے" جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہے تو مسلمانوں کے بہت سے متفق علیہ معتقدات غلط اور لغو ہو جائیں گے۔ اور خود قرآن مجید کی بہت سی آیات اس ایک آیت کی معارض و مخالف ثابت ہوں گی۔

شفاعت جس کی مسلمانوں کو آس ہے، اور قرآن پاک سے ثابت ہے، امر فضول اور لغو ہو جائیگا۔

رسول اللہ ﷺ کا کسی کے لئے دعائے مغفرت کرنا اور قبول ہونا غلط ہو جائیگا اور مہمل کا سا سمجھا

جائیگا۔ حالانکہ خود قرآن مجید میں ہے ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾

ترجمہ: اگر وہ لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر کے تیرے پاس آئے ہوتے اور خدائے تعالیٰ سے مغفرت مانگی ہوتی اور رسول خدا ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت مانگتے تو بے شک وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

اسی طرح نماز جنازہ اور درود و سلام اور والدین کیلئے دعائے مغفرت، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنی ذریت کیلئے دعا مانگنا اور مومنین سابقین کے حق میں استغفار وغیرہ ایک سب باتیں لغو اور بیکار ہو جائیں گی۔

حالانکہ ان سب امور کا ثبوت نص قطعی سے ہے۔ اور خداوند کریم نے اپنے پاک کلام میں وعدہ فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائیں گے اور ان کی ذریت بھی ان کی متبع رہے گی اگر ان کی اولاد و ذریت ان کے درجہ و رتبہ کی نہ ہوگی تو ہم ان کے پاس خاطر سے ان کی ذریت کو بھی جنت میں داخل کر دیں گے۔

(مفہوم آیت نمبر: 21 سورہ طور)

مذکورہ بالا آیت کی رو سے یہ الحاق جائز و درست نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ غیر کی سعی کا نتیجہ ہے۔

احادیث صحیحہ زندوں کی کوشش سے اموات کو نفع پہنچنے کے بارے میں اس کثرت سے مروی ہیں کہ اگر سب طرق ملا دیئے جائیں تو مشہور کیا، معناً حد تواتر کو پہنچ جائیں۔ جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے ﷫ لکھا ہے کہ:

احادیث سے تو صاف ثابت ہے کہ مردے کو مالی خیرات، بدنی خیرات، دعا، درود، نماز، روزہ، قرآن سب کا نفع پہنچتا ہے۔ حضرت انس ﷛ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب سرور عالم ﷺ سے پوچھا:

إِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُوْ لَهُمْ فَهَلْ يَصِلُ ذٰلِكَ إِلَيْهِمْ قَالَ نَعَمْ

ترجمہ: ہم اپنی اموات کی طرف سے صدقات و خیرات اور حج اور ان کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں تو کیا یہ ان تک پہنچتا ہے؟ فرمایا ہاں! پہنچتا ہے۔ اور وہ اس سے اس طرح خوش اور مسرور ہوتے ہیں جیسے کوئی کسی کو عمدہ اور مرغوب ہدیہ و تحفہ بھیجے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

(فتح القدیر کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج: 3، ص: 133، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

باب الحج عن الغیر میں صحاح و سنن میں میت کی طرف سے حج کرنے اور مردے کو اس کا ثواب بھیجنے کے بارے میں کافی حدیثیں موجود ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا دو مینڈھے ذبح کرنا، ایک اپنے اور اپنے عیال کی طرف سے دوسرا اپنی تمام امت کی طرف سے کتب حدیث میں مشہور و معروف ہے۔

ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کے بابت پوچھا تو فرمایا کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ احسان و سلوک یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ ان کی نماز پڑھو اور اسی طرح ان کی طرف سے روزے رکھو۔

ایصال ثواب کی صورتیں

ایصال ثواب کی دو صورتیں ہیں ایک نیابۃً یعنی مردے کی طرف سے کوئی کار خیر کرنا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کار خیر کا ثواب اس کی طرف ہدیہ یا اسے ہبہ کرنا۔

اول الذکر تو بالکل متفق علیہ ہے۔ اہداء ثواب اور ہبہ میں بعض نے اختلاف کیا ہے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہبہ میں تملیک و قبضہ شرط ہے اور اس صورت میں ہبہ کرنے والا اس پر قابض ہی نہیں ہوتا ہے۔ پھر یہ کیونکر درست ہوگا؟

لیکن انصاف یہ ہے کہ تملیک و قبضہ محسوسات میں ہوتا ہے اور ایصال ثواب کوئی محسوس امر نہیں۔ ورنہ کیا انسان اپنے لیے جو حسنات و خیرات و سعی کرتا ہے اس کی اسے تملیک حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اس پر قابض ہوتا ہے؟

کتاب الروح میں علامہ ابن قیم نے مختلف جگہوں پر بحثیں کی ہیں اور اسے ثابت کیا ہے۔ ایک جگہ میں لکھتے ہیں:

جب کوئی قرضدار مر جائے اور کوئی شخص اس کا قرض اپنے پاس سے ادا کر دے اور میت کی طرف سے قرض خواہ کو اس کا قرض دے دے تو میت کو اس سے نفع ہوتا ہے اور اس کے سر سے قرض کا بوجھ اتر جاتا ہے۔ تو ہدیہ اور ہبہ سے وہ کیوں نہ منتفع ہوگا؟ اور ان دونوں میں فرق ہی کیا ہے؟

جس طرح سے کہ میت کا قرض ادا اور پورا کر دیتے اور اس کو بری الذمہ کر دیتے وہ ابراء و اداء میت تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہ بری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی شخص اگر ثواب عمل اس کو بخشے اور ہدیہ کرے گا تو وہ ہدیہ اس تک پہنچے گا۔ اور بھلا کون سی نص، کون سا قاعدہ اور کونسا قیاس ہے جس کے بموجب ایک ذمہ داری ساقط کرنے سے تو میت منتفع ہوتا ہے اور ہدیہ اور ہبہ سے نہیں؟

شرح الصدور اور فتح القدیر وغیرہ میں یہ حدیث منقول ہے کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص قبرستان کی طرف سے گزرے اور گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا اجر اموات کو ہدیہ کرے (بخش دے) تو اسے ان اموات کے عدد کے حساب سے ثواب ملے گا۔

(اخرجہ ابو محمد السمرقندی مرفوعاً)

اور ابو القاسم سعد بن علی زنجانی نے جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص قبرستان میں جائے سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور مقابر ﴿أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ﴾ پڑھ کر ثواب میت کو بخش دے اور کہے: خدایا عزوجل! میں نے جو کچھ پڑھا ہے اس کا ثواب ان اہل مقابر کو پہنچے تو وہ مردے خدا کے ہاں اس کے سفارشی ہوں گے۔ (شرح الصدور)

ایصال ثواب بطریق ہدیہ وہبہ مجوزہ کے قائل بڑے بڑے بزرگان علماء ہیں۔

مثلاً امام احمد بن حنبل۔ حافظ شمس الدین بن عبدالواحد المقدسی۔ علامہ ابو محمد عبدالحق۔ ابو محمد سمرقندی۔ امام غزالی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی۔ ابو القاسم سعد زنجانی۔ علامہ ابن قیم محدث۔ علامہ



جلال الدین سیوطی۔ علامہ زبیدی محدث۔ امام عبدالوہاب شعرانی۔ ملا علی قاری۔ علامہ ابن امام۔ علامہ بدرالدین عینی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ حضرت شیخ عبدالحق۔ شاہ عبدالعزیز محدث (اور علامہ قاضی شوکانی و دیگر اکابر علماء امت مقتدایان اہل حدیث) وغیرھم من العلماء والفقهاء والمتصوفين والمحدثين رحمهم الله تعالىٰ.

علامہ ابن قیم کتاب الروح میں جمہور سلف اور خاص کر امام احمد بن حنبل کا مسلک لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ نیز امام احمد نے فرمایا کہ تین بار آیت الکرسی اور سورہ اخلاص پڑھ کر مردہ کو بخش دو۔

شرح الصدور میں ہے امام غزالی کی احیاء اور علامہ عبدالحق کی العاقبہ میں امام بن حنبل سے منقول ہے کہ: جب تم قبرستان میں جاؤ سورہ فاتحہ اور معوذتین اور اخلاص پڑھ کر اموات کو بخشو! ان کو ثواب پہنچتا ہے۔ ہدایہ شریف میں ہے۔ ﴿وَالْأَصْلُ فِيْ هٰذَا اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلٍ لِغَيْرِهٖ اِلٰى قَوْلِهٖ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ﴾

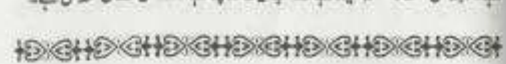
ترجمہ: اہل سنت کے نزدیک اصل یہی ہے کہ ایک انسان کے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچتا ہے۔

(الهدايه كتاب الحج، باب الحج عن الغير، ج: 1، ص: 316، مطبوعه مكتبه رحمانيه)

قاضی شوکانی مرحوم نیل الاوطار جلد دوم میں لکھتے ہیں۔

﴿وقد اختلف في غير الصدقة من اعمال البر هل يصل الى الميت فذهب المعتزلة الىٰ انه لا يصل شيء واستدلوا بعموم الآية وقال في شرح الكنز ان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره الىٰ قوله ويصل ذالك الى الميت وينفعه عند اهل السنة﴾

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایصال ثواب کا انکار عموم آیت کو دیکھ کر صرف معتزلہ نے کیا ہے۔ جبکہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ثواب میت کو پہنچتا ہے اور وہ اس سے نفع مند بھی ہے۔



امام عبدالوہاب شعرانی کشف الغمہ میں فرماتے ہیں:

﴿قال ابن عباس كان رسول الله ﷺ يحث على الدعاء والصدقة والقربة المهداة للاموات من اقاربهم واخوانهم ويقول ذالك كله ينفع﴾

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اقارب اور بھائیوں کے لئے دعا، صدقہ اور رحمت بھرے قرب کی طلب کی ترغیب ارشاد فرماتے اور فرماتے کہ جملہ فوت شدگان کیلئے باعث نفع ہیں۔

پیش نظر رسالہ میں حضرت علامہ جناب مولانا اللہ دتہ صاحب سیالوی رحمہ الباری نے اپنے زبردست محققانہ انداز میں اس موضوع کو لیا ہے۔

اس عنوان کی جملہ جزئیات کیساتھ جس دلنشین انداز اور تفصیل سے تحقیق فرمائی یہ انہی کا حصہ ہے۔

ایصال ثواب کے لئے اشیاء خورد و نوش، ان کا سامنے رکھنا۔ کسی شخص کے لئے نامزدگی اور اس کی روح کی خوشنودی کا قصد کرنا وغیرہ مسائل کو احادیث مبارکہ، اسلاف امت کے طرز عمل، فقہاء کی تحقیق اور بالخصوص اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والے علماء کی اپنی مسلمہ کتب کی چھان کر اس موضوع کی تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

اس مضمون کو سب سے پہلے بزم سدیدیہ معظم آباد شریف کے سہ ماہی مجلہ "السدید" نے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔

علامہ موصوف کے خلف الرشید برادرم مولانا محمد ہم الرضا صاحب سیالوی کے ہاتھوں میں راقم نے یہ مضمون دیکھا تو فوراً انہیں گزارش کی کہ الگ سے شائع کرنے کے قبل آپ پہلے ہمیں عنایت کریں تاکہ "السدیدیہ" کے قارئین اس سے مستفید ہوں۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے اس درخواست کو قبول کیا۔ یوں جمادی الاولیٰ 1422 ہجری سہ ماہی شمارہ میں

شائع ہوا۔

اب مدرسہ ضیاء العلوم بھابھڑہ، جو حضرت علامہ قدس سرہ کی شبانہ روز قربانیوں کا نتیجہ اور ان کے خون جگر کا ثمر ہے، کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر ایک رسالہ کی صورت میں شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں کا لمس محسوس کر رہا ہے۔

اے وسعت نظر، کشادہ پیشانی اور فراخی قلب سے پڑھیں اور مفتی اللہ دتہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کو داد دینے کے ساتھ ساتھ اور ان کے اعلیٰ درجے کے لئے ڈھیروں دعاؤں کا نذرانہ بھی پیش کیجئے۔

محمد معظم الحق محمودی

خانقاہ سدیدیہ معظم آباد شریف

142ھ



ایصال ثواب بعد از وصال

سوال نمبر: 1) کیا گیارھویں شریف کا ختم اور اس چیز کو کھانا پینا جائز ہے؟

جواب: حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ بلکہ کسی بھی اہل ایمان کی روح کو ایصال ثواب کیلئے کسی بھی حلال چیز پر ختم پڑھنا جائز ہے۔ اور اس کا استعمال بھی جائز ہے (ہر غریب و امیر کیلئے)۔ کیونکہ اس کی ممانعت نہ تو قرآن میں ہے، نہ کسی حدیث میں اور نہ ہی اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم میں۔

اور جس چیز کی ممانعت ثابت نہ ہو اس سے منع کرنا سخت گناہ ہے بلکہ کفار کا طریقہ اور شیطانی کام ہے۔

قرآن کریم سے حلال چیزوں کو حرام کرنے کی ممانعت

آیت نمبر: 1) ﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ﴾

(التحریم، آیت نمبر: 1، پارہ: 28)

ترجمہ: اے پیارے حبیب ﷺ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے۔

آیت نمبر: 2) ﴿کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ﴾ (البقرہ، آیت نمبر: 172، پارہ: 2)

ترجمہ: جو چیزیں پاکیزہ ہم نے تم کو دی ہیں وہ کھاؤ۔

اور ختم میں کیا چیز پلید ہے؟ کیا قرآن پاک یا درود شریف یا کھانا وغیرہ۔

آیت نمبر: 3) کفار نے چند ایک جانوروں کو حرام کر لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ

کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ﴾

(المائدہ، آیت نمبر: 103، پارہ: 7)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام مقرر نہیں فرمائے (یعنی حرام نہیں کیے)۔ بلکہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان لگاتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ کفار اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام کہتے تھے مگر ان کے کہنے سے حرام نہ ہو جاتی تھیں۔ جب حضور ﷺ کو اپنے اوپر حلال کو حرام فرمانے سے منع فرمایا اور کفار کے حرام کرنے کا اعتبار نہ کیا بلکہ بہتان ٹھہرایا، تو اب بھی جو اپنی طرف سے منع کریگا وہ بھی مفتری ہوگا۔ اور خدا کے فرمان کا باغی۔

احادیث سے حلال چیزوں کو حرام کرنے کی ممانعت

﴿عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ خُطْبَتِہٖ اَلَا اِنَّ رَبِّیْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُعَلِّمَکُمْ مَا جَھِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِیْ یَوْمِیْ ھٰذَا کُلُّ مَالٍ نَحَلْتُہٗ عَبْدًا حَلَالٌ وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّھُمْ وَاِنَّھُمْ اَتَتْھُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْھُمْ عَنْ دِیْنِھِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْھِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَھُمْ﴾

ترجمہ: حضرت عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا خبردار! بیشک میرے رب نے حکم فرمایا ہے کہ میں تم کو اس سے بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کے دن بتایا ہے۔ ہر مال جو میں اپنے بندے کو دوں وہ حلال ہے۔ اور بیشک میں نے اپنے تمام بندوں کو اپنے دین پر مستقیم پیدا فرمایا ہے۔ بیشک ان کے پاس شیطان آئے تو ان کو اپنے دین سے ہٹایا اور جو میں نے ان پر حلال کیا تھا وہ ان پر حرام قرار دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبہ باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ واھل النار، ج: 2، ص: 385، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

غور فرمائیں کہ پہلا امر جو کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ ارشاد خداوندی ہے کہ "میں نے جو بھی رزق تم کو دیا وہ حلال ہے" تو جس چیز کی بھی حرمت خدا جل جلالہ اور رسول ﷺ کی طرف سے نہ ہوگی وہ یقیناً حلال ہوگی۔ دوسرا یہ کہ حلال کو شیطان حرام کر دیتے ہیں۔

گیارہویں کے ختم اور جس چیز پر پڑھا گیا، کی حرمت یا تو قرآن وحدیث سے ثابت کرنی ہوگی ورنہ امر اول کے لحاظ سے وہ یقیناً حلال اور جائز ہے۔

اور امر ثانی کے لحاظ سے جب وہ حلال ہے تو اس کو حرام قرار دینا شیطانوں کا کام ہے۔ انسانوں اور مسلمانوں کا کام نہیں۔

ختم شریف کے اجزاء کی تفصیل

اب دیکھیں کہ ختم میں کیا کیا ہے (1) ایصال ثواب (2) نامزد کرنا کہ فلاں کا ختم (3) اس بزرگ کو راضی کرنا یعنی یہ نظریہ کہ اس کو ثواب پہنچے گا تو وہ راضی ہوگا (4) سامنے رکھ کر پڑھنا (5) لوگوں کو کھانے کے لئے جمع کرنا (6) ہر امیر غریب کا کھانا (7) دن مقرر کرنا۔

ایصال ثواب

حدیث نمبر: 1) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے دو قربانیاں کیں۔ (جن کے ذبح کی تفصیل اسی حدیث میں موجود ہے) ذبح کرنے کے وقت جو دعا فرمائی اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔ ﴿اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ﴾

ترجمہ: اے اللہ یہ قربانی تیری توفیق سے ہی تیری رضا کے لئے اپنی طرف سے اور امت کی طرف سے کرتا ہوں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، ج: 2، ص: 38، حدیث نمبر: 2795، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، سنن ابن ماجہ، ابواب الاضاحی، باب اضاحی رسول اللہ

ﷺ، ص: 225، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

اس حدیث کا اگر کوئی یہ مطلب سمجھے کہ "امت کا واجب ادا کرتا ہوں" تو قطعاً غلط ہے کیونکہ کسی کا واجب اور فرض دوسرا ادا نہیں کرسکتا۔ بلکہ یقیناً اور یقیناً "اپنی طرف سے اور اپنی امت کی طرف سے کرتا ہوں" یا "میری اور میری امت کی طرف سے قبول فرما" کا مطلب صرف یہی ہے کہ اس کا ثواب مجھے بھی اور میری امت کو بھی عطا فرما۔

مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا ﴿اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ﴾

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب استحباب الضحیہ وذبحها مباشرة، ج: 2، ص: 155، حدیث نمبر: 5203، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

تو معلوم ہوا کہ کسی کو ثواب پیش کرنے کی غرض سے کوئی کام کرنا منع نہیں بلکہ ثواب اور سنت ہے۔

حدیث نمبر: 2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں۔ لہٰذا میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

(جامع ترمذی ابواب الاضاحی، باب فی الاضحیہ بکبشین، ج: 2، ص: 407، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ۔ سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب الاضحیہ عن المیت، ج: 2، ص: 37، حدیث نمبر: 2709)

تو جب آقا ﷺ فرمائیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کریں تو اس کے جواز بلکہ سنت ہونے میں کیا شک؟ اور ثواب کے لیے ہونا ظاہر ہے کہ ماسوا ثواب کے اور کوئی مقصود نہ تھا۔ نہ حضور ﷺ کو گوشت دینا اور نہ آپ کا واجب ادا کرنا وغیرہ۔

آئندہ حدیثوں میں یہ بات اور واضح ہوگی۔

نامزد کرنا اور ہر کسی کا اس کو کھانا

حدیث نمبر: 1) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہو گئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت پناہ میں عرض کی کہ کیا میں والدہ کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا ہاں۔ عرض کیا: کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا پانی پلانا۔ چنانچہ انہوں نے ماں کی طرف سے کنواں صدقہ کیا اور اس کنویں کا نام رکھا "بئر ام سعد" یعنی "ام سعد کا کنواں"

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب فی فضل سقی الماء، ج: 1، ص: 248، حدیث نمبر: 1681، سنن نسائی، کتاب الوصایا، فضل الصدقۃ عن المیت، ج: 2، ص: 133، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

تو معلوم ہوا کہ کسی کا نام آجانے سے چیز حرام نہیں ہو جاتی۔

جس طرح اس نسبت سے یہ مقصود نہ تھا کہ ام سعد کا مخلوق کنواں اور نہ ہی یہ کہ ام سعد کی عبادت کے طور پر مقرر کیا گیا۔ ایسے ہی "غوث پاک کا ختم" کہہ دینے سے قطعاً یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے کہ یہ ختم آپ کی عبادت کے لیے ہے۔ بلکہ جیسے وہاں مراد ہے کہ کنواں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے وقف ہے مگر اس کا ثواب ام سعد رضی اللہ عنہا کو ملے گا۔ ایسے ہی یہاں کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ کیلئے ہے مگر اس کا ثواب غوث پاک کو پیش ہو گا۔

اور جیسا کہ اس کنویں سے پانی پینا اہل ثروت کے لئے حرام نہ تھا بلکہ ہر امیر، غریب، قریشی، سید، غیر سید کے لئے جائز ہے ایسے ہی یہ بھی۔ بشرطیکہ نذرانہ ہو ورنہ صرف غرباء کیلئے ہو گا۔

حدیث نمبر: 2) ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب دو قربانیاں فرماتے تھے۔ تو کوئی اگر پوچھتا ہو گا کہ جناب یہ کس کی قربانی ہے؟ تو فرماتے ہوں گے میری۔ وہ پوچھتا دوسری کس کی؟ تو فرماتے ہوں گے حضور ﷺ کی۔ تو کیا پھر وہ حرام ہو جاتی تھی؟ اور آپ کھلاتے تھے؟ حاشا اللہ۔ ایسے ہی یہاں یہ بکرا ختم فلاں بزرگ یا غوث کا کہنے سے مراد واضح ہے کہ اس کا

ثواب آپ کو ہدیہ ہو گا۔

ان حدیثوں سے دو امر واضح ہوئے (۱) نامزد کرنا (۲) ہر کسی کا کھانا۔

بزرگ کو راضی کرنے کا ارادہ کرنا:

حدیث نمبر 1) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے جس قدر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آتا تھا اتنا ازواج مطہرات میں سے کسی پر بھی نہیں آتا تھا جس کی تین وجوہات تھیں۔

① میں حضور ﷺ سے ان کا تذکرہ عام سنتی تھی۔

② اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا تھا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں یاقوت کے ایک محل کی بشارت فرما دیں۔

③ ﴿وَاِنْ کَانَ لَیَذْبَحُ الشَّاۃَ فَیُھْدِیْ فِیْ خَلَائِلِھَا مِنْھَا مَا یَسَعُھُنَّ﴾

ترجمہ: کہ نبی کریم ﷺ کئی دفعہ بکری ذبح فرمایا کرتے تھے تو اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بقدر کفایت ہدیۃً ارسال فرماتے۔

(صحیح بخاری "کتاب المناقب" باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ و فضلھا" ج: 1 ص: 538 حدیث نمبر: 3605 مطبوعہ قدیمی کتب خانہ نیز" ج: 2 ص: 888۔ صحیح مسلم "کتاب الفضائل باب من من فضائل خدیجۃ رضی اللہ عنھا" ج: 2 ص: 384۔ جامع ترمذی "ابواب المناقب" فضل خدیجۃ رضی اللہ عنھا" ج: 2 ص: 708۔ نوٹ: الفاظ بخاری شریف کے ہیں)

اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوئے:

نمبر 1: اس قسم کے ہدیوں (تحائف) سے ہر کسی کا کھانا جائز ہوتا ہے۔ کیوں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں ظاہر ہے تمام غریب نہ تھیں اور نہ ہی سہیلی بنانے کے لئے کسی قوم کو معین کیا جاتا ہے لہذا مختلف قبائل سے ہوں گی بلکہ زیادہ تر قریش سے ہوں گی۔ اور یہ ختم بھی ان بزرگوں کی روح کیلئے ہدیہ ہوتا ہے جو کہ ثواب کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر نذر ہو

تو علیحدہ بات ہے۔

چلتے چلتے ایک اور حدیث سپردِ قلم کردوں شاید کہ یہی ذریعہ انصاف ہے۔

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بارگاہ نبوت پناہ میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوا کہ میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو نفع ہوگا؟ فرمایا ہاں! تو عرض کیا کہ میرے پاس ایک کھجوروں کی ٹوکری ہے میں آپ کو گواہ بنا کر اس کو اس کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔

(جامع ترمذی ' ابواب الزکوۃ' باب الصدقة عن الميت ' ج : 1' ص: 262' حدیث نمبر: 669 مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

تو دیکھئے کہ یہ صدقہ بھی ہے اور اس کا ثواب ماں کو بھی پیش کیا جا رہا ہے ایسے ہی گیارھویں صدقہ بھی ہے۔ اور اس کا ثواب ہدیہ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ ہے

نمبر:2) دوسرا مسئلہ جو حدیث مذکورہ بالا سے ثابت ہوا وہ یہ ہے "کسی کی روح کو راضی کرنے کے لئے کوئی کام کرنا" کیونکہ حضور ﷺ کا خاص کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت پیش کرنا ماسوا اس کے نہیں تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی روح خوش ہو۔

ایسے ہی ظاہر ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ کا مقصد بھی والدہ کی روح کو راضی کرنا تھا۔ ورنہ ان کی طرف سے صدقہ کرنے کے کیا معنی؟

تو ثابت ہوا کہ کسی روح کو خوش کرنے کے لئے صدقہ کر کے ایصال ثواب کرنا بدعت، حرام اور منع نہیں۔ بلکہ سنت و ثواب ہے۔

سوال: صدقہ تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور اطاعت میں غیر کا ارادہ کرنا منع بلکہ شرک ہے؟

جواب: نہیں جناب! مطلقاً نہیں بلکہ صرف اور صرف وہاں منع ہے جہاں ایسا کرنا منشاء الٰہی کے خلاف ہو ورنہ جائز بلکہ مستحب ہے۔

مثلاً حضور ﷺ کی اطاعت اور خدمت، یا والدین کی اطاعت اور خدمت یا بچوں کی تربیت۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ہے حالانکہ ساتھ ہی اگر یہ نیت بھی ہو کہ مذکورہ حضرات راضی اور خوش بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کو خوش کرنا (جائز طریقہ پر) خود اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

مزید تسلی کے لئے ایک اور حوالہ زیر تحریر کئے دیتا ہوں۔

حدیث شریف: حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میری توبہ تو یہ ہے کہ میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول کیلئے صدقہ کردوں۔

(صحیح بخاری 'کتاب المغازی 'باب حدیث کعب' ج: 2' ص: 636 قدیمی کتب خانہ۔ سنن نسائی کتاب الایمان و النذور 'باب اذا اهدى ماله على وجه النذر' ج: 2' ص: 147)

اس حدیث کے تحت مولوی عبید اللہ سندھی دیوبندی لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات میں غیر اللہ کی طرف سے تقرب بالتبع جائز ہے جبکہ مقصد اصلی اللہ سے تقرب ہے۔

(سنن نسائی حاشیہ سندھی 'ج: 2' ص: 147 قدیمی کتب خانہ)

تو جیسے اس حدیث میں صدقہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے فرمایا۔ حالانکہ صدقہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ اور اس سے شرک نہیں ہوا کیونکہ آپ ﷺ کا ذکر بالتبع بطور وسیلہ یا بطور تبرک وغیرہ ہے۔ ایسے ہی یہ چیز اللہ تعالیٰ کیلئے ہے" گیارھویں" یا "غوث پاک کا ختم ہے" کہنا بھی شرک نہیں کیونکہ یہ ذکر اور رضا طلبی بالتبع ہے۔

الحمد للہ ان دلائل سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہو گئیں ❶ ایصال ثواب ❷ نامزد کرنا اور ہر کسی کا کھانا ❸ بزرگ کو راضی کرنے کا ارادہ کرنا (مزید حوالہ جات بعد میں آئیں گے)۔

اب چوتھی بات کی طرف آئیں:

سامنے رکھ کر پڑھنا

حدیث نمبر: 1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: (نبی کریم ﷺ نے [illegible] دعوت پر بلایا) وَوَضَعَ النَّبِيُّ يَدَهُ عَلَى الطَّعَامِ فَدَعَا فِيهِ.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے کھانے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی۔

(صحیح مسلم 'کتاب النکاح 'باب زواج زینب رضی اللہ عنها ' ج: 1 'ص: 462 [illegible] نمبر 3481)

حدیث نمبر: 2) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ﴿كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوْا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا (الحديث)﴾

ترجمہ: جب نیا پھل آتا تو لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے۔ جب آپ ﷺ اسے پکڑتے تو یہ دعا فرماتے (الحدیث) پھر کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اسے عطا فرما دیتے۔

(صحیح مسلم کتاب الحج ، باب فضل المدینۃ ، ج 1، ص : 442، حدیث نمبر : [illegible] جامع ترمذی ، کتاب الدعوات ، باب ما یقول اذا رای الباکورۃ من الثمر ، ج [illegible] ص: 658، مکتبہ رحمانیہ)

لوگوں کو کھانے کیلئے جمع کرنا

حدیث شریف : إِنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا [illegible] قَالَ: فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوْا عَلَى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ [illegible] عَلَيْهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ .

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ ! ﷺ ہم کھاتے ہیں اور [illegible]

آپ ﷺ نے فرمایا شاید کہ تم علیحدہ علیحدہ ہو کر کھاتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: "جمع ہو کر کھایا کرو" اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ تمہارے لئے اس میں برکت دی جائے گی۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الاطعمہ ، باب فی الاجتماع علی الطعام ، ج : 2، ص : 172، حدیث نمبر : 3764۔ سنن ابن ماجۃ ، کتاب الاطعمہ ، باب الاجتماع علی الطعام، ص : 236، حدیث نمبر : 3286)

دن مقرر کرنا

دن مقرر کرنا بھی شرعاً منع نہیں۔ ہاں اگر یہ سمجھے کہ اس دن کے بغیر جائز ہی نہیں تو یہ غلط ہو گا کیونکہ جب شریعت نے اس سے منع نہیں کیا تو یہ کون ہے جو منع کرے؟

حدیث شریف : حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہر جمعرات وعظ فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری ، کتاب العلم ، باب من جعل لاھل العلم ایاماً معلومۃ ، ج : 1، ص : 16، حدیث نمبر : 70۔ صحیح مسلم کتاب صفات المنافقین ، باب الاقتصاد فی الموعظۃ ، ج : 2، ص : 377، حدیث نمبر : 7305)

تو دیکھئے حالانکہ قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں کہ وعظ کے لئے جمعرات کو مقرر کرو۔ مگر صحابی رسول رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے دن (جمعرات) کو مقرر فرماتے ہیں۔

تو معلوم ہوا کہ کسی مصلحت کے پیش نظر دن مقرر کرنا منع نہیں۔ جیسے شادی کی تاریخ، جلسے کی تاریخ، تبلیغیوں کی گشت کی تاریخ وغیرہ تو اس کے تمام اجزاء سے کوئی بھی حرام و منع نہیں تو ختم "قل" حرام و منع کیسے ہو گا؟

سوال: اگرچہ علیحدہ علیحدہ سب کے سب احادیث سے ثابت ہیں مگر مجموعی طور پر تو کہیں نہیں لہٰذا بدعت ٹھہرا۔ اور حضور ﷺ کا فرمان ہے "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" یعنی ہر بدعت گمراہی ہے لہٰذا یہ گمراہی ہوئی۔

جواب: بدعت کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی یعنی ہر نیا کام اور دوسرا شرعی۔

شرعی بدعت کی تعریف یہ ہے: جس سے کوئی سنت ختم ہو جائے۔ اور سنت اس چیز کا نام ہے جس کو آپ نے فرمایا یا کیا، یا آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔ نہ کہ آپ کے نہ کرنے کا نام ہے۔

ورنہ تو ہزار ہا اسلامی احکام حرام و منع ہو جائیں گے۔ مثلاً تراویح کی مستقل جماعت، جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شروع کی، مساجد کے مینار، محراب، قرآن پاک کے حرکات، رکوع وغیرہ نمازی کی زبانی نیت، شبینہ، چند آدمیوں کا مل کر کسی کے گھر ختم کرنا، جمعہ کے دن پہلے خطبہ پھر تقریر، جمعہ کے خطبہ میں خلفاء اربعہ اور دیگر حضرات کا ذکر وغیرہ۔

اور گیارھویں کے ختم سے کوئی جاری کردہ سنت ختم نہیں ہوتی لہٰذا منع نہ ہوا۔

حدیث شریف: وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ لَا يَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا.

ترجمہ: جس نے ایسی بدعت شروع کی "جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں" تو اس پر ان سب کی مثل گناہ ہوگا جنہوں نے اس پر عمل کیا۔

(جامع ترمذی ابواب العلم، باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة، ج: 2، ص: 553، حدیث نمبر: 2677، مکتبہ رحمانیہ ۔ سنن ابن ماجه، مقدمه باب من احیا سنة قد امیتت، ص: 19، حدیث نمبر: 210، قدیمی کتب خانہ)

احادیث سے بدعت کی شرعی وضاحت: اس سے معلوم ہوا ممنوع وہ بدعت ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہو اور کسی سنت کے خلاف ہو۔

حدیث شریف: مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ.

(صحیح مسلم، کتاب الزکوة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمرة، ج: 1، ص: 327،

حدیث نمبر: 2402۔ سنن ابن ماجه، مقدمه، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ص: 18)

ترجمہ: جس انسان نے کوئی اچھا کام نیا شروع کیا تو اس کو اپنا بھی ثواب ہوگا اور جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا اس کے برابر ثواب ہوگا۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب سے کچھ کم ہو۔

بندہ کے خیال میں اس سے بڑھ کر اور کوئی وضاحت نہیں ہو سکتی

مخالفین کے گھر کی گواہی

اب آخر میں چند حوالہ جات دیوبندی اکابرین و دیگر اکابرین کے پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے ختم دیئے اور جائز سمجھا۔

حوالہ نمبر 1: امداد المشتاق مصنفہ مولوی اشرف علی فرمان نمبر 169 ص 87 پر لکھتے ہیں "جب مثنوی ختم ہو گئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا ہوا اور ارشاد یعنی فرمان حاجی امداد اللہ ہوا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جاوے گی گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز دی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔

اب دیکھیں کہ اس میں کون سی چیز باقی رہ گئی۔

حوالہ نمبر 2: اور اسی کتاب امداد المشتاق کے ص 92 فرمان 182 لکھا فرمایا (حاجی صاحب نے) کہ طبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء حمرکا ہوتی تھی جب ختم ہوئی حمرکا دودھ لایا گیا اور بعد دعا کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے۔ طریق نذر و نیاز قدیم زمانے سے جاری ہے اس زمانے میں لوگ انکار کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر 3: زبدة النصائح میں شاہ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے اگر کوئی شخص کسی بکرے کو گھر پالے تاکہ اس کا گوشت خوب ہو جائے غوث اعظم کا ختم پڑھ کے کھلائے تو کوئی حرج نہیں۔

دیکھیں اب تو شاہ اسماعیل نے صاف طور پر غوث پاک کا ختم بھی جائز قرار دے دیا ہے۔

حوالہ نمبر :4) تفسیرات احمدیہ میں ملا جیون لکھتے ہیں ﴿والبقرة المنذورة للاولياء كما هو الرسم في زماننا﴾ یعنی جو گائے ہمارے زمانے میں نذر مانی جاتی ہے۔ تا کہ اس پر ختم پڑھا جائے حلال طیب ہے۔

حوالہ نمبر :5) انفاس العارفین ص 20 شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں حضرت معین الدین چشتی اجمیری کے مزار پر حضرت ابو الرضا اکبر آبادی مراقب تھے کہ قبر سے آواز آئی کہ آپکے گھر والوں نے آپکے صاحبزادے میر نور العلی کی صحت کی خرابی کی وجہ سے نیاز بھیجی تھی اب آپ کا بچہ تندرست ہے"۔ ص 25 کھانے پر ختم اور ص 44 پر خاوند کے آنے پر نذر کا بھی مفصل تحریر ہے۔

حوالہ نمبر:6) فتاوی عزیزیہ ص 177 پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔"سال میں دو مجلسیں فقیر کے گھر پر ہوتی ہیں، ان مجلسوں کی تفصیل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں، اور پنج آیت پڑھ کر کھانے کی جو چیز موجود رہتی ہے اس پر فاتحہ کیا جاتا ہے"۔

دیکھیں کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ چیز موجود بھی رہتی ہے تو سامنے رکھنے والا معاملہ بھی صاف ہوا اور ختم پڑھنے والا بھی۔

حوالہ نمبر :7) انتباہ فی سلاسل اولیاء مترجم ص 128 ایک وظیفہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ" اس کی ابتداء جمعرات کے روز غوث پاک و سابقین و لواحقین مشائخ سلسلہ کا ختم پڑھنے کے بعد کی جائے"۔

حوالہ نمبر :8) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں واضح الفاظ میں جائز قرار دیا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ہمارے نزدیک تو اعلیٰ درجے کے مومن ہیں اور دیگر آج تک کے بزرگان دین بھی۔



حدیث شریف: ﴿مَا رَاٰى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ﴾

ترجمہ : جس چیز کو مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہی ہو جاتی ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین ، کتاب معرفة الصحابة ، حدیث نمبر : 4465، ج : 3، ص : 83، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ، مسند احمد باب مسند عبد اللہ بن مسعود حدیث نمبر : 3600، ج : 6، ص : 84، مطبوعہ موسسة الرسالة)

تو جب آج تک کے تمام بزرگوں، ولیوں، مسلمانوں نے ختم گیارہویں کو بہتر جانا اور کیا تو فرمان مصطفیٰ ﷺ کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً بہتر، اچھا، جائز اور ثواب ہی ہے۔ اور اگر سائل کے نزدیک مذکورہ حضرات اور اشرف علی وغیرہ کا ایمان معتبر نہیں تو بڑے شوق سے گیارہویں شریف کے ختم کو حرام و منع کہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین!

﴿بِجَاهِ نَبِيِّهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ وَصَحَابَتِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ الْكَامِلِيْنَ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾

ختم شریف پڑھنے کا طریقہ

سب سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سورۃ ملک پڑھے۔

اس کے بعد سورہ الکافرون 1 بار۔ سورہ اخلاص 3 بار۔ سورہ فلق 1 بار۔ سورہ الناس 1 بار۔

اسکے بعد سورہ فاتحہ شریف پڑھے۔ پھر سورہ بقرہ کی درج ذیل ابتدائی آیات پڑھے۔

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝



پھر درج ذیل آیات پڑھے ﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ o وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ o دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ o وَآخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ o وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا o اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o﴾

اس کے بعد درود پاک درود ابراہیمی یا درود تاج یا اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعَلٰی آلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ (3 بار)

اس کے بعد یہ پڑھے ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o اَللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ o لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ o اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

اس کے بعد دعا مانگیں۔ ایصال ثواب کی دعا کے الفاظ مخصوص نہیں ہیں۔ اردو زبان میں دعا مانگنے کا ایک آسان طریقہ مندرجہ ذیل ہے

دعائے ایصال ثواب

باوضو اور مؤدب ہو کر دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملائیں اور سینے کے برابر اٹھا کر کشادہ رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل کلمات پڑھیں۔

﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِیْنَ o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.﴾

یاالٰہی! تیری رضا کی خاطر دانے، درھمے، سخنے جو کوشش کی گئی اسے شرف قبولیت عطا فرما۔



اس میں جو کمی یا کوتاہی رہ گئی ہے اسے معاف فرما۔ اور آئندہ کے لئے اصلاح کی توفیق عطا فرما۔

اس تمام کوشش کا ثواب بارگاہ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں ہدیۂ تحفۂ عقیدتاً پیش خدمت ہے قبول و منظور فرما۔ حضور اکرم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے تمام انبیاء کرام۔ رسل عالی شان اور مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کی خدمت میں پیش خدمت ہے قبول و منظور فرما۔

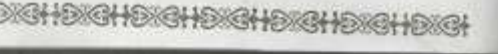
یاالٰہی عزوجل! حضور اکرم ﷺ کے توسط سے آپ ﷺ کے والدین کریمین تمام ازواج مطہرات چاروں بنات طیبات جملہ آل اطہار، خلفاء اربعہ عشرہ مبشرہ سارے صحابہ کبار ﷺ، تمام تابعین عظام، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین تمام سلاسل کے تمام اولیاء، اغواث، اقطاب، اوتاد، ابدال سارے علماء و صلحاء، شہداء، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر قیامت کے دن تک آنے والے ہر حق پرست خصوصاً امت مصطفیٰ ﷺ کے سب افراد کی ارواح مقدسہ بالخصوص ——— کی روح کو پہنچا۔

اور اس کے صدقے میں اس کی لغزشوں کو معاف فرما۔ درجات بلند فرما۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوْلِهٖ خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ آمِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ o

﴿المرتب﴾

ابوالفضل محمد اللہ دتہ سیالوی کان اللہ لہ



کتابیات

القرآن الکریم

تفسیرات احمدیہ

صحیح بخاری

صحیح مسلم

جامع ترمذی

سنن ابی داؤد

سنن نسائی

المستدرک علی الصحیحین

مسند احمد

نیل الاوطار

حاشیہ سندھی علی نسائی

شرح الصدور

کتاب الروح

کشف الغمہ

الانتباہ

انفاس العارفین

فیصلہ ھفت مسئلہ

زبدۃ النصائح

فتاویٰ عزیزیہ

امداد المشتاق

الھدایہ

فتح القدیر





پس منظر

''پاکستان ٹائم'' میں پروفیسر عبدالرافع شہاب کا مضمون چھپا جس میں قربانی سے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرنے کی سعی لا حاصل کی گئی۔

یہ مضمون اٹک سے شیخ محمد نعیم نے مصنف کی طرف روانہ کیا اوراس کے جواب میں یہ سطور رقم کی گئیں۔

عزیز القدر محمد نعیم صاحب.........السلام علیکم

بندہ کو آپ کی طرف سے عیدالاضحیٰ کی موجودہ حیثیت وہیئت پر شکوک وشبہات پر مشتمل زبان انگلش ایک مضمون مع آپ کی ذاتی تشویشات کے کئی روز قبل موصول ہوا بندہ چونکہ ایک اور مضمون ''اذان وتکبیر'' کے مسائل وفضائل کے لکھنے میں مصروف تھا۔ نیز مضمون کے ترجمہ کے لئے بھی محتاج غیر تھا۔ لہٰذا کئی روز تاخیر ہوئی جوں ہی اس مضمون سے فراغت ہوئی تو مترجم مضمون کی طرف رجوع کیا۔ ایک آدھ روز کی تاخیر سے ترجمہ مل گیا۔ جب مضمون پڑھا تو بلا ساختہ یہ شعر ذہن میں گردش کرنے لگا۔

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا!

بہرحال مضمون نگار کی کاوش کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

عیدالفطر اہم ہے نہ کہ عیدالاضحیٰ کیونکہ:

1) اول الذکر (عیدالفطر) قرآن میں ہے نیز حضور ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اور مسلمان اس کو جشن کی صورت میں مناتے ہیں۔ بہ خلاف دوسری کے۔

2) اسلام کے ضروری احکام صرف قرآن سے ماخوذ ہیں۔ 3) احادیث قربانی مسترد ہیں۔

4) ایک قربانی پوری قوم کی طرف سے کافی ہے۔

5) قربانی نفل ہے۔

6) امام شافعی نے اسے نفل کہا۔

7) حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہم نے کبھی قربانی نہ کی۔

8) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے گوشت خرید کر کہا کہ یہ میری قربانی ہے۔

9) حضرت بلال پرندے ذبح کرنے کا حکم دیتے۔ 10) اہل حدیث کا ایک گروہ چوزے ذبح کرتا ہے۔

11) الجیریا کے صدر نے حکم نافذ کیا کہ پوری آبادی کی طرف سے ایک قربانی کی جائے۔

الجواب وهوا لموفق للصواب

مضمون نگار کی پہلے مغالطہ کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم کے مفہوم میں تحریف

مضمون نگار نے عید الفطر کو قرآن سے ثابت کرنے کے لئے آیت
﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ نقل
کی اور لکھا کہ آیت مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقتاً عید الفطر کا تہوار قرآن کی وحی کی یادگار ہے۔

تحریف مذکور کا رد:

مگر ہم حیران ہیں کہ اس محقق نے اس آیت کے کون سے لفظ سے عید الفطر کا تعین کیا۔ پارہ 11 رکوع 11 سورۃ یونس کی 58 نمبر آیت ہے۔

پورے رکوع کو دیکھیں نہ تو سیاق کا کوئی لفظ اور نہ ہی سباق کا کوئی حرف اور نہ ہی خود آیہ کریمہ کے الفاظ اس مطلب پر دلالت کرتے ہیں بلکہ ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں کرتے۔ اور اگر تفاسیر کو دیکھیں تو صحابہ کے فرامین سراسر اس کے خلاف ہیں۔

حضرت مجاہد و قتادہ فرماتے ہیں کہ لفظ ''فضل'' سے مراد ایمان اور ''رحمت'' سے قرآن ہے اور ابو سعید خدری بھی یہی فرماتے ہیں۔

اور حضرت انس نے فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد اہل قرآن ہونا لیا ہے۔

ابن عمر نے فضل کے اسلام اور رحمت کے اہل اسلام ہونے کی تفسیر کی ہے۔

خالد بن معدان نے فضل سے اسلام اور رحمت سے سنت مراد لی ہے۔ دیکھیں مظہری۔ ابن کثیر
گر ہمیں کتب و ملاں۔ کار مغاں تمام خواہد شد

بالفرض اگر بزعم ایں محقق شان نزول میں عید الفطر ہی مراد ہو تو کیا ان بزرگوں کا یہ قاعدہ کبھی نہیں پڑھا تھا؟ ﴿اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ الْاَلْفَاظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ﴾
اعتبار الفاظ کی عمومیت کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصیت مورد کا۔

کیا یہ صاحب جیسے اس آیت سے عید الفطر کی تخصیص کر کے عید الاضحیٰ کے فضل و رحمت ہونے کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ایسے ہی اختراعی تخصیص سے رمضان، اسلام، ایمان، بلکہ صاحب قرآن نہیں نہیں بلکہ جملہ انعامات الٰہیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے خارج کر دیں گے؟

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مضمون نگار کی ذخیرہ احادیث کے بارے غلط بیانی

آگے فرماتے ہیں کہ پاک پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہ اس تہوار کو بڑی اہمیت سے مناتے تھے۔ ایک روایت میں منقول ہے۔ کہ اس موقعہ پر حضور خصوصی لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آپ کے صحابہ بھی اسی طرح جشن مناتے تھے۔ (نیل الاوطار جلد نمبر 3 ص 301)

اس بہترین مثال کی پیروی کرتے ہوئے تمام دنیا کے لوگ اس روز اچھے کپڑے پہنتے ہیں لیکن عید الاضحیٰ کے بارے میں آپ ﷺ اس کو منانے کے لئے خصوصی انتظامات نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی قرآن پاک میں اس کا کوئی ذکر ہے۔ یہ قانون صرف حدیث رسول ﷺ سے استنباط کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ تہوار اسلام میں پیغمبر ﷺ کی سنت کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اس قدر ضروری نہیں۔ جس قدر ہمارے مولوی صاحبان کہتے ہیں۔

حضرات آپ ذرا غور سے اس عبارت میں دیکھیں کہ کتنے حوالہ جات ہیں۔ یقیناً اور یقیناً اگر آپ کو نظر آئیگا تو صرف ایک حوالہ وہ بھی نیل الاوطار کا وہ بھی بلا سند۔ تاہم ان باتوں کو سردست چھوڑتے ہوئے صرف عبارت پر غور کرتے ہیں کہ آیا اس روایت میں کوئی قید یا حرف

صریاً واضح عبارت میں کوئی ادنیٰ اشارہ بھی ہے جو کہ عید الاضحیٰ کی نفی کرتا ہو؟ نہیں اور یقیناً نہیں اور اگر ہے تو صرف اتنا کہ حضور اس موقع پر خصوصی لباس زیب تن فرماتے۔

مذکورہ بات کا رد:

اولاً تو لفظ اس سے مراد مطلقاً عید ہے نہ کہ خصوصیت سے عید الفطر

ثانیاً بالفرض خاص بھی مراد ہو تو کیا ان کو علم نہیں کہ "عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں" قاعدہ مقرر ہے؟ اگر یقین نہیں تو ﴿اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ﴾ سے حج، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب کی نفی کر دیں۔ خدا کرے کبھی آپ کو یہ ہمت بھی نہ ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر دو عیدوں میں شرعی تہوار ہونے کے اعتبار سے قطعاً کوئی فرق نہیں۔ دلیل، احادیث میں دونوں عیدیں یکساں ہیں۔ آیئے ذرا آپ کو کتب احادیث کے ذخیرہ کی طرف لے چلوں

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

حدیث نمبر 1: حضرت انس ﷛ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو اہل مدینہ کے دو تہوار تھے جن میں وہ کھیلا کرتے تھے۔ (یعنی نیروز اور مہرگان) انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے سوال فرمایا کہ یہ کیسے تہوار ہیں؟ جواباً عرض کیا کہ یہ ہمارے جاہلیت کے دور کے خوشی کے تہوار ہیں جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے تم کو دو بہتر تہوار عطا فرمائے ہیں۔ پہلا عید الاضحیٰ اور دوسرا عید الفطر۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، ج: 1، ص: 168، حدیث نمبر: 1134، سنن نسائی، کتاب صلوٰۃ العیدین، ج: 1، ص: 231، حدیث نمبر: 1556، المستدرک علی الصحیحین، کتاب صلوٰۃ العیدین، ج: 1، ص: 434، حدیث نمبر: 1091، یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے)

یہ ہے ان دونوں تہواروں کی ابتداء۔ کیا ان دونوں میں کسی قسم کا فرق حضور ﷺ نے فرمایا؟ نہیں یقیناً جواب نفی میں ہے۔

عیدین کے وجوب کی تاریخ:

عیدین کا وجوب ۲۸ رمضان ۲ھ بمطابق ۲۳ مارچ ۶۲۳ء کو ہوا جبکہ آپ کی عمر شریف ۵۱ برس ۳ ماہ ۲۰ یوم تھی۔

حدیث نمبر 2: امام شافعی نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا۔ کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک یمنی چادر تھی۔ جو کہ آپ ہر عید میں پہنا کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب صلوٰۃ العیدین، باب الزینۃ للعیدین، ج: 3، ص: 280، حدیث نمبر: 5932، دار الباز مسند الشافعی، ج: 1، ص: 74، حدیث نمبر: 320، دار الکتب العلمیہ)

امید ہے کہ آپ عید الاضحیٰ کو کم از کم عیدوں میں تو شمار کرتے ہی ہوں گے۔ تو پھر ہر عید کا لفظ اس کو بھی شامل ہے۔

حدیث نمبر 3: حضرت عبداللہ بن عباس ﷠ فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ عید کے دن سرخ چادر پہنا کرتے تھے۔

(المعجم الاوسط، ج: 7، ص: 316، حدیث نمبر: 7609، دار الحرمین، امام ہیثمی نے کہا اس کے راوی ثقہ ہیں، مجمع الزوائد، ج: 2، ص: 431، حدیث نمبر 3208)

حدیث نمبر 4: حضرت جابر ﷛ فرماتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ کے پاس ایک سرخ چادر تھی "یلبسها فی العیدین والجمعه" جو آپ دونوں عیدوں پر اور جمعہ پر زیب تن فرماتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الجمعه، باب ما یستحب من الارتداء، ج: 3، ص: 247، حدیث نمبر 5779)

حدیث نمبر 5: ابن عمر ﷠ عیدین میں بہترین کپڑے پہنتے تھے۔ (سنن بیہقی جلد 3، ص: 281)

لیجئے ان احادیث میں صاف لفظ عیدین آ گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر دو عیدوں کو خصوصی لباس زیب تن فرماتے نہ کہ فقط عید الفطر کو جیسا کہ نیل اوطار کے اختصار لفظ سے مضمون

انکار کو دھوکہ ہوا۔ ﴿فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْغَافِلِينَ﴾

اسی لیے فقہ کی ہر کتاب میں لکھا گیا کہ ہر دو عیدوں کو عمدہ ترین کپڑے (سلے یا دھلے ہوئے)۔ جو میسر ہوں پہنے۔

دور نبوی میں دونوں عیدوں پر جشن منایا جاتا

آیئے اب جشن کے متعلق غور کریں کہ وہ ایک عید پر ہی ہوتا تھا۔ تو دیکھیں۔

حدیث شریف: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے گھر میرے ابا جان ایام منی یعنی ایام عید الاضحیٰ کے دن تشریف لائے تو میرے پاس دو بچیاں دف بجا بجا کر وہ اشعار جو یوم بعاث میں انصار نے کہے تھے (جنگی ترانہ) گا رہی تھیں۔ اور نبی کریم ﷺ کپڑا اوڑھے آرام فرما رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھتے ہی ان کو جھڑکا۔ اتنے میں آپ ﷺ نے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر فرمایا اے ابوبکر انہیں گانے دیجئے۔ کیونکہ یہ تو عید کے دن ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والدرق یوم العید، ج: 1، ص: 130، حدیث نمبر: 907 رواہ مسلم ایضا)

اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

(المرجع السابق، حدیث نمبر: 909)

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کیا جشن یہی ہے یا کوئی اور ہوتا ہے؟ اور وہ ہے تو کس عید کو؟ مگر آپ تو

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کیلئے

اعتراض: قیس بن سعد فرماتے ہیں: ﴿كَانَ يُقَلَّسُ لَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ﴾ کہ آپ ﷺ کے لئے عید الفطر میں تقلیس کی جاتی تھی۔

(سنن ابن ماجہ، ما جاء فی صلوۃ العیدین، ما جاء فی التقلیس یوم العید، ج: 1، ص: 92، حدیث نمبر: 1303)

اور تقلیس کے معنی ہیں کسی کے استقبال میں لونڈیوں اور بچوں کا دف بجا کر گانا۔ تو دونوں عیدیں یکساں نہیں کیونکہ اس میں عید الفطر کی تخصیص ہے۔

جوابات: اس کے کئی جواب ہیں:

نمبر 1) قاعدہ مقررہ ہے "ایک چیز کا ذکر دوسری کی نفی نہیں کرتا" جیسے کہ گزرا۔

نمبر 2) اگر اس روایت میں عید الفطر کا ذکر ہے۔ تو مذکورہ بالا میں عید الاضحیٰ کا۔ لہٰذا فرق غلط ٹھہرا

نمبر 3) خود اس روایت سے پہلی روایت میں کوئی تخصیص نہیں۔

نمبر 4) اسی لئے مصنف نے عام الفاظ سے عنوان قائم کیا یعنی لکھا ﴿بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْلِيسِ يَوْمَ الْعِيدِ﴾

نمبر 5) مقابلہ کی صورت میں وہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اور یہ ابن ماجہ کی۔ اور ادنیٰ طالب علم پر بھی ظاہر ہے کہ بخاری و مسلم کے مقابلے میں احادیث کی تمام کتب کا ذخیرہ بھی مرجوح۔ کجا کہ ابن ماجہ یا کوئی اور ایک آدھ کتاب۔

محدثین نے اپنی کتابوں میں دونوں عیدوں کو یکساں رکھا ہے

مزید بریں اختصاراً جملہ احکام میں اشتراک ثابت کرنے کی غرض سے کتب احادیث سے صرف عنوانات ذکر کئے درج ہوں۔ تاکہ طوالت وجہ ملامت نہ ہو جائے۔

باب ماجاء فی صلوۃ العیدین ابن ماجہ ص 190۔ کتاب العیدین بخاری جلد نمبر 1 ص 130۔ اذا غدا الی صلوۃ العیدین سنن بیھقی جلد نمبر 3 ص 276۔282۔ باب المشی الی العیدین سنن بیھقی جلد نمبر 3 ص 281۔ باب ماجاء فی کم یکبر الامام فی صلوۃ العیدین ابن ماجہ ص 91۔ باب التکبیر فی العیدین ابو داؤد جلد نمبر 1 ص 163۔ دارمی جلد نمبر 1 ص 315۔ سنن بیھقی جلد نمبر 3 ص 285۔ باب ماجاء فی القراۃ فی صلوۃ

ۃ العیدین ابن ماجه ص 91 ۔باب ما یقرا فی الاضحی والفطر ابوداود جلد نمبر 1 ص 163 ۔باب القراۃ فی العیدین ترمذی جلد نمبر 1 ص 96۔ دارمی جلد نمبر 1 ص 315 سنن بیهقی جلد نمبر 3 ص 294۔باب ماجاء فی الخطبة فی العیدین ابن ماجه ص 91۔ موطا امام مالک ص 146 ۔ فی صلوٰۃ العیدین قبل الخطبة ترمذی جلد نمبر 1 ص 96۔باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین ابن ماجه ص 92 ۔ترمذی جلد نمبر 1 ص 97 ۔ دارمی جلد نمبر 1 ص 316 ۔باب غسل العیدین سنن کبریٰ بیهقی جلد نمبر 3 ص 278۔باب ماجاء فی اغتسال فی العیدین ابن ماجه ص 92 ۔مؤطا امام مالک جلد نمبر 1 ص 146۔فی غسل العیدین باب تعجیل صلوٰۃ العیدین مستدرک جلد نمبر 1 ص 245۔باب ماجاء فی صلوٰۃ العیدین ابن ماجه ص 93۔باب عبادۃ لیلة العیدین بیهقی جلد نمبر 3 ص 319 ۔باب صلوٰۃ العیدین رکعتان سنن بیهقی جلد نمبر 3 ص 295۔ باب الرفع فی تکبیر العیدین بیهقی جلدنمبر 3 ص 292۔باب التکبیر فی الخطبة فی العیدین جلد نمبر 3 ص 299 ۔بیهقی باب الاستماع للخطبة فی العیدین بیهقی جلد نمبر 3 ص 300 ۔ صلوٰۃ العیدین فی المسجد یوم الفطر مستدرک جلد نمبر 3 ص 299 ۔باب ترک صلوٰۃ قبل العیدین وبعدهما موطا امام مالک جلد نمبر 1 ص 47۔ولا صلوٰۃ قبل صلوۃ العیدین ولا بعدهما ترمذی جلد نمبر 1 ، ص: 97۔ باب الجهر بالقراۃ فی صلوۃ العیدین سنن بیهقی جلد نمبر 3 ص 295 ۔ فی صلوۃ قبل العیدین وبعدهما مؤطا امام مالک جلد نمبر 1 ص 148۔ باب صلوۃ العیدین سنة اهل الاسلام حیث کانوا بیهقی جلد نمبر 3 ص 304 ۔مستدرک جلد نمبر 1 ص 294 تلخیص ذهبی ص 291 ۔سنن کبریٰ بیهقی جلد نمبر 3 ص 477 ۔ کتاب صلوۃ العیدین مسلم جلد نمبر 1 ص 289 ۔مشکوۃ ص 125 بلفظ باب ابوداؤد جلدنمبر 1 ص 161 ۔ابواب العیدین ترمذی جلد نمبر 1 ص 96 ۔باب المشی فی العیدین ترمذی جلد نمبر 1 ص 96 ۔دارمی جلد نمبر 1 ص 314 باب الاذان للعیدین سنن بیهقی جلد نمبر 3 ص 284.

ان تمام تصریحات کے بعد بندہ کو تو قطعاً یقین نہیں آتا کہ عیدین میں ماسوا احکام الضحیہ و

تکبیرات اور صدقہ فطر کے کسی قسم کا فرق ہو۔

اگر ہے تو لایئے! اصحاح ستہ میں سے یا کم از کم اسی درجہ کی کسی کتاب سے۔

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

اعتراض: مضمون نگار کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔ لیکن حدیث کے مستند لوگوں نے ان کے راویوں کی وجہ سے ان کو مسترد کر دیا۔

(حواله المحلہ جلد نمبر ۲ ص ۵۷ ۳ابن حزم)

جوابات:

جواب نمبر:1) یہ ہے کہ اگر واقعی ایسا ہی ہے۔ تو پھر عید الفطر کی بھی خیر منائیں۔ کیونکہ دونوں کی روایات مشترک ہیں جیسے کہ گزرا۔

جواب نمبر:2) اگر بخاری و مسلم، ترمذی وغیرہ سب کی روایات ضعیف ہیں۔ تو پھر بقیہ ذخیرہ احادیث کا کیا حشر ہوگا؟۔

نہیں ہرگز نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مضمون نگار کو سہو ہو گیا۔ کہنا تو چاہتا تھا کہ "قربانی کی تمام روایات" اور کہہ دیا "عید الاضحیٰ کی تمام روایات"۔

عید الاضحیٰ کی اللہ کے ہاں عظمت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا دن عید الاضحیٰ کا ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین کتاب الاضاحی ،ج: 4،ص: 246،حدیث نمبر: 7522، سنن نسائی الکبری ، فضل یوم النحر ، ج : 2، ص : 444، حدیث نمبر: 4098، دار الکتب العلمیه ورواه البیهقی وابن خزیمة واحمد اور امام حاکم نے فرمایا اس کی سند صحیح ہے)

مضمون نگار کا دوسرا مغالطہ

مضمون نگار نے لکھا کہ ضروری احکام صرف قرآن کریم سے ماخوذ ہیں۔

معلوم نہیں کہ مضمون نگار کی "ضروری احکام" سے مراد فرائض ہیں یا شعائر اسلام یا وہ کام جن کے کرنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے یا پھر حرام چیزیں بہر حال جو بھی مراد ہو ہر لحاظ سے مضمون غلط ہے۔

احکام شرعیہ صرف قرآن کریم سے ہی ثابت نہیں ہوتے

1) اگر مضمون نگار کی مراد فرائض ہوں تو دیکھیں نماز جنازہ و نماز کا قعدہ اخیرہ، حج وعمرہ کا احرام، غسل و دفن میت، نماز میں جگہ کا پاک ہونا فرائض ہیں۔ مگر کوئی بھی قرآن کے صریح الفاظ سے ثابت نہیں۔

2) اگر شعائر اسلام مراد ہوں تو جمرات کو رمی کرنا شعائر اسلام سے ہے۔ (ابن کثیر پارہ: 17) مگر قرآن میں ان کا ذکر تک نہیں۔

3) اگر وہ کام مراد ہوں جن کے ترک کرنے سے انسان گنہگار ہوتا ہے تو ختنہ، حجامت، جماعت کیلئے اقامت، حج میں قیام، منیٰ اور جمرات کی رمی، جملہ سنتیں وغیرہ کتنے احکام ہیں کہ جن کے ترک سے آدمی بالاتفاق گنہگار ہے۔ مگر قرآن میں ان کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

4) اور اگر حرام چیزیں مراد ہوں تو گھریلو گدھے، بلی، رضاعی باپ سے نکاح نیز تمام شکاری جانور، چوہے، کوے، چیل، گدھ وغیرہ سب حرام ہیں مگر قرآن میں مذکور نہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ بھی غلط ہے۔

مضمون نگار کا تیسرا مغالطہ

مضمون نگار نے لکھا کہ تمام احادیث قربانی مسترد ہیں۔

بندہ پہلے تو وہ آیات ذکر کرتا ہے جن سے صحابہ کرام، تابعین، مفسرین عظام نے خود قربانی کو یا اسکے فضائل و احکام کو ثابت کیا۔ بعد میں روایات کی طرف رجوع کرے گا۔

آیت نمبر 1) ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ﴾ پارہ نمبر 17۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا علی ابن حسین بن علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ ذبح هم ذابحوه

ترجمہ: ہم نے ہر امت و گروہ کے لئے قربانیاں مقرر کی ہیں پھر وہ کرتے ہیں۔

(المستدرک علی الصحیحین، تفسیر سورۃ الحج، ج: 2، ص: 425، حدیث: 3478، السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الضحایا، قال اللہ جل ثناؤہ، ج: 9، ص: 259، حدیث: 18788، امام حاکم نے اسے صحیح کہا اور امام بیہقی نے سکوت کیا جو صحت پر دلیل ہے)

تو فرمان اہل بیت سے ثابت ہوا کہ قربانی کوئی نیا کام نہیں بلکہ یہ ابتدائے انسانیت سے ساتھ ساتھ ہی آ رہی ہے۔ اگرچہ اس کی تفاصیل میں فرق رہا ہے۔

آیت نمبر 2) ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ﴾ (الحج، آیت نمبر: 34، پارہ: 17)

ترجمہ: اور جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں ہم نے ہر امت کیلئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے ہیں۔ (ترجمہ اشرف علی تھانوی)

تو قرآن پاک کی اس آیت سے بھی ہر امت کیلئے قربانی کا بلکہ اس پر بوقت ذبح اللہ کا ذکر بھی یعنی تکبیر پڑھنا بھی ثابت ہوا۔ (نیز دیکھیں تفسیر مظہری، ابن کثیر وغیرہ)

آیت نمبر 3) ﴿وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾ (الفجر، آیت نمبر: 2، پارہ: 30)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حدیث شریف: وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ عَشْرُ الْأَضْحِيَةِ وَالْوَتْرُ يَوْمُ عَرَفَةَ وَالشَّفْعُ يَوْمُ النَّحْرِ.

ترجمہ: لیالِ عشر سے مراد قربانی کی دس راتیں اور الوتر سے مراد عرفہ کا دن ہے اور الشفع سے مراد قربانی کرنے کا یعنی دسویں کا دن ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب الاضاحی، ج: 4، ص: 245، امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، السنن الکبریٰ للنسائی، سورۃ الفجر، ج: 6، ص: 514، حدیث نمبر: 11971، دار الکتب العلمیہ

مظہری میں ابن عباس قتادہ۔ مجاہد۔ سدی کلبی سب کا یہی قول قرار دیا)

تو دیکھیں کہ قربانی کو حضور ﷺ نے کیا مقام بخشا کہ دس راتیں اس سے منسوب کر دی، اگر چہ ان میں قربانی کی نہیں جاتی اور مذکورہ تابعین بلکہ مفسرین قرآن نے بھی اس کی تائید کی۔

آیت نمبر 4: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾

ترجمہ: اے محبوب ﷺ اپنے پروردگار کی نماز ادا کیجئے اور قربانی ذبح فرمایئے گا۔

(الکوثر، آیت نمبر: 2 پارہ: 30)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ: والنحر قال یقول فاذبح یوم النحر (وروینا) عن الحسن و مجاھد و سعید بن جبیر و عکرمۃ رضی اللہ عنھم (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الضحایا، ج: 9، ص: 159، حدیث نمبر: 19478) یعنی وانحر سے قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

تو دیکھئے جناب قرآن کریم میں قربانی کا صرف ذکر ہی نہیں بلکہ بقول حبر الامت مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس و حسن و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ رضی اللہ عنھم سے قربانی کرنے کا حکم ثابت ہوا۔ اور امر میں اصل وجوب ہے۔ تو قربانی کا واجب ہونا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا۔

سوال: اس آیت کے اور معنی بھی تو کیے گئے ہیں؟

جواب: ان معانی پر اس معنے کی ترجیح دیکھنی ہو تو ملاحظہ کریں البدائع والصنائع جلد نمبر 5 ص 52 اور ابن کثیر میں تمام اقوال نقل کر کے لکھا ہے۔ یہ سب اقوال غریب ہیں۔ اور صحیح پہلا قول ہے کہ مراد وَانْحَرْ سے قربانیوں کا ذبح کرنا ہے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نماز عید سے فارغ ہو کر اپنی قربانی ذبح کرتے تھے۔

آیت نمبر 5 ﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَکُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ لَکُمْ فِیْهَا خَیْرٌ فَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ

وَالْمُعْتَرَّ کَذٰلِکَ سَخَّرْنٰهَا لَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ﴾ (الحج، آیت نمبر: 36 پارہ: 17)

ترجمہ: اور قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کئے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے۔ پس انہیں کھڑا کر کے نام خدا پڑھ کر ذبح کرو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور سوال سے رکنے والے مسکین اور سوال کرنے والے مسکین کو بھی کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے چوپاؤں کو تمہارے ماتحت کیا تا کہ تم شکر گزاری کرو۔

سبحان اللہ۔ اللہ نے اس ایک آیہ کریمہ میں قربانی سے متعلق کئی باتیں بیان فرمائیں۔

نمبر 1: قربانی کا شعائر اسلام سے ہونا۔ **نمبر 2:** قربانی کا لزوم کیونکہ شعائر پر عمل لازم۔

نمبر 3: اس کے ذبح کا طریقہ۔ **نمبر 4:** اس سے خود کھانا۔

نمبر 5: اور غرباء و مساکین کو کھلانا بھی ذکر فرمادیا۔

یعنی صرف ذکر ہی نہیں بلکہ تفصیلی احکام بھی ہیں۔

آیت نمبر 6: ﴿ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾

(الحج، آیت نمبر: 32 پارہ: 17)

ترجمہ: بات یہ ہے کہ جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔

اس آیت میں شعائر اللہ کی تعظیم کو دل کے تقویٰ سے قرار دیا۔ اور آیت سابقہ سے قربانی کا شعائر اللہ میں شامل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ تو گویا قربانی کی تعظیم انسان کے تقویٰ کی علامت ہے۔ شاید کہ وہ کلو گوشت خرید کر اس کی تعظیم کرنا بھی آپ کے نزدیک علامت تقویٰ ہو فقدبّر

بلکہ بعض مفسرین نے تو اسکے معنے قربانی کو ذبح کرنے اور پالنے پوسنے کے لیے ہیں (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی فضل الضحایا، ج 9 ص 272) تو جس کا پالنا اور اس کی خدمت کرنا دلیل تقویٰ ہو۔ وہ آپ کے نزدیک مولوی کی اختراع یا مبالغہ آمیزی ہوگی۔

؎ جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آیت نمبر 7: ﴿وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا ذکر معین دنوں میں ان چوپاؤں پر کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے ہیں (یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کریں) پھر ان سے خود کھاؤ اور فقیر کو بھی کھلاؤ۔

(الحج ،آیت نمبر :28،پارہ: 17)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل باتیں ذکر فرمائیں۔ ● ایام کا تعین ● ذکر اللہ سے ذبح ● خود کھانا ● غربا کو کھلانا۔ تو دیکھیں کس قدر تفصیلی ذکر ہے۔ مگر

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

آیت نمبر8: ﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ﴾

(الحج ،آیت نمبر :37،پارہ: 17)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو ہرگز ان کے گوشت اور خون نہیں پہنچیں گے۔ بلکہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارا تقویٰ قبول ہوتا ہے۔

اس آیت کا تعلق قربانی کے ساتھ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا کے عید الفطر کے ساتھ تعلق سے یقیناً اور یقیناً زیادہ واضح ہے۔ مگر وَمَنْ يَّشَاءْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

آیت نمبر 9: يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى.

(الصافات ،آیت نمبر :102)

ترجمہ: (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔

اس آیت کا موجودہ قربانی کی وجہ ابتداء ہونا کسی پر بھی مخفی نہیں۔

بہر حال اُمید ہے کہ ان آیات بینات سے قربانی کا قرآن پاک سے تعلق واضح ہو گیا ہوگا۔

؎ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

قربانی کا ذکر احادیث مبارکہ میں

قرآنی آیات کریمہ کے بعد اب آئیے احادیث کی طرف۔

یہ عاجز پہلے ان احادیث کا ذکر کرے گا کہ جن میں قربانی کا حکم، اہمیت، فضائل ذکر کیے گئے ہیں اور بعد میں مضمون نگار کی نقل کردہ روایت کا جواب ذکر کرے گا۔

وَاللّٰه الهادی ومنه الرشاد

حدیث نمبر 1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس مال ہو وہ قربانی نہ کرے تو ہرگز ہماری عیدگاہ کے پاس نہ آیا کرے۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ جو شخص فراخی پائے اور پھر بھی قربانی نہ کرے تو ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(سنن ابن ماجه ،ابواب الاضاحی ، باب الاضاحی واجبة هو ام لا ، ج: 1،ص: 226،حدیث نمبر : 3123،المستدرک علی الصحیحین ،کتاب الاضاحی ، ج: 4،ص: 258،حدیث نمبر : 7625،امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی اس کی تائید کی اور الدار قطنی مرفوعا صحیحا،سنن الدار قطنی باب الصید و الذبائح ج: 4،ص: 285،حدیث نمبر :53)

نوٹ: یاد رکھیے کہ امام احمد نے اگرچہ مَنْ وَجَدَ سَعَةً یعنی فراخی پائے دوسری روایت کے متعلق فرمایا۔ منکر ہے مگر منکر کے ملنے سے اس کے راوی کا ضعیف تر ہونا ہی ثابت ہوتا ہے جو کہ دوسری روایات کی تائید سے ختم ہو جاتا ہے۔ اور علامہ بیہقی نے سنن کبریٰ جلد نمبر 9 ص 260 پر بھی اس روایت کو ذکر کیا۔ مگر کہا کہ یہ ذکر موقوف ہے یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے اور اس روایت کا رفع صحیح نہیں۔ کیونکہ ایک راوی زید بن حباب غیر محفوظ ہے۔

مگر یاد رکھیے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ کیونکہ بیہقی کی سند اور ہے اور امام حاکم کی اور۔ جس میں مذکورہ وزید نہیں ہے۔ نیز اگر موقوف بھی ہو تو حکماً مرفوع ہوتا ہے۔

یہ دیکھیں رحمت عالم ﷺ تارک قربانی پر کس قدر اظہار جلال یا غضب فرما رہے ہیں۔ تو کیا اس قدر غصہ ایک مستحب عمل پر بھی ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

نوٹ: اس حدیث میں مال کا ہونا بھی شرط قرار دیا گیا۔ یاد رکھیے گا آئندہ یہ مسئلہ بھی دخل رکھتا ہے۔

حدیث نمبر 2: ﴿مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ وَإِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا﴾

ترجمہ: یوم النحر (دس ذی الحج کے دن) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پیارا نہیں۔ وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔

(جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، باب فضل الاضحیہ، ج: 2، ص: 407، حدیث نمبر: 1493۔ اور فرمایا حسن ہے سنن ابن ماجہ، ابواب الاضاحی باب ثواب الاضحیہ، ص: 226، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الاضاحی، ج: 4، ص: 246، حدیث نمبر: 7523 اور فرمایا صحیح الاسناد)

دیکھیں کہ آقا ﷺ عید کے دن کسی کام کو بھی قربانی کرنے کے برابر قرار نہیں دے رہے۔ حالانکہ نماز عید بھی واجب اور تکبیرات تشریق بھی واجب اور نمازیں فرض اور اس کے علاوہ ہزار ہا فرائض اور واجبات و مستحبات و سنن آدمی اس دن ادا کر سکتا ہے۔ بایں ہمہ حضور ﷺ اس دن میں تمام اعمال سے افضل صرف اور صرف قربانی کو فرما رہے ہیں۔ شاید کہ کسی عمل کی اہمیت جتانے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی عبارت ممکن نہ ہو۔

حدیث نمبر 3: حضور ﷺ نے فرمایا: عَلٰى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَةٌ

ترجمہ: ہر گھر کے ذمہ ہر سال قربانی لازم ہے۔ (جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، ج: 1، ص: 410، حدیث: 1518 امام ترمذی نے فرمایا حسن ہے اور البانی کی تحقیق میں بھی ہے سنن ابن ماجہ، ابواب الاضاحی، باب الاضاحی واجبۃ ھی ام لا، حدیث: 3125 سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، ج: 2، ص: 37، حدیث: 2788 محکمہ وحسنالبہ، سنن نسائی کتاب الفرع والعتیرہ، ج: 2، ص: 188، حدیث نمبر: 4224، السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الضحایا، ج: 9، ص: 260، حدیث نمبر: 18789 امام بیہقی کا سکوت دلیل صحت ہے)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

1) ہر گھر کے ذمہ قربانی ہے (بشرطیکہ صاحب نصاب ہو۔ لہٰذا مرضی پر منحصر ہونا غلط ہوا۔ نیز ایک قربانی پوری قوم یا ملک کی طرف سے ہونا بھی باطل ہے ہوا۔

2) ہر سال لازم ہونا بھی ثابت ہوا۔ پس کئی سال تک نہ کرنا باوجود شرائط کے بھی غلط ہوا۔

3) چونکہ کلمہ "علی" لازم کرنے کے لئے ہے۔ لہٰذا وجوب بھی ثابت ہوا۔ اور مستحب والا خیال بھی غلط ہوا۔

نوٹ: یاد رکھیے گا کہ یہ حدیث حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے مقام عرفات میں فرمائی تھی۔ جیسا کہ قبل عبارت میں واضح طور پر ثابت ہے۔ اور اس کے بعد قربانی کے متعلق حضور ﷺ کا ایسا فرمان نہیں ملے گا۔ جو کہ اس حدیث کے مضمون کے خلاف ہو۔

حدیث نمبر 4: آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں دس سال حیات ظاہرہ سے رہے مگر ایک سال بھی قربانی ترک نہیں کی۔ (جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، ج: 1، ص: 409، حدیث نمبر 1507 امام ترمذی نے فرمایا ھذا حدیث حسن، مسند احمد، حدیث نمبر: 4955، ج: 2، ص: 28)

ذرا غور فرمائیں کہ جس عمل پر حضور ﷺ ہمیشگی فرمائیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور نہ

کرنے سے وعید فرمائیں جیسا کہ حدیث نمبر 1 میں ہے۔ اور ترغیب بھی فرمائیں جیسا کہ حدیث نمبر 2 فرمائی۔ اور امر بھی فرمائیں جیسا کہ حدیث نمبر 3 میں ہے۔ کیا اس سے وجوب ثابت ہو گا یا محض اختیار یا استحباب؟ دیکھیں کتب اصول فقہ۔

جو ذرا دیکھیں گے تو بھلا ہو گا۔

حدیث نمبر 5: (صرف ایک ہی نہیں بلکہ) آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے سات سات اونٹ صرف اپنی طرف سے ذبح فرماتے۔

(صحیح بخاری، کتاب المناسک باب من نحر بیده، ج: 1، ص: 231، حدیث نمبر: 1626/1628، سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، ج: 2، ص: 38، حدیث نمبر: 2793، السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الضحایا باب الذبح فی الغنم، ج: 9، ص: 279، حدیث نمبر: 18913)

یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے تریسٹھ اونٹ اپنی طرف سے خود ذبح فرمائے اور بقیہ 37 کیلئے حضرت علی کو حکم فرمایا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج باب حجة النبی ﷺ، ج: 1، ص: 399، حدیث نمبر: 3009، سنن ابن ماجه، ابواب المناسک، باب حجة رسول الله ﷺ، ج: 1، ص: 222، حدیث نمبر: 3074، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب صفة حجة النبی، ج: 1، ص: 279، حدیث نمبر: 1905) اور ابن ماجہ کے مذکورہ صفحہ پر ہے:

﴿واجمع ما جاء به النبی ﷺ وما جاء به علی مائة بدنة﴾ یعنی کل 100 اونٹ تھے۔

یاد رکھیں ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ۔ اقل کا ذکر اکثر کی نفی نہیں کرتا ہے۔

دیکھیں نشر الطیب باب الاول وغیرہ۔

نیز یہ بات بھی ہرگز نہ بھولیے گا کہ یہ آپ ﷺ کا فعل حجۃ الوداع کے موقع پر ہے جس کے بعد پھر قربانی کا موقع ہی میسر نہ آیا۔

حیران ہیں کہ آپ ﷺ سو سو اونٹ قربانی کریں اور وہ بھی اپنی طرف سے۔ اور اعتراض

کرنے والا بے ایمان ہو جائے لیکن اگر بے چارے علماء ایک ایک کی ترغیب دیں پھر بھی اعتراض کریں اور وہ بھی محقق زمان بزعم خود

حدیث نمبر 6: بایں ہمہ حضور ﷺ نے اپنی ازواج بالخصوص سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے علیحدہ ایک گائے ذبح فرمائی۔

(صحیح بخاری، کتاب المناسک باب ذبح الرجل البقر ورواه البیهقی ومالک و الدارمی)

حدیث نمبر 7: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے بہت سی بکریاں دیں تا کہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں قربانی کیلئے تقسیم کروں۔ (تقسیم کرنے کے بعد) ایک بکری کا بچہ سال سے کم عمر کا بچ گیا۔ تو آپ ﷺ سے عرض کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو صرف تو ہی کرے (یعنی کسی اور کیلئے اتنی عمر کا جائز نہیں) (صحیح بخاری، کتاب الوکالة باب وکالة الشریک فی القسمة و غیرها، ج: 1، ص: 308، حدیث نمبر: 2178، صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب سن الاضحیه، ج: 2، ص: 155 و رواه ابن ماجه، ص: 226 و البیهقی، ج: 9، ص: 833)

اس حدیث شریف سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔

نمبر 1) آپ ﷺ قربانی کا خوب اہتمام فرماتے تھے۔ اسی لئے خود قربانیاں تقسیم کرنے کو عطا فرمائیں۔

نمبر 2) تمام امت، تمام شہر یا تمام قبیلہ کی طرف سے ایک قربانی نا کافی ہوتی ہے۔ ورنہ اس قدر جانور ذبح کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

نمبر 3) قربانی کے جانور کی عمر بھی مخصوص ہے جس سے کم عمر ہرگز جائز نہیں۔ تو جب مخصوص عمر سے کم کا جانور بھی جائز نہیں تو گوشت کے دو تین کلو کب قربانی بن سکے گی؟

نمبر 4) آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار کامل عطا فرما کر بھیجا۔ اسی لئے تو عقبہ رضی اللہ عنہ کیلئے کم عمر کی بھی جائز فرما دی۔

حدیث نمبر 8) حضور ﷺ نے عید کے روز خطبہ ارشاد فرمایا بے شک اس دن جو پہلا کام ہم شروع کریں گے وہ یہ کہ ہم نماز عید ادا کریں پھر لوٹ کر قربانیاں کریں گے۔ تو جو ایسے کرے گا وہ تو ہماری سنت کو پہنچا۔ اور جس نے نماز ادا کرنے سے قبل کر لی وہ صرف بکری کا گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے جلدی کیا ہے۔ قربانی کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری روایت میں فرمایا۔ اس کی جگہ اور ذبح کر

اور یہی قربانی لوٹانے کا حکم اور قبل از وقت کی ہوئی قربانی کا گوشت ہونا اور قربانی سے کوئی تعلق نہ ہونا مختلف افراد سے مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد جگہ کتابت پر ذکر کیا۔

(ابن ماجہ، ص: 226، ص 227: ،ص 228: ،ابو داؤد، جلد: 2، ص: 153، ص 154، ص 155: بخاری، جلد: 2، ص: 832، ص: 839، مسلم، جلد: 1، ص: جلد 1: ، ص: 130 ،ص 131: ،ص 132: ،ص 133: ،ص 134: ،ص 834: ،بخاری جلد ص 269: ،ص 270: ،ص 276: ،ص: 277 موطا امام مالک، جلد نمبر 9: ،ص: 263، جلد: 2، ص: 7، نمبر: 1، ص: 320، دارمی)

ان روایات میں غور کرنے سے 4 باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

1) قبل از وقت ذبح کرنے سے جانور کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں رہا بلکہ وہ فقط گوشت ہے۔ خدارا ذرا سوچیں بازار سے خریدا ہوا دو کلو گوشت کب قربانی ہو سکے گا جبکہ وہ جانور نہ تو قربانی کی نیت سے ذبح کیا گیا اور نہ ہی اس میں وقت وغیرہ کا خیال رکھا گیا

2) اگر ایک قربانی سب کی طرف سے ہو جاتی تو پھر بھی دوبارہ ذبح کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ بہت سے لوگوں نے عید کے بعد ذبح کی تھی۔

3) اگر قربانی محض مستحب ہوتی تو اس قدر اہتمام سے دوبارہ ذبح کرنے، خصوصاً کم عمری بھی خصوصی اجازت دینے کی کیا ضرورت تھی؟

4) اختیار مصطفےٰ ﷺ

حدیث نمبر 9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خدمت میں عید کے روز حضرت جبرائیل حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا جبرائیل تو نے ہماری قربانیوں کو کیسا پایا؟ عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپکی قربانیوں پر آسمانوں والے بھی فخر کر رہے ہیں۔ آخر حدیث تک

(بیہقی جلد نمبر 9 ص 271 اگرچہ بیہقی نے کہا کہ فیہ ضعفا اس میں ذرا کمزوری ہے۔ مگر مستدرک جلد 4 ص 223 پر ذکر کر کے کہا۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد۔ اور تلخیص میں بھی اعتراض کے بعد لکھا ہے کتب حدیثلہ)

تعجب ہوتا ہے کہ آسمانوں کے فرشتے بھی قربانیوں پر فخر ومباہات کریں۔ لیکن علما اگر اسی فخر ومباہات والے کام کی ترغیب دیں تو مورد الزام اور لالچی ٹھہریں۔ فیا للعجب۔

اختصاراً اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیونکہ کسی نے خوب کہا ہے۔

عاقل بنوں اک نکتہ کافی لوڈنیں دفتر دی

کیا احادیث قربانی مسترد ہیں؟

اب ان احادیث کی روشنی میں مضمون نگار جناب عبدالرافع شہاب صاحب کے اس قول کی حقیقت واضح ہو جائیگی کہ ”احادیث قربانی مسترد ہیں انہیں آئمہ تحقیق نے رد کر دیا ہے“ کیونکہ جس قدر روایات بندہ نے نقل کی ہیں کسی پر بھی اعتراض (ماسوائے نقل کردہ کے) نہیں کیا گیا۔

فَالْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ

مضمون نگار کا چوتھا مغالطہ

مضمون نگار نے لکھا کہ پوری قوم کی طرف سے ایک ہی قربانی کافی ہے اور اسکی دلیل دیتے ہوئے رائٹر نے شوکانی کی نیل الاوطار جلد 7 ص 117 سے ایک روایت نقل کی جس کے آخر میں ہے کہ پہلا دنبہ ذبح کرنے کے بعد آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ پوری امت کی طرف سے ہے۔ اور دوسرا آپ کی ذات یا کنبہ کی طرف سے۔

حدیث کی اس روایت کے بعد علی بن حسن وضاحت کرتے تھے کہ پورا قبیلہ بنی ہاشم اس لئے اس قربانی کو کافی سمجھتے تھے۔ اور کئی سال تک انہوں نے قربانی پیش نہ کی (انتھیٰ بلفظہ)

ایک قربانی پوری قوم کی طرف سے ہرگز کافی نہیں

بندہ کہتا ہے کہ یہ روایت بیہقی جلد 9 ص 259 طحاوی جلد 2 ص 332 پر بھی ہے۔ مگر اس سے مذکورہ مطلب اخذ کرنا غلط ہے۔ بلکہ آقا ﷺ کا مقصد پوری امت کے ان لوگوں کو جو قربانی کے قابل نہ ہوتے تھے قربانی کے ثواب میں شریک کرنا تھا۔ نہ کہ پوری امت کی طرف سے ایک قربانی کا کافی ہو جانا۔

اس کی کئی وجوہات ہیں:

1) کیونکہ حدیث نمبر 1 میں فرمایا: جس کے پاس مال ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے اگر قربانی امت کی طرف سے ہو چکی تھی تو پھر اس پوری تھدید کا کیا مطلب؟

2) جب وہ ایک سال کی قربانی قیامت تک کی پوری امت کی طرف سے ہو چکی تو پھر دس سال تک آقا ﷺ دو دو کیوں فرماتے تھے۔ دیکھیں حدیث نمبر 4

3) ہر سال ہر گھرانے کے ذمہ قربانی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ دیکھیں حدیث نمبر 3

4) جب ایک ہی قربانی آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کی پوری آل کی طرف سے کافی تھی تو پھر صرف اپنی طرف سے ایک صد قربانیاں کیوں فرمائیں؟ دیکھیں حدیث نمبر 5۔ کیا بقول آپ کے یہ اسراف نہیں؟

5) آخر ازواج مطہرات کی طرف سے علیحدہ کرنے کا کیا عقلی جواز ہوگا؟ دیکھیں حدیث نمبر 6

6) پھر صحابہ رضوان اللہ علیہم کو جانور تقسیم کرانا تاکہ قربانیاں کریں۔ آخر کیوں تھا؟ دیکھیں حدیث نمبر 7

7) آقا ﷺ کے غلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنگوں میں بھی قربانیاں قضاء نہ کرتے حتیٰ کہ بکریاں

(یعنی دو بھری بکریاں) ملنا مشکل ہو جاتیں۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یجوز فی الضحایا من السن، ج: 2، ص: 38، حدیث نمبر: 2799، مکتبہ رحمانیہ، سنن ابن ماجہ، ابواب الاضاحی، باب ما یجزی من الاضاحی، ص: 227، السنن الکبری للبیہقی، ج: 9، ص: 270)

آخر یہ اہتمام اور ہمیشگی کیوں؟

اعتراض: قربانی کا حکم سنت کفایت کا ہے۔ یعنی بعض کے کرنے سے تمام کو معاف لیکن ثواب صرف کرنے والے کو اور مذکورہ جملہ صورتیں طلب ثواب کے لئے تھیں نہ کے عدم جواز کی وجہ سے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں بعض حضرات کا یہ مسلک ہے۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک وجوب کا ہے۔ اور یہ السحر کا عمل اور ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آنے والی تھدید اور ہر گھر والے پر ہر سال قربانی ہے والی حدیث اور عقبہ بن عامر کو بالخصوص دوبارہ کرنے کا حکم دینا اور صحابی رضی اللہ عنہ کا سفر میں بھی درہم درہم جمع کر کے قربانی کرنا اور سنت جاری ہونا اسی نظریہ کے مؤید و مثبت ہیں۔ فتدبر۔

8) جب ایک قربانی بلکہ ادنیٰ قسم یعنی بکری یا دنبہ پوری امت یا پورے قبیلے کی طرف سے ہو سکتی ہے تو پھر اونٹ کے لئے سات شرکاء کی تعداد متعین فرمانا آخر کیوں؟

(جامع الترمذی، ابواب الاضاحی، باب الاشتراک فی الاضحیہ، ج: 1، ص: 408، سنن ابن ماجہ، ابواب الاضاحی، باب عن کم تجزی البدنۃ، ص: 226، المستدرک علی الصحیحین، ج: 4، ص: 230، السنن الکبری للبیہقی، ج: 9، ص: 279، موطا امام مالک، ص: 322)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کیا اور موطا وغیرہ میں ہے۔ کہ گائے بھی سات کی طرف سے۔ اور مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۲۳۱ پر ابوالاسود سلمی کے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں سات شخصوں میں ساتواں تھا۔ حضور ﷺ کے ساتھ

ایک سفر میں ہمیں قربانی کا وقت آ گیا۔ تو ہم نے حضور ﷺ کے حکم سے ایک ایک درہم جمع کر کے سات درہموں کے بدلے میں قربانی خریدی اور ترمذی جلد ۱ص 408 پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ﴿اَلْبَقَرُ عَنْ سَبْعَةٍ﴾

بلکہ مشکوٰۃ میں ص: 127 پر بحوالہ مسلم حضور ﷺ کا اپنا ارشاد ہے:

کہ اونٹ بھی اور گائے بھی سات کی طرف سے ۔طحاوی جلد ۲ص ۳۳۲ پر کافی روایات ہیں۔

تو جب بڑی قربانی میں سات کی تعداد متعین ہے تو بکری میں لا تعداد کیوں شریک ہو سکتے ہیں؟ یہی جواب ہے ان تمام روایات کا جن میں ہے کہ بکری پورے گھر کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

تنبیہ: بکری کی جسامت کا اونٹ اور گائے سے کم ہونا تو اَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ ہے۔ رہا ثواب تو اسکی کمی بھی حدیث سے ثابت ہے۔ جمعہ کے اول وقت میں آنے والی حدیث میں ہے ''پہلے آنے والے کو اونٹ اور دوسرے کو گائے اور تیسرے کو بکری کا ثواب ملتا ہے''۔

اہل بیت کرام آپ ﷺ کی قربانی پر اکتفاء نہیں کرتے تھے

مضمون نگار نے لکھا کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہم کئی سال تک اس کے بعد رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس مالی ذمہ داری اور مشقت سے کفایت کر دی۔ بنی ہاشم سے کوئی بھی قربانی نہیں کرتا تھا۔

آیئے پہلے ذرا تفصیل سے دیکھیں کہ بنی ہاشم سے کون کون نہیں کرتا تھا اور کون کون کرتا تھا۔

سیدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی قربانی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا دو عالم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اپنی قربانی کے پاس کھڑی ہو جا کیونکہ جو اس کے خون کا پہلا قطرہ گرے گا اس کے

بدلے تیرے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا بخشش صرف اور صرف ہم اہل بیت کے لئے ہی ہے یا کہ ہمارے لئے خاص اور دیگر مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ فرمایا: خصوصاً ہمارے لئے اور عموماً سب مسلمانوں کے لئے ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین ، کتاب الاضاحی ، ج : 4، ص : 247، حدیث نمبر : 7525، السنن الکبری للبیہقی ، کتاب الضحایا ، باب ما یستحب للمرء ان یتولی ذبح نسکہ ، ج : 9، ص : 283، حدیث نمبر : 18944، امام حاکم نے اسے حضرت عمران بن حصین سے بھی روایت کیا اور فرمایا حدیث صحیح الاسناد حدیث نمبر :7524)

ذرا غور کیجئے کہ آپ ﷺ کی قربانی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے تو کافی نہ ہوئی اور بعد میں آنے والوں کے لئے کافی ہو گئی؟ شاید کہ یہ گمان ہو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی یہ قربانی آپ ﷺ کی اس قربانی سے پہلے ہو گی تو یہ گمان غلط ہے کیونکہ پہلے گزر چکا کہ آپ ہر سال قربانی فرماتے اور احادیث میں عام ہے: ﴿كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ﴾

کہ آپ ہمیشہ ہی دو مینڈھے ذبح فرماتے۔ ایک اپنی ذات اور آل کی طرف سے اور دوسرا امت کی طرف سے۔ اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قربانی کا موقع ہی نہیں ملا۔ کیونکہ آپ ربیع الاول میں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسی آئندہ رمضان میں انتقال فرما گئیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قربانی

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو مینڈھے قربانی کئے۔ ایک مینڈھا نبی کریم ﷺ کی طرف سے اور ایک مینڈھا اپنی ذات کی طرف سے اور فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کروں لہٰذا میں ہمیشہ ایسے ہی قربانی کرتا ہوں۔

(سنن ابی داؤد ، کتاب الضحایا ، باب الاضحیہ عن المیت ، ج : 2، ص: 37، حدیث نمبر 2790، جامع ترمذی ، ابواب الاضاحی باب الاضحیہ بکبشین ، ج: 1، ص : 407، حدیث نمبر : 1495، المستدرک علی الصحیحین ، کتاب الاضاحی ، ج: 4، ص : 255،

حدیث: 7556اور فرمایا صحیح الاسناد ، السنن الکبری للبیهقی ، ج : 9،ص : 288،حدیث نمبر:18970)

دیکھیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تازیست ایک نہیں بلکہ دو قربانیاں پیش فرمائیں۔اور انکے خاطر اقدس میں یہ چیز راہ تک بھی نہ پائے کہ آپ کی قربانی ہماری طرف سے بھی ہو چکی ہے۔لہٰذا آپ ﷺ سے عرض کردیں کہ حضور اب ہمیں کیا ضرورت رہی ؟ بلکہ حضور ﷺ کے قلب انور میں بھی یہ خیال نہ آیا۔اگر آیا تو آج 1400سال کے بعد محققین کو۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی

آپ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔اور قربانی کا وقت آگیا۔پس ہم اونٹ میں سات اور گائے میں سات سات شریک ہوئے۔

(صحیح مسلم ، کتاب الحج، باب جواز الاشتراک فی الهدی ، ج : 1، ص : 424، حدیث نمبر : 3246، جامع ترمذی ، ابواب الاضاحی باب الاشتراک فی الاضحیہ ، ج ، 1،ص: 408حدیث نمبر: 1502)

یہ ہیں اہل بیت کے سرکردہ بزرگ جن کا قربانی کرنا ثابت ہے۔اب ہم یہ سوچنے سے قاصر ہیں کہ ان کی اولاد ان ہی کے خلاف کرتی ہو۔لہٰذا یہ قطعاً غلط ہے کہ باوجود طاقت ہونے کے وہ حضرات قربانیاں نہ کرتے ہوں جبکہ سب مسلمانوں میں یہ سنت جاریہ تھی۔

قربانی قرون اولیٰ سے سنت متوارثہ ہے

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ابن سیرین نے سوال کیا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کہ حضور ﷺ بھی کرتے تھے۔اور آپکے بعد مسلمان بھی کرتے تھے اور یہی سنت جاریہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ ، ابواب الاضاحی ، باب الاضحیہ واجبۃ هی ام لا ،ص: 226، حدیث نمبر:3124)

اور ترمذی میں ہے کہ سوال کرنے والے نے دوبارہ سوال کیا آپ فرمانے لگے۔تمہیں عقل ہے؟ سرکار بھی قربانی فرماتے اور مسلمان بھی آپ کے بعد کرتے۔

(جامع ترمذی ، ص : 409، حدیث نمبر : 1506)

بلکہ سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بھی دو مینڈھے ذبح کیا کرتے تھے۔اور میں بھی دو مینڈھے ذبح کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاضاحی ، باب اضحیۃ النبی ﷺ بکبشین ، ج 2،ص : 833، حدیث نمبر : 5233)

یہی نہیں کہ صحابہ خود ایک ایک یا دو دو قربانیاں کرتے تھے بلکہ اپنے بچوں کو بھی قربانیاں کرنے کا حکم فرماتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو فرمایا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی قربانیاں ذبح کریں۔

(صحیح بخاری ، کتاب الاضاحی ، باب من ذبح ضحیۃ غیرہ ، ج 2،ص: 834، السنن الکبری للبیهقی کتاب الضحایا باب ما یستحب للمرء من ان یتولی ج: 9،ص: 383، حدیث نمبر:19636)

پس یقیناً وہی معنی ہوئے جو ائمہ اہل سنت نے فرمائے اور بندہ نے نقل کئے۔یعنی آپ ﷺ کی مراد امت اور اہل بیت کے ان افراد کو ثواب میں شریک کرنا ہے جن کو یہ طاقت نہ ہو۔نہ کہ ہر فرد کو کافی ہونا خواہ وہ صاحب ثروت ہی کیوں نہ ہو۔اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے فرمان کا بھی یقیناً یہی مطلب ہے کہ ہم بنی ہاشم کے جو لوگ بھی اس قابل نہ تھے۔ان کے لئے یہ قربانی کفایت کرگئی۔

آخر میں ایک حدیث مبارک پیش کرتا ہوں جس میں یہ وضاحت ہے کہ آپکی یہ قربانیاں صرف ان لوگوں کی طرف سے تھیں جنہیں استطاعت نہ تھی۔

سرکار ﷺ نے امت کے تنگ دست لوگوں کو ثواب میں شریک فرمایا

﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِي﴾

آقا ﷺ نے پہلی قربانی کرتے وقت فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اے اللہ یہ قربانی میری طرف سے اور میری امت میں سے ان لوگوں کی طرف سے جو کہ قربانی نہ کرسکیں (قبول فرما)

(جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، باب ما جاء ان الشاة الواحدة، ج: 1، ص: 409، حدیث نمبر: 1521، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الاضاحی، ج: 4، ص: 254، حدیث نمبر: 7553 اور فرمایا صحیح الاسناد ہے، سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الشاة یضحی بہا، ج: 2، ص: 40، حدیث نمبر: 2812، البانی کی تحقیق کے مطابق صحیح ہے، ورواہ طحاوی واحمد ایضا)

قرآن وحدیث کے مقابلے میں الجیریا کے صدر کا حکم کوئی وقعت نہیں رکھتا

مضمون نگار نے لکھا کہ الجیریا کے صدر نے حکم دیا ہے کہ پوری قوم کی طرف سے صرف ایک قربانی کی جائے۔

تو اس کا سادہ سا جواب ہے کہ ہم احادیث رسول ﷺ اور آپ کے دس سالہ دائمی عمل اور سنت جاریہ کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو کوئی وقعت نہیں دے سکتے۔

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا قربانی نہ کرنا غنی نہ ہونے کی وجہ سے تھا

مضمون نگار نے لکھا کہ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما) قربانی نہیں فرماتے تھے جس سے معلوم ہوا قربانی لازم نہیں۔

اس بات کا جواب دیتے ہوئے ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی (المتوفی 587ھ) فرماتے ہیں کہ انہیں جو بیت المال سے بقدر کفایت ملتا تھا اس سے شرط غناء ہی پوری نہ ہوتی۔

(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب التضحیہ، باب صفة التضحیہ، ج: 5، ص: 53)

بندہ ضعیف کہتا ہے کہ صرف احتمال ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے جو مؤید با حادیث سند ہے کیونکہ ان کی شان اتباع سے بعید ہے کہ آقا ﷺ کو پورے دس سال ایک عمل کرتا ہوا دیکھیں اور پھر باوجود طاقت ہونے کے ترک کردیں۔

اور حضور ﷺ فرمائیں کہ جو طاقت پائے اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ اور یہ حضرات باوجود طاقت کے پھر نہ کریں اور ہوں بھی صف اول میں۔ اور محبوب ﷺ تو سو سو قربانیاں کریں اور محبین طاقت ہوتے ہوئے ایک بھی نہ کریں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

مٹ جائے نہ آقا پہ وہ بندہ کیا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المال سے بقدر ضرورت لیتے تھے

اس بات پر ایک واضح روایت ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ میں اپنی ذات کو اس اللہ تعالیٰ کے مال (یعنی عوام کے مال میں) یتیم کے والی کے درجہ میں رکھتا ہوں۔ اگر اپنے آپ کو اس سے بے ضرورت پاتا ہوں تو بچتا ہوں اور محتاج ہوں تو شرعی علم سے لیتا ہوں۔ پھر جب وسعت پاتا ہوں تو ادا کردیتا ہوں۔

(تفسیر خازن، بغوی، کبیر، ابن کثیر، روح المعانی، درمنثور، تحت آیت فان آنستم منهم رشدا)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا قربانی ترک کرنا اس لیے تھا کہ لوگ فرض نہ سمجھیں

مضمون نگار نے لکھا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی قربانی نہیں کرتے تھے۔ تو ان کے جواب کے لیے بیہقی شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں ﴿اِنِّي لَا اَدَعُ الْاَضْحٰى وَاِنِّي لَمُوْسِرٌ مَخَافَةَ اَنْ يَرَى جِيْرَانِي اَنَّهُ حَتْمٌ عَلَيَّ﴾

یعنی میں بے شک قربانی چھوڑ دیتا ہوں حالانکہ میں مالدار ہوں۔ اس خوف سے کہ کہیں میرے

پڑوسی یہ گمان نہ کریں وہ مجھ پر فرض یا لازم ہے۔

(السنن الکبری للبیھقی، ج: 9، ص: 265، حدیث نمبر: 19511)

تو اس میں نہ تو ہمیشہ ترک کا صاف ذکر ہے اور نہ ہی کوئی اشارہ۔ فقط فعل مضارع کسی طرح بھی دوام کے معنے نہیں دیتا۔ بلکہ اس حدیث میں آپ کے احکام الٰہیہ میں کمال احتیاط پائی جاتی ہے کہ کہیں میرے اس دائمی عمل سے پڑوسی اسے فرض ہی تصور نہ کر بیٹھیں۔ کیونکہ یہ انتہائی جرم ہے۔

؎ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

جیسے کہ آپ ﷺ نے تراویح کی دائمی جماعت کو ترک فرمایا تھا (دیکھیں مشکوٰۃ وغیرہ) مگر اس سے نہ تو ممانعت ثابت ہوئی اور نہ ہی ہیشگی کا ترک کرنا۔ ورنہ فاروق اعظم اس کی ہیشگی سے جماعت کا نہ ہی حکم فرماتے اور نہ ہی صحابہ پابندی سے اس پر عمل کرتے۔ فتدبر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قربانی کی وضاحت

مضمون نگار نے لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کبھی قربانی نہ کی تو اس کے جواب کے لیے ہم حدیث کے الفاظ کو سامنے رکھتے ہیں۔

﴿عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا حَضَرَ الْأَضْحٰى أَعْطٰى مَوْلًى لَهُ دِرْهَمَيْنِ فَقَالَ اشْتَرِ بِهِمَا لَحْمًا وَ أَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ أَضْحٰى ابْنُ عَبَّاسٍ﴾

کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، جب عید الاضحیٰ ہوتی تو اپنے غلام کو دو درہم دیتے اور فرماتے: ان کا گوشت خرید کر لاؤ اور لوگوں خبر دو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قربانی فرمائی ہے۔

جواب نمبر: 1) مضمون نگار نے کبھی نہ کرنے کا مفہوم کَانَ اِذَا حَضَرَ کے الفاظ سے تراشا ہے۔ حالانکہ یہ الفاظ کام کے بکثرت ہونے پر تو دال ہوتے ہیں۔ نہ کہ قطعی دوام پر کیونکہ کَانَ صرف کسی کام کے زمانہ ماضی میں بطریق ابہام وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد

8 ص 194) اور اِذَا وقت محض پر۔ تو گویا یہ قضیہ مہملہ ہوا جس میں افراد کے وقوع کا کوئی تعین نہیں ہے۔

دیکھیں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

﴿كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ﴾ کہ میں حیض میں بھی آپکے سر مبارک کو کنگھی کر دیا کرتی تھی۔

اب اس کا ہرگز مطلب نہیں کہ میں ہمیشہ حیض کی حالت میں کنگھی کرتی نہ کہ اس کے غیر میں۔ نہیں نہیں بلکہ بعینہ یہی الفاظ یعنی کَانَ اِذَا والے بھی حدیث میں موجود ہیں مگر دوام کا معنے موجود نہیں۔

دیکھیں شمائل ترمذی ص 11 ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبٰى بِيَدَيْهِ﴾ کہ آپ ﷺ جب مسجد میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے احتباء فرماتے (یعنی دونوں ٹانگوں کو اردگرد سے گھیر لیتے) تو اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کبھی بھی مسجد میں کسی اور حالت میں نہیں بیٹھے۔

تیسری حدیث دیکھیں:

﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ﴾ کہ آپ ﷺ (کوئی چیز پیتے ہوئے) دو مرتبہ سانس لیتے۔ اب اگر "کان" کو دوام کے لیے مانیں تو عبارت درست نہیں ہوگی کیونکہ شمائل ص 17 اور اسی صفحہ پر ہے۔ ﴿كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا﴾ کہ آپ ﷺ تین مرتبہ سانس لیتے۔

اگر ہمیشہ تین دفعہ ہو تو دو دفعہ غلط اور اگر دو دفعہ ہو تو تین دفعہ غلط۔

جواب نمبر 2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ قربانی مستحب ہے۔ لہذا آپ اس کے اظہار کیلئے کبھی کبھی یا عموماً ایسا کر دیتے۔ باقی رہا صرف خریدے ہوئے گوشت کو قربانی

فرمانا تو اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ وہ واقعی قربانی ہوگی ورنہ قربانی کو ذبح کرنے، موٹا کرنے، اسکے سواریاں بننے، اور لٹاتے، خون گرنے، سے قبل گناہ معاف ہونے کا کیا مطلب رہے گا؟

جواب نمبر 3) ممکن ہے کہ آپ کے پاس ان اوقات میں بساط ہی نہ ہو۔ تو آپ اسی قدر گوشت کو خیرات کر کے اظہار اطاعت کرتے ہوں۔ اور جیسے حضور ﷺ نے حجامت کو (قریب کے لیے) قربانی فرمایا۔ ایسے ہی آپ نے فرمایا ورنہ کیسے ممکن کہ آپ خود ہی

﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ﴾

آیت کی تفسیر میں ہی فرمائیں کہ جوڑے آٹھ۔ اونٹ گائے اور بھیڑ بکری سے بے طاقت کے مطابق (ان کی قربانی ہے) جوڑا ہوگا وہ افضل ہوگا۔ یعنی خود ہی فرمائیں کہ یہ جانور مقرر ہیں اور خود گوشت خرید فرمائیں کہ یہ قربانی ہے۔

نیز خود ہی آپ نے روایت فرمایا کہ حضور نے ۱۰۰ اونٹ ذبح فرمائے۔ (بیہقی جلد ۹ ص: ۲۷۲)

اور خود ہی اہمیت نہ دیں نیز خود ہی وَانْحَرْ کی تفسیر فرمائیں۔ "فَاذْبَحْ" یعنی قربانی ذبح کرو (دیکھیں سورۃ کوثر آیت: 2) اور خود ہی مخالفت کریں۔ نہیں نہیں بلکہ آپ نے مذہب کی بنیاد اس حدیث پر رکھی۔

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ثَلٰثٌ" هُنَّ عَلَيَّ فَرَائِضُ وَلَكُمْ تَطَوُّعٌ النَّحْرُ وَالْوِتْرُ وَ رَكْعَتَا الضُّحٰى﴾ "یعنی تین مجھ پر فرض اور تمہارے لئے نفل ہیں، قربانی، وتر، نماز چاشت۔

(السنن الکبری للبیہقی، باب الاضحیہ سنۃ، ج: 9، ص: 264، حدیث نمبر: 19503)

مگر امام صاحب کے نزدیک جیسے وتر واجب، ایسے ہی قربانی کیونکہ فرائض کے مقابلہ میں نفل سے مراد سنت بھی ہو سکتی ہے، واجب بھی، نفل بھی۔ اور نفل سب کو شامل ہوتا ہے۔

باقی رہا اس وقت عید کے روز گوشت میسر آتا اور اب نہ آ سکتا تو یہ کوئی دلیل نہیں کہ لوگوں کا

نظریہ اس مضمون نگار والا تھا بلکہ یہ اختلاف زمانہ ہے یعنی اس وقت اکثر لوگوں میں بساط نہ ہوتی تھی، بلکہ اَقَلُّ قَلِيْل میں۔ لہٰذا چند افراد ہی قربانی کر پاتے اور بقیہ حسب ضرورت بازار سے خرید لیتے ہوں گے۔

اگر اس حقیقت کی گتھی کو سلجھانا ہو تو آج سے تقریباً بیس برس قبل کسی دیہات کے ماحول کا مطالعہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ بعینہ وہی صورت ہوگی جو بندہ نے عرض کیا۔ بلکہ اکثر احادیث کی روشنی سے استفادہ کریں تو واضح طور پر ملے گا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گوشت ذخیرہ کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی اور وہ صرف گوشت کی کثرت کی وجہ سے تھی۔ تو کیا یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کی کثرت کی دلیل نہیں؟

رہا بلال رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کا فرمان کہ قربانی نفلی ہے تو اس قسم کا اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم میں کئی مسائل میں پایا جاتا ہے جو کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ اسی لئے تو مجتہدین حضرات کی محتاجی ہے تاکہ وہ تمام مختلف روایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے دلائل کی قوت و ضعف کے لحاظ سے فیصلہ کریں اور ائمہ مجتہدین کے فرمان عنقریب پیش خدمت کئے جائیں گے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض لے کر قربانی کرنے کی اجازت عطا فرمائی

حضرت رقاعہ بن جدیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ (جدیر) نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول ﷺ کیا میں قرض لیکر قربانی کر سکتی ہوں؟ فرمایا ہاں وہ قرض اللہ کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔

(السنن الکبری للبیہقی، ج: 9، ص: 262)

ذرا غور کریں کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا تو قرض لے کر بھی قربانی کرنا چاہیں اور حضور ﷺ

اجازت بھی مرحمت فرمائیں۔ مگر یہاں صاحب ثروت ہوتے ہوئے بھی بار خاطر ہے۔ کیا یہی تقاضائے اتباع و محبت ہے؟

؎ خود ہی کہیں جو ہم کہیں گے تو گلہ ہو گا

نیز حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی قرض لیکر بھی قربانی کرتے۔ (ابن کثیر رکوع نمبر ۱۲)

کیا ام المومنین رضی اللہ عنہا کو معلوم نہ تھا کہ یہ مستحب ہے بلکہ آپ ﷺ کی ایک قربانی ہماری طرف سے کافی ہو چکی ہے؟ نہیں نہیں بلکہ چند سیر گوشت ہی کافی ہے؟ نہیں بلکہ کوئی چیز یا چوزہ دے دیں۔ تو بھی کافی ہے؟ آخر قرض لینے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن وہ تو جانتی تھیں کہ قربانی کے ایک ایک بال کے بدلہ نیکیاں۔ خون گرنے سے پہلے سب گناہ معاف۔ بروز عید اللہ تعالیٰ کو سب سے پیارا عمل ابراہیم علیہ السلام کی سنت۔ پل صراط پر سواری ہونا۔ یہ سب کچھ صرف اور صرف تبھی حاصل ہو سکتا ہے۔ جب ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں کم از کم بکری ہی کو ذبح کیا جائے ورنہ نہیں۔

نوٹ : اس حدیث پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اتنا اعتراض کیا کہ ہدیر کی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع اور ملاقات ثابت نہیں۔ جب کہ ہدیر کی توثیق کرتے ہوئے ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے تہذیب التہذیب کے ص 363 پر لکھا ہے۔ "هدير بالتصغير ابن عبد الرحمن بن رافع بن خديج الانصاری المدنی مقبول من الخامسة" یعنی ہدیر مقبول ہیں۔ اور ذوجہ خامسہ سے ہے۔ تو جب وہ مقبول یعنی قابل اعتماد ہوئے۔ تو انہوں نے جس مروی عنہ کو ترک کیا ہے اسے اگر قابل اعتراض سمجھتے تو اس سے روایت نہ کرتے یا اس کی تصریح کرتے۔ ایک مقبول کا مروی عنہ کو ترک کرنا اس کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ (دیکھیں نخبۃ الفکر وغیرہ کتب اصول حدیث) پس حدیث قابل اعتماد ٹھہری۔

نیز حضرت بلال رضی اللہ عنہ مرتبہ صحابیت میں اگرچہ بلاشک وشبہ ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ لیکن وہ فقہاء صحابہ یا مجتہد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہ تھے۔ یعنی جو احادیث سے

ایک حکم استنباط کر سکتے ہوں۔ اور ان کے چوزہ ذبح کرنے والا عمل آقا ﷺ کے دس سال اور حضرت علی کے زندگی بھر کے معمول اور تمام مسلمانوں یعنی صحابہ کے عمل اور سنت جاریہ (جو کہ ایک فقیہ صحابی حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کہ "حضور ﷺ بھی کرتے تھے اور آپ کے بعد مسلمان بھی کرتے ہیں اور یہی سنت جاریہ ہے" سے ثابت ہے) کے مقابل ہرگز ہرگز نہیں آسکتا۔ اگرچہ صحیح ترین روایت سے بھی ثابت ہو حالانکہ اس کی صحت کا بھی علم نہیں۔ کیونکہ اس کی سند اور منقول عنہ کتاب حدیث کا حوالہ بھی نہیں دیا گیا۔

اہل حدیث کا عمل سواد اعظم کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا

مضمون نگار نے لکھا کہ اہل حدیث کا ایک گروہ بھی چوزے ذبح کرتا ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث کا ایک گروہ بقول آپ کے اگرچہ اس روایت پر عمل کرتا ہے مگر آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ بڑی جماعت کے مقابلہ میں ایسا ایسے گروہوں کا کوئی مقام نہیں۔

دیکھیں فرمان مصطفیٰ ﷺ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ. یعنی بڑی جماعت کی اتباع اختیار کرو۔

(جامع ترمذی ، ابواب الفتن ،باب لزوم الجماعة حديث نمبر : 2165)

اور فرمایا ﴿يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ﴾ کہ اللہ کا ہاتھ بڑی جماعت پر ہے۔

(جامع ترمذی ، ابواب الفتن باب لزوم الجماعة حديث نمبر : 2166)

اور فرمایا ﴿اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ﴾ یعنی بڑی جماعت کی اتباع کرو۔

(المستدرک علی الصحیحین ، کتاب العلم ، ج : 1، ص : 201، حدیث نمبر : 395 ، اور اسی کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا سنن ابن ماجه ، كتاب الفتن باب السواد الاعظم حديث نمبر : 3950)

پس ثابت ہوا کہ ایسے قلیل گروہ کی اتباع کسی صورت میں بھی ذریعہ ہدایت نہیں ہو سکتی۔

قربانی سے متعلق ائمہ مجتہدین کے اقوال

آخر میں ملاحظہ ہو۔ بیان مذاہب مجتہدین رضی اللہ عنہم امام بیہقی نے روایت کیا کہ حضرت ابو

الخصیب رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شاید تو قربانی کو فرض ولازم خیال کرتا ہے؟ عرض کیا نہیں۔ لیکن قربانی اجر اور خیر اور سنت ہے۔ تو آپ نے فرمایا: ہاں (السنن الکبریٰ للبیہقی، ج: 9، ص: 256)

اس روایت کے بعد امام بیہقی نے لکھا:

﴿وَقَالَ الشَّافِعِیّ رَحِمَهُ اللہ: وَلَا يعد والقول فِی الضحایا هذا او تکون واجبةً فَهِیَ عَلٰی کُلِّ اَحَدٍ صَغِیرٍ او کَبِیرٍ لا یجزی غَیْرُ شَاةٍ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

نمبر 1) قربانی کے سنت یا واجب ہونے سے کوئی قول باہر نہیں۔

نمبر 2) وہ ہر چھوٹے بڑے کے ذمہ ہے۔ (بشرائط)

نمبر 3) (کم از کم) بکری کے سوا کسی ایک کی طرف سے بھی جائز نہ ہوگی۔

لیجیے جناب۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر سہ باتوں کا فیصلہ فرما دیا۔

نمبر 1) قربانی محض مستحب نہیں۔ بلکہ واجب یا کم از کم سنت ہے۔

نمبر 2) ہر ایک ذمہ ہے سنت کفایہ یا واجب کفایہ نہیں کہ ایک کرے تو سارے ملک کو معاف ہو جائے

نمبر 3) گوشت، چوڑے وغیرہ جائز نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول

﴿قَالَ مَالِک الضَّحِیَّةُ سُنَّة وَلَیْسَتْ بِوَاجِبَةٍ. وَلَا اُحِبُّ لِاَحَدٍ مِمَّنْ قَوِیَ عَلٰی ثَمَنِهَا اَنْ یَتْرُکَهَا﴾ (موطا امام مالک جلد 1 ص 322)

ترجمه: امام مالک نے فرمایا: کہ قربانی سنت ہے واجب نہیں۔ اور میں کسی ایک کیلئے بھی پسند نہیں کرتا کہ اسے ترک کرے جبکہ اس کی قیمت ادا کرنے پر قادر ہو۔

لیجیے حضور! **1)** امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ واجب تو نہ مانا۔ مگر محض نفل بھی نہ فرمایا۔

2) اور کسی ایک کیلئے بھی ترک کرنا ناپسند کر کے پورے ملک یا پورے علاقہ کے لئے ایک ہی کافی ہونیکی تردید فرما دی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

امام الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قربانی کا واجب ہونا اور کم از کم مقدار ایک بکری اور ہر صاحب نصاب مقیم پر لازم ہونا اظہر من الشمس ہے جس کے بیان سے فقہ حنفی کی کوئی بھی کتاب خالی نہیں۔

چونکہ مضمون نگار نے اسی قدر دلائل اپنے دعوے پر پیش کئے تھے لہٰذا ان ہی کی تردید پر اکتفا کیا جاتا ہے اور بوجہ طوالت باعث ملالت دیگر دلائل وجوابات سے اعراض کیا جاتا ہے۔

﴿اِن یَکُنْ فَلْیَکُنْ. هٰذا آخِرُ مَا اَرَدْنَاهُ بِتَوْفِیْقِ اللہ تعالٰی اَکْمَلْنَاهُ فَاِنَّهُ اِلَّا نَابَةُ وَمِنْهُ الْاِجَابَةُ وَهُوَ خَیْرُ الْمُجِیْبِیْنَ وَمَوْلَی الْمَسْئُوْلِیْنَ﴾

عَبْدُهُ الرَّاجِیْ

اَبُو الْفَضْلِ مُحَمَّد اللہ دِتَّه السِّیالوی

کَانَ اللہ لَهٗ وَلَا خَابَه

المؤسس: ضیاء العلوم الجامعہ الشمسیہ الرضویہ الھا برا الشریف (سرجودھا)

بروز پیر بعد از نماز عشاء: بتاریخ 1410ھ۔5۔20 ، 1990ء۔12۔5

﴿وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین﴾

ماخذ ومراجع

القرآن الکریم		المستدرک علی الصحیحین
تفسیر ابن کثیر		مؤطا امام مالک
تفسیر کبیر		سنن کبریٰ للبیہقی
تفسیر خان		مسند امام احمد
تفسیر بغوی		المعجم الاوسط
روح المعانی		سنن دارمی
در منثور		سنن دار قطنی
صحیح بخاری		شرح معانی الآثار
صحیح مسلم		مجمع الزوائد
جامع ترمذی		البدائع والصنائع
سنن نسائی		نیل الاوطار
سنن ابن ماجہ		

سند المدرسین حضرت علامہ مولانا الحاج ابوالفضل محمد اللہ دتہ سیالوی نور اللہ مرقدہ

کے دیگر یادگار علمی کارنامے

جو عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو رہے ہیں

مقالاتِ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم

خطباتِ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ

فتاویٰ ابو الفضل رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ ضیاء القمر

مدرسہ ضیاء العلوم جامعہ شمسیہ رضویہ بھابڑہ (سرگودھا)

Ph:048-6872016, 0300-6032542